معاون درسی کتاب

معاشیات

نویں جماعت کے لیے

مرزا فرید علی بیگ

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

معاون درسی کتاب

معاشیات

نویں جماعت کے لیے

مصنف

مرزا فرید علی بیگ

ایم اے، ایم ایڈ (عثمانیہ)

لکچرر گورنمنٹ جونیر کالج (گرلز) نامپلی، حیدرآباد

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر آنند راج ورما

قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل حکومت ہند

ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

بہ اہتمام

شاخ جنوبی ہند، حیدرآباد

Associate Text Book
Economics (Ma'ashiyath)
for IX Standard
By Mirza Fareed Ali Baig

© قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت : اکتوبر، دسمبر 2003 شک 1925
پہلا اڈیشن : 1100
سلسلۂ مطبوعات : 1117
قیمت : -/85

کمپوزنگ : مائنڈ ویر ڈاٹ کام (Mindware,com)
6-1-73 سعید پلازا، لکڑی کا پل، حیدرآباد۔4
فون نمبر: 23212345

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان
ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066
طابع : فہمی کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، دین دنیا ہاؤس، جامع مسجد، دہلی۔۶ فون نمبر 23280644

پیش لفظ

نصابی کتابیں وقت پر فراہم کرنے کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے یہاں معاون نصابی مواد کی کمی ہے۔ فروغ اردو کے لئے اردو زبان وادب اور اردو ذریعۂ تعلیم کو باہم مربوط کرنے کے لئے نصابی اور معاون نصابی کتابوں کا ابتدائی سے اعلیٰ جماعتوں تک مناسب قیمت اور وقت پر دستیاب ہونا اشد ضروری ہے۔ قومی اردو کونسل نے منصوبہ بند طریقے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی پیہم کوشش کی ہے۔

معاون درسی کتب کی تیاری کا مقصد طلبہ کو ایسا مواد فراہم کرنا ہے جو نہ صرف ان کے شوقِ مطالعہ اور تجسس کی تسکین کا باعث ہو بلکہ نصابی مواد کی تفہیم اور مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری میں بھی معاون ثابت ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے دو حصوں پر مبنی ایک مبسوط منصوبہ تیار کیا گیا۔ ایک حصے کے تحت آٹھویں سے دسویں جماعت تک طبعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات، اور جدید ریاضی کی کتابیں تیار کی گئیں۔ منصوبے میں شامل مضامین کے لئے ایک ایسا جامع نصاب تیار کیا گیا ہے جس میں بشمول سی. بی. ایس. ای. (CBSE) اور آئی. سی. ایس. ای. (ICSE) ملک کے ہر صوبے کے متعلقہ نصاب کو ملحوظ رکھا گیا تاکہ یہ کتابیں تمام ملک میں یکساں طور پر مفید ہوں اور طلبہ کو ان میں کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ ہو۔ نیز یہ احساس ہو کہ ان کتابوں میں نہ صرف ان کے نصاب کا پورا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ دیگر کار آمد معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے مطالعے سے طلبہ کو آئندہ جماعتوں کے مشکل اور پیچیدہ اسباق سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔ دوسرے حصے میں سماجی علوم جیسے تاریخ، جغرافیہ، علم شہریت، معاشیات اور کامرس کی کتابیں شامل ہیں۔ مذکورہ کتابوں کی تیاری کے لئے متعلقہ مضامین کے ماہرین پر مشتمل دو پینل تشکیل دیے گئے۔ یہ کام ڈاکٹر آنند راج ورما کی ادارت میں کونسل کی جنوبی ہند کی شاخ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ کتابیں اساتذہ اور طلبہ کے لئے یکساں طور پر مفید ثابت ہوں گی۔ یہ کتابیں اردو ذریعۂ تعلیم کی کڑیوں کو نہ صرف تسلسل عطا کریں گی بلکہ اسے زیادہ مفید اور موثر بنانے میں بھی مفید ثابت ہوں گی۔ زیرِ نظر کتاب اسی منصوبے کے تحت شائع کی گئی ہے۔ جسے بہتر سے بہتر بنانے میں ہر مثبت تجویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرست اسباق

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر
1	ترقی کا تصور	1-12
2	معیشتوں کی خصوصیات	13-25
3	قومی آمدنی	26-39
4	ہندوستان کی قومی آمدنی	40-58
5	ہندوستانی معیشت کی بنیادی ساخت	59-81
6	معاشی بنیادی ساخت کے عناصر	82-110
7	بیرونی تجارت	111-130
8	ہندوستانی معیشت کا جائزہ	131-147
9	آمدنی اور محاصل	148-161
10	بجٹ (موازنہ)	162-175

سبق - 1

ترقی کا تصور

(Concept of Development)

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 ترقی اور نمو کا مفہوم

3.1.1 معاشی ترقی کا مفہوم

3.1.2 معاشی نمو کا مفہوم

3.2 معاشی ترقی اور معاشی نمو کے درمیان فرق

3.3 معاشی ترقی اور معاشی نمو کی پیمائش کے طریقے

3.3.1 حقیقی قومی آمدنی

3.3.2 حقیقی فی کس آمدنی

3.3.3 معاشی فلاح و بہبود

3.3.4 سماجی اظہاریے

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑ ملایئے

سبق - 1

ترقی کا تصور (Concept of Development)

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم درج ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ معاشی ترقی کا مفہوم
+ معاشی نمو کا مفہوم
+ معاشی ترقی اور معاشی نمو کے درمیان فرق
+ معاشی ترقی اور معاشی نمو کی پیائش کے طریقے

2 تمہید

پچھلی جماعت میں آپ نے معاشیات کی ابتداء، اس کے بنیادی تصورات اور بنک کاری کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کئے ہیں۔ اس جماعت میں آپ ترقی کا تصور، معیشتوں کی خصوصیات، ہندوستانی معیشت، محاصل و موازنہ کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 ترقی اور نمو کا مفہوم

3.1.1 معاشی ترقی کا مفہوم

مختلف ماہرین معاشیات نے معاشی ترقی کی تعریف اپنے اپنے انداز میں بیان کی ہے۔ ذیل میں چند تعریفیں دی گئی ہیں۔

(1) پروفیسر جی۔ ایم۔ میئر (Prof. G.M. Meier) نے معاشی ترقی کی تعریف اس طرح کی ہے:

> ''معاشی ترقی ایک ایسا طرز عمل ہے جس کے تحت ملک کی حقیقی فی کس آمدنی میں مسلسل اضافہ ایک طویل مدت میں ہوتا ہے۔''

(2) پروفیسر سی۔ پی۔ کنڈلے برجر (Prof. C.P. Kindle Berger) کے مطابق:

> ''معاشی ترقی کا مفہوم زیادہ پیداوار اور تکنیکی تبدیلیوں اور ادارہ جاتی ترتیب میں تبدیلیوں سے لیا جاتا ہے۔ جس سے پیداوار حاصل ہوتی ہے۔''

(3) پروفیسر ولیمسن اور بٹرک (Prof. Williamson and Buttrick) نے معاشی ترقی کے تصور کی تعریف اس طرح کی ہے:

> ''معاشی ترقی ایک ایسا عمل ہے جس سے ایک ملک یا خطے کے عوام موجودہ وسائل کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ اس کی بدولت فی کس اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں اضافہ برقرار رکھا جاتا ہے۔''

(4) اقوام متحدہ ماہرین کمیٹی کے مطابق:

> ''معاشی ترقی کا تعلق نہ صرف انسان کی مادّی ضروریات سے ہوتا ہے بلکہ سماجی زندگی کی بہتری سے بھی ہوتا ہے۔ معاشی ترقی میں اس لیے نہ صرف معاشی نشوونما شامل ہوتی ہے بلکہ معاشی سماجی، تہذیبی اور ادارہ جاتی تبدیلی کے ساتھ ساتھ معاشی تبدیلی بھی شامل ہوتی ہے۔''

مندرجہ بالا تعریفوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معاشی ترقی، قومی آمدنی اور فی کس حقیقی آمدنی میں اضافہ کا نتیجہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے معیار زندگی بلند ہوتا ہے اور حقیقی اجرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

معاشی ترقی ایسا طویل مدتی عمل ہے جس کی بدولت قومی آمدنی اور حقیقی فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ معیشت میں یہ عمل اس طرح جاری رہتا ہے کہ معیشت تیزی سے اشیاء و خدمات پیدا کرسکتی ہے۔ حقیقت میں معاشی ترقی سے حقیقی فی کس آمدنی اور حقیقی اجرت اور معیار زندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

3.1.2 معاشی نمو کا مفہوم

معاشی ترقی کے مقابلے میں معاشی نشوونما کا تصور بہت محدود ہوتا ہے۔ مختلف ماہرین معاشیات نے معاشی نمو کی تعریف مختلف

انداز میں بیان کی ہے۔

کزنیٹس (Kuznets) کے مطابق:

''معاشی نمو سے مراد کسی ملک کی آبادی اور فی کس پیداوار میں مستحکم اضافے کے لئے جاتے ہیں۔''

جیکب وینر (Jacob Viner) کے مطابق:

''معاشی نمو سے مراد دولت کی مساویانہ تقسیم سے لیے جاتے ہیں۔''

معاشی نشونما میں ہم صرف قومی آمدنی یا قومی پیداوار کے اضافہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ معاشی نشونما ایک خودکار طبعی عمل ہے اور معاشی نشونما کی اصطلاح ترقی یافتہ ممالک کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ معاشی نشونما کے تحت معاشی وسائل کو مکمل اور مناسب طریقے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ معاشی نمو کے تحت پیداوار تیزی سے بڑھتی ہے اور معیشت استحکامی منزل میں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جدید طرز کی ٹکنالوجی استعمال کی جاتی ہے۔ پیداوار میں مسلسل تیزی سے اضافہ جاری رہتا ہے۔ معاشی نشونما کی صورت میں فی کس آبادی کے لحاظ سے پیداوار کا سلسلہ برقرار رکھنا ہے اور جب بھی آبادی بڑھتی ہے تو پیداوار میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ معاشی نشونما ترقی یافتہ ممالک کے معاشی صورت حال کا اظہار کرتی ہے۔

عام زبان میں معاشی ترقی اور معاشی نمو کے درمیان کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ معاشی ترقی (Economic Progress) اور معاشی فلاح (Economic Welfare) بھی ہم معنی الفاظ ہیں۔ لیکن چند ماہرین معاشیات جیسے شمپیٹر (Schumpeter)، مسز ارسولا ہکس (Mrs. Ursula Hicks)، اے مڈسن (A. Maddison) اور سی۔ پی۔ کنڈلے برجر (C.P.Kindle Berger) نے واضح طور پر فرق بتایا ہے۔

3.2 معاشی ترقی اور معاشی نمو کے درمیان فرق

معاشی ترقی اور معاشی نمو کے درمیان فرق کی وضاحت ذیل کے نکات سے کی جاسکتی ہے:

1. معاشی ترقی: غیر ترقی یافتہ معیشت جیسے ہندوستان سے متعلق ہوتی ہے۔ جب کہ معاشی نمو کا تعلق ترقی یافتہ معیشت جیسے جاپان سے ہوتا ہے۔
2. معاشی ترقی میں قومی آمدنی اور فی کس آمدنی طویل مدت میں بڑھتی ہے۔ لیکن معاشی نمو کی صورت میں قومی آمدنی اور فی کس

آمدنی کا اضافہ خود بخود جاری رہتا ہے۔

3. معاشی ترقی طویل مدتی عمل ہے جب کہ معاشی نمو واقع یا مظہر ہوتی ہے۔

4. معاشی ترقی میں ایک ایسا تسلسل ہوتا ہے جسے کسی بھی مقام پر منقطع نہیں کیا جاسکتا۔لیکن معاشی نمو کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب کہ صنعتی انقلاب مکمل ہو جاتا ہے۔اور معیشت، صنعتی معیشت بن جاتی ہے۔

5. معاشی ترقی کے دوران زراعت اور صنعت میں توازن برقرار نہیں رہتا۔البتہ معاشی نمو کی صورت میں زراعت اور صنعت کے درمیان توازن قائم رہتا ہے۔

6. معاشی ترقی میں آمدنی کم اور آبادی زیادہ ہوتی ہے۔لہذا معاشی مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔اسی لیے تمام وسائل سے بھرپور استفادہ کیا جاتا ہے اس کے برخلاف معاشی نمو کی صورت میں جملہ آمدنی، آبادی سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے کسی بھی طرح کا معاشی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

7. معاشی ترقی کا تعین صرف پیداوار سے ہوتا ہے البتہ معاشی نشو نما کا تخمینہ قومی آمدنی اور فی کس آمدنی سے کیا جاتا ہے۔

8. معاشی ترقی کے دوران سماجی کردار میں تبدیلی ضروری نہیں ہوتی ہے لیکن معاشی نشو نما کی صورت میں سماجی کردار میں تبدیلی لازمی ہوتی ہے اسی لیے ترقی یافتہ معیشت بضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔

9. معاشی ترقی کے لیے وسائل کی تقسیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے تاکہ معیشت میں وسائل کی تقسیم کی بغیر استحکامی کیفیت برقرار رہتی ہے۔

10. معاشی ترقی کے حصول میں منصوبہ بندی بنیادی رول ادا کرتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر منصوبہ بندی کے معاشی ترقی کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔لیکن معاشی نشو نما کے لیے منصوبہ بندی لازمی نہیں ہوتی بلکہ اسے صرف سطحی طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔

11. معاشی ترقی کے حصول میں کئی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ترقی کے عمل میں زیادہ وقت لگ جاتا ہے اور ایسی صورت میں عوام بیزار ہو جاتے ہیں اس لیے کم وقت میں تیزی سے ترقی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے تاکہ معیشت کو ترقی دی جاسکے۔لیکن معاشی نشو نما کی صورت میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی اور معیشت مضبوطی کے ساتھ برقرار رہتی ہے اسی لیے ترقی یافتہ ممالک بغیر کسی مسئلہ کے تیزی سے ترقی حاصل کرتے ہیں۔

3.3 معاشی ترقی اور معاشی نشو نما کی پیائش کے طریقے:

معاشی ترقی اور معاشی نشو نما کے پیائش کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:

1. حقیقی قومی آمدنی (Real National Income)
2. حقیقی فی کس آمدنی (Real Percapita Income)

3. معاشی فلاح و بہبود یا معاشی خوشحالی (Economic Welfare)

4. سماجی اظہاریے (Social Indicators)

3.3.1 حقیقی قومی آمدنی

معاشی ترقی کی پیائش حقیقی قومی آمدنی سے کی جاتی ہے اگر حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو معاشی ترقی کی سطح بلند ہو جاتی ہے اس کے برعکس اگر حقیقی قومی آمدنی میں کمی ہوتی ہے تو معاشی ترقی کی سطح پست ہو جاتی ہے لہذا حقیقی قومی آمدنی کی سطح کے ذریعہ معاشی ترقی کی پیائش کی جاتی ہے۔

حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ معاشی ترقی کی پیائش کے لیے کافی نہیں ہوتا کیوں کہ حقیقی قومی آمدنی سے تشفی بخش نتیجہ برآمد نہیں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قومی آمدنی کے مجموعہ میں حقیقی قومی آمدنی کے اہم تناسب کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جیسے گھریلو بیوی کی خدمات اور خام زرعی پیداوار کا گھریلو اغراض کے لیے استعمال وغیرہ لہذا حقیقی قومی آمدنی معلوم نہیں کی جاسکتی ہے اسی لیے ماہرین کا خیال یہ ہے کہ معاشی ترقی کی پیائش بجائے حقیقی قومی آمدنی کے حقیقی فی کس آمدنی سے کی جائے تاکہ معاشی ترقی کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔

3.3.2 حقیقی فی کس آمدنی

معاشی ترقی کی پیائش کے لیے حقیقی فی کس آمدنی کو زیادہ بہتر سمجھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی فی کس آمدنی ہی معاشی ترقی کا تشفی بخش تخمینہ کرسکتی ہے اگر حقیقی فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو معاشی ترقی کی سطح بلند ہو جاتی ہے اور اس کے برخلاف عمل کی صورت میں معاشی ترقی کی رفتار پست ہوتی ہے۔

معاشی ترقی کی پیائش حقیقی فی کس آمدنی کی روشنی میں بہتر طور پر کی جاسکتی ہے پھر بھی اس طریقے میں آبادی کے اثر کو پیش نظر رکھا جاتا ہے تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی معاشی ترقی کے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہوسکے۔ حقیقی فی کس آمدنی کا تعین اس طرح کیا جاتا ہے کہ حقیقی قومی آمدنی کو جملہ کام کرنے والی آبادی سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ جملہ کام کرنے والی آبادی میں برسر روزگار آبادی اور متلاشیان روزگار کو شامل کیا جاتا ہے۔ اس طرح:

$$\text{حقیقی فی کس آمدنی} = \frac{\text{جملہ حقیقی قومی آمدنی}}{\text{جملہ کام کرنے والی آبادی}}$$

$$\text{Real Per Capita Income} = \frac{\text{Total Real National Income}}{\text{Total Working Population}}$$

حقیقی فی کس آمدنی کی بدولت معاشی ترقی کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیوں کہ معیار زندگی میں اضافہ سے معاشی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے اور جب حقیقی فی کس آمدنی بڑھتی ہے تب ہی معیار زندگی اور حقیقی اجرت میں اضافہ ہوتا ہے مختصر یہ کہ حقیقی فی کس آمدنی سے معاشی ترقی کا تشفی بخش تعین کیا جاتا ہے۔

3.3.3 معاشی فلاح و بہبود یا معاشی خوش حالی

معاشی ترقی کی پیائش معاشرہ کی خوشحالی سے بھی کی جاسکتی ہے اگر معاشرہ کی خوشحالی کی سطح بلند ہوتی ہے تو معاشی ترقی کی سطح بھی بلند رہتی ہے اس کے برعکس اگر معاشرہ کی خوشحالی کی سطح کم پائی جائے تو معاشی ترقی کی سطح بھی پست ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں معاشی ترقی اور معاشی فلاح و بہبود کے درمیان مطابقت پائی جاتی ہے۔

معاشی فلاح و بہبود کے تصور کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے۔

1. معاشرے کے مختلف شعبوں میں زیادہ قومی پیداوار اور اس کی راست تقسیم عمل میں لائی جاتی ہے۔
2. معیشت میں قیمتوں کے استحکام کے بغیر تیز رفتار معاشی ترقی حاصل نہیں کی جاسکتی ہے۔ لہذا معاشی خوشحالی سے عوام کی قوت خرید بڑھتی ہے اور اس کے نتیجہ میں معاشی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔

3.3.4 سماجی اظہاریے

ماہرین کا خیال ہے کہ معاشی ترقی کی پیائش سماجی اظہاریے کے ذریعہ بھی کی جاسکتی ہے اس میں محنت، غذا، پرورش، تعلیم، بشمول خواندگی اور مہارت روزگار، کام کی شرائط، بنیادی ضروریات کا صرف، حمل و نقل، گھریلو سہولتیں وغیرہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ یہ تمام اظہاریے ترقی کے عمل میں خاصیت پر زور دیتے ہیں تا کہ معاشی ترقی حاصل کی جاسکے انہیں کی بدولت معاشی ترقی کا تعین کیا جاتا ہے۔ جو بڑی حد تک قابل قبول ہوتا ہے حقیقت میں معاشی ترقی کے تعین کا بہتر طریقہ سماجی اظہاریے سمجھا گیا ہے اسی لیے معاشی ترقی کے تعین کے دوسرے طریقوں پر اس طریقے کو ترجیح دی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ سماجی اظہاریے معاشی ترقی کی سطح پر تبدیلی کو ظاہر کرتے ہیں اور معاشی ترقی کا اطمینان بخش تعین کرتے ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

عام زبان میں ترقی (Development) اور نمو (Growth) کے ایک ہی معنی ہیں۔ یہ الفاظ ہم معنی ہیں۔ لیکن معاشی زبان میں ترقی اور نمو میں فرق پایا جاتا ہے۔ ترقی سے مراد ملک کی حقیقی قومی آمدنی میں اضافے کے ساتھ ادارہ جاتی اور تکنیکی

تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں۔ جب کہ نمو ایک ایسا طرز عمل ہے جس کے تحت معیشت کی صرف حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ترقی کا تعلق عام طور پر غیر ترقی یافتہ ممالک سے ہوتا ہے۔ اور نمو کا تعلق ترقی یافتہ ممالک سے ہوتا ہے۔ ترقی کا عمل مکمل ہونے کے بعد نمو کا عمل شروع ہوتا ہے۔ ہندوستان کا تعلق ترقی سے ہے۔

ملک کی معاشی ترقی کی پیائش کے چار طریقے ہیں:

i) حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ

ii) حقیقی فی کس قومی آمدنی میں اضافہ

iii) معاشی فلاح و بہبود اور

iv) سماجی اظہاریے

ان تمام طریقوں میں کثرت سے استعمال ہونے والا طریقہ حقیقی فی کس آمدنی میں اضافہ ہے۔

5 زائد معلومات

حقیقی قومی آمدنی ہو کہ فی کس حقیقی قومی آمدنی کے اعداد و شمار دونوں بھی معاشی ترقی کے صحیح اشاریے قرار نہیں دیے جاسکتے۔ بلکہ بنیادی طور پر اوسط اور مجموعی شرح تبدیلی کو پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے متبادل طور پر طبعی معیار زندگی کا اشاریہ (Physical Quality of Life Index) استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ درج ذیل عناصر پر مشتمل ہوتا ہے۔

i) افراد کی متوقع حیات

ii) طفلی اموات کی شرح

iii) خواندگی کی شرح

iv) پینے کے صاف پانی کی فراہمی اور

v) حفظان صحت کی دستیاب سہولتیں

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی کے مطابق	انگریزی اصطلاح کا تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
Development	ڈیولپمنٹ	ترقی	ایک طرزِ عمل۔ جس کے تحت معیشت کی حقیقی قومی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہوتا ہے اور ادارہ جاتی اور تکنیکی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی رہتی ہیں۔
Economy	اکنامی	معیشت	Brown کے مطابق ذرائع معاش کے نظام کو معیشت کہتے ہیں۔ معیشت سے مراد معاشرہ کے معاشی امور کے مجموعے سے لیے جاتے ہیں۔
Growth	گروتھ	نمو، یا نشوونما	ایک طرزِ عمل جس کے تحت معیشت کی حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔
Human Development Index	ہیومن ڈیولپمنٹ انڈکس	انسانی ترقی اشاریہ	ملک کی معاشی ترقی کی پیائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو افراد کی متوقع حیات، بچوں کی شرح اموات خواندگی کی شرح، صاف پینے کے پانی کی فراہمی اور حفظانِ صحت کی سہولتوں کی دستیابی پر مشتمل ہوتی ہے۔
Percapita Income	پرکیپی ٹا انکم	فی کس آمدنی	ملک کی قومی آمدنی کو جملہ آبادی سے تقسیم کرنے پر فی کس آمدنی حاصل ہوتی ہے۔
Real Wages	رئیل ویجس	حقیقی اجرت	زر کی قوت خرید کو حقیقی اجرت کہتے ہیں۔
Real Per Capita Income	رئیل پر کیپی ٹا انکم	فی کس حقیقی قومی آمدنی	ملک کی جملہ پیداوار کو جملہ آبادی سے تقسیم کرن ے پر فی کس حقیقی قومی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔
Real National Income	رئیل نیشنل انکم	حقیقی قومی آمدنی	ملک کی قومی آمدنی کو اشیاء کی جملہ مقدار میں ظاہر کرنے کے عمل کو حقیقی قومی آمدنی کہتے ہیں۔
Standard of Living	اسٹانڈرڈ آف لیونگ	معیار زندگی	آدمی کے طرز زندگی کو معیار زندگی کہتے ہیں۔
Technology	ٹکنالوجی	طریقہ پیدائش	شئے کی تیاری کے طریقے کو ٹکنالوجی کہتے ہیں۔
Welfare	ویلفیر	فلاح	خواہش کی تکمیل کے بعد حاصل ہونے والی طمانیت کے احساس کو فلاح کہتے ہیں

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 معاشی نمو سے کیا مراد ہے؟

2 معاشی ترقی کسے کہتے ہیں

3 حقیقی قومی آمدنی کو کیسے معلوم کیا جاتا ہے؟

4 معاشی فلاح و بہبود سے کیا مراد ہے؟

5 فی کس آمدنی کو کیسے معلوم کیا جاتا ہے؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 معاشی ترقی اور معاشی نمو کے درمیان فرق بیان کیجیے

2 معاشی ترقی اور معاشی نشونما کے میزان کے طریقے بیان کیجیے

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 ترقی یافتہ ممالک کا تعلق.......................... سے ہوتا ہے۔

2 غیر ترقی یافتہ ممالک کا تعلق.......................... سے ہوتا ہے۔

3 جاپان ایک.......................... ملک ہے۔

4 ملک کی قومی آمدنی کو جملہ آبادی سے تقسیم کرنے پر.......................... حاصل ہوتی ہے۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 معاشی نشونما کا طرز عمل کیسا ہوتا ہے: (   )

(a) یک رخی (b) دو رخی

(c) سہ رخی (d) کثیر رخی

2 معاشی نشونما کا تعلق کونسے ملک سے ہے:　　(　　)

(a) جاپان　　(b) سری لنکا

(c) ہندوستان　　(d) نیپال

3 معاشی ترقی کا تعلق کونسے ملک سے ہے:　　(　　)

(a) ہندوستان　　(b) جاپان

(c) امریکہ　　(d) روس

4 ملک کی معاشی ترقی کے لیے عام پیمانہ کونسا ہے:　　(　　)

(a) فی کس آمدنی　　(b) معاشی فلاح

(c) قومی آمدنی　　(d) انسانی وسائل کی ترقی کا اشاریہ

5 غیر ترقی یافتہ ممالک کے عوام کی فی کس آمدنی کی سطح کو بلند کرنے کے عمل کو کیا کہتے ہیں:　　(　　)

(a) معاشی نمو　　(b) معاشی دوہریت

(c) معاشی ترقی　　(d) معاشی فلاح

7.3.3 جوڑ ملایئے

	A		B
1	حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ	a	ترقی پذیر ملک
2	حقیقی قومی آمدنی میں اضافے کے ساتھ اداہ جاتی اور تکنیکی تبدیلیاں	b	ترقی یافتہ ملک
3	ہندوستان	c	معاشی نمو
4	جاپان	d	معاشی ترقی
5	خام قومی پیداوار	e	کسی ملک میں ایک سال کی مدت میں تمام آخری اشیاء اور خدمات کی مجموعی مالیت

سبق - 2

معیشتوں کی خصوصیات

(Characteristics of Economies)

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 ترقی یافتہ معیشت کی خصوصیات

3.2 غیر ترقی یافتہ معیشت کی خصوصیات

3.3 معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے عوامل

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

سبق - 2

معیشتوں کی خصوصیات (Characteristics of Economies)

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک خصوصاً ہندوستانی معیشت کی خصوصیات کو بیان کریں گے۔ اور معیشت پر اثر انداز ہونے والے درج ذیل عوامل کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

+ ترقی یافتہ ممالک میں سرمایہ کاری اور ٹکنالوجی کی اہمیت۔
+ ترقی پذیر معیشت کی خصوصیات۔
+ معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل۔

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم نے ترقی کے تصور کے تحت ترقی اور نمو، معاشی ترقی' معاشی نمو کے معنی ان کی پیمائش کے طریقے' حقیقی قومی آمدنی حقیقی فی کس آمدنی' معاشی فلاح و بہبود اور سماجی اظہار کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اب اس سبق میں ہم ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ معیشت کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

ماہرین معاشیات نے دنیا کے تمام ممالک کو ان کی خصوصیات کی بنیاد پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی (1) ترقی یافتہ ممالک اور (2) غیر ترقی یافتہ ممالک۔ چوں کہ موجودہ دور میں دنیا کے ہر ملک میں ترقیاتی سرگرمیاں جاری ہیں اس لیے غیر ترقی یافتہ ممالک کو ترقی پذیر ممالک بھی کہتے ہیں۔ چوں کہ ہر دو قسم کے ممالک کا تعلق اپنی معیشت سے ہوتا ہے اس لیے ان ممالک کا مطالعہ بالترتیب ترقی یافتہ معیشت اور ترقی پذیر معیشت کے تحت کیا جاتا ہے۔ ترقی پذیر معیشت کی خصوصیات کے مطالعہ کے دوران ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ معاشی ترقی پر کئی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں جن میں کچھ عوامل معاون ثابت ہوتے ہیں جب کہ کچھ عوامل ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم ترقی یافتہ معیشت، غیر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر معیشت اور معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل پر بحث کریں گے۔

3.1 ترقی یافتہ معیشت کی خصوصیات

ایسے تمام ممالک جہاں فی کس قومی آمدنی زیادہ پائی جائے اور ہر سطح پر ترقی مکمل ہو جائے ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں۔ان ممالک کو صنعتی ممالک بھی کہا جاتا ہے۔کیوں کہ صنعتی سطح پر یہ ممالک ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ان ممالک کو متمول ممالک بھی کہا جاتا ہے۔کیوں کہ ان ممالک میں قدرتی وسائل کثرت سے پائے جاتے ہیں۔امریکہ، جاپان، جرمنی، برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا، اٹلی، اسپین وغیرہ ترقی یافتہ ممالک ہیں۔

ذیل میں ترقی یافتہ ممالک کی چند اہم خصوصیات کو پیش کیا جارہا ہے۔

3.1.1 فی کس قومی آمدنی کی اعلیٰ سطح

ترقی یافتہ ممالک میں فی کس خام قومی پیداوار کی سطح بلند ترین ہوتی ہے۔ذیل میں چند ترقی یافتہ ممالک کے فی کس خام قومی پیداوار کے حالیہ اعداد و شمار کو پیش کیا جارہا ہے

ترقی یافتہ ممالک کے نام	فی کس خام قومی پیداوار (امریکی ڈالر میں)
امریکہ	34,260
جاپان	34,210
جرمنی	25,050
برطانیہ	24,500
فرانس	23,760
آسٹریلیا	20,530
اٹلی	20,101
اسپین	14,960

(بحوالہ: عالمی بنک، عالمی ترقیاتی رپورٹ 2002)

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی فی کس خام قومی پیداوار، ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں نسبتاً بہت زیادہ ہوتی ہے۔جیسے جاپان کی فی کس خام قومی پیداوار، ہندوستان کے مقابلے میں 75 گنا زیادہ ہے۔براعظم ایشیاء میں صرف جاپان ترقی یافتہ ملک ہے اور ماقی غیر ترقی یافتہ ممالک ہیں۔

صرف فی کس خام قومی پیداوار بلند ہونے سے ملک ترقی یافتہ نہیں بن جاتا بلکہ ہر سطح پر ترقی حاصل کرنا ضروری ہے۔جیسے

کویت کی فی کس خام قومی پیداوار بلند ترین ہونے کے باوجود بھی ترقی یافتہ ملک نہیں کہلاتا۔

3.1.2 صنعتی شعبہ کی اہمیت

ترقی یافتہ ممالک کے عوامل کی اکثریت کا پیشہ صنعت اور خدمات سے ہوتا ہے۔ان شعبوں کی اہمیت کا اندازہ،قومی آمدنی میں ان کے تناسب اور ان شعبوں میں روزگار کی وسعت سے لگایا جاسکتا ہے۔امریکہ میں صنعتی شعبہ کا تناسب قومی آمدنی میں 63 فی صد ہے اور برطانیہ میں 38 فی صد ہے۔اور امریکہ میں تقریباً 37 فی صد کا اگر آبادی صنعتی شعبہ سے وابستہ ہے۔اور برطانیہ میں 40 فی صد ان تمام حقائق کے باوجود، زرعی شعبہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔امریکہ میں 3 فی صد کارگر آبادی، زرعی شعبہ سے وابستہ ہوتی ہے۔اور اتنی پیداوار ہوتی ہے کہ نہ صرف اپنے ملک کی غذائی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے بلکہ فاضل زرعی پیداوار کو برآمد بھی کرتی ہے۔

اشیا کی پیدائش بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے۔صنعتی اشیاء کی تیاری میں مشینوں کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔اور تخصیص کاری (Specialisation) کے اصول پر عمل کیا جاتا ہے طریقہ پیدائش اعلیٰ اور جدید ترین ہوتے ہیں۔جس کے سبب شئے کی تیاری پر لاگت کم ہوتی ہے۔اور معیاری اشیاء تیار ہوتی ہیں۔

3.1.3 اعلیٰ سرمایہ کاری

کاروبار میں رقم مشغول کرنے کو سرمایہ کاری کہتے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک میں سرمایہ کاری اعلیٰ سطح کی جاتی ہے۔سرمایہ کاری میں اضافہ کے لیے عوام میں بچت کی خواہش اور استطاعت کا ہونا ضروری ہے۔ترقی یافتہ ممالک کے عوام کی فی کس آمدنی اتنی بلند ہوتی ہے کہ اخراجات کے بعد بھی رقم بچ رہتی ہے۔اس بچت کو مالی اداروں میں اکٹھا کیا جاتا ہے۔اس طرح اکٹھا کی ہوئی بچت کو سرمایہ کی شکل دینے کے لیے ماہر آجر موجود ہوتے ہیں۔اس طرح سے تشکیل اصل (Capital Formation) کی شرح اونچی پائی جاتی ہے۔عالمی بنک،عالمی ترقیاتی رپورٹ 2002ء کے مطابق امریکہ میں تشکیل اصل کی شرح 28 فی صد تھی۔

3.1.4 کم شرح آبادی

ترقی یافتہ ممالک میں آبادی میں اضافہ کی شرح کم پائی جاتی ہے۔ان ممالک میں شرح حیات اور شرح ممات دونوں بھی کم پائے جاتے ہیں۔جس کے نتیجہ میں آبادی میں اضافہ ہوتا ہے۔امریکہ میں آبادی میں اضافہ کی شرح سالانہ 13% پائی جاتی ہے۔آبادی میں کمی سے فی کس آمدنی کی شرح اونچی پائی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں معیار زندگی اونچا ہوتا ہے۔ان ممالک کے عوام کی عمر طویل ہوتی ہے اور وہ خوش حال زندگی بسر کرتے ہیں۔

3.1.5 سازگار ماحول

ترقی یافتہ ممالک میں ماحول سازگار پایا جاتا ہے۔یہاں پر شرح خواندگی صد فی صد پائی جاتی ہے۔عوام تعلیم یافتہ ہونے کی

وجہ سے مختلف کاروبار سے متعلق بہتر طور پر واقف رہتے ہیں۔ اور کاروبار ہمیشہ نفع بخش رہتا ہے۔ اس کے علاوہ سماجی ادارے اور سماجی قدریں بھی معاشی ترقی میں معاون ہوتے ہیں۔ یہاں کے عوام فرسودہ رسوم و رواج کے پابند نہیں ہوتے۔ دقیانوسی خیالات یا عقائد کے تابع نہیں ہوتے۔ سماج میں افراد اپنا مقام اور رتبہ قابلیت اور بہتر کارکردگی کی بنیاد پر بناتے ہیں۔ یہاں پر بندھوا مزدور یا بچہ مزدور کی صورت حال کم پائی جاتی ہے اور بے روزگاری بھی کم ہوتی ہے۔

ٹکنالوجی

ترقی یافتہ ممالک سائنس، ایجادات اور ٹکنالوجی میں بہت آگے ہوتے ہیں۔ جن کی مدد سے وہ وسائل کا بھرپور استعمال کرتے ہیں لیکن اگر وسائل ناکافی ہوں تو صنعت و حرفت کی مدد سے معیشت کو ترقی دی جاتی ہے جیسے کہ جاپان اور اسرائیل میں وسائل کی کمی کے باوجود ان کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے۔ ٹکنالوجی کی مدد سے جہاں پیداوار اور مقدار میں اضافہ ہوتا ہے وہیں کوالٹی (کیفیت) کا معیار بھی بڑھ جاتا ہے۔ چوں کہ ان ممالک میں کثیر سرمایہ دستیاب ہوتا ہے اس لیے ہر شعبہ میں جدید ترین ٹکنالوجی پائی جاتی ہے۔ اور بہترین بنیادی ساخت (Infrastructure) دستیاب ہوتی ہے۔ امریکہ میں ٹکنیکل تعلیم و تربیت کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

3.2 غیر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر معیشت کی خصوصیات

غیر ترقی یافتہ یا ترقی پذیری کا مطلب ایسے ملک یا معیشت سے ہوتا ہے جس کو ابھی کامل ترقی حاصل نہ ہوئی ہو اور جس کی ترقی میں ابھی کئی مسائل درپیش ہوں ایسی معیشت میں حقیقی فی کس آمدنی کم ہوتی ہے اور مسائل کی وجہ سے تیز رفتار معاشی ترقی کا حصول دشوار ہوتا ہے۔ ہر ترقی پذیر ملک تیزی سے ترقی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور غیر ترقی یافتہ حالت سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتا ہے مختصر یہ کہ ترقی پذیری سے مراد غیر ترقی یافتہ ممالک بھی لیے جاتے ہیں۔ جیسے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا وغیرہ۔

ترقی پذیر معیشت کی تعریف:

مختلف ماہرین معاشیات نے ترقی پذیر معیشت کی تعریف مختلف انداز میں بیان کی ہے ذیل میں چند اہم تعریفیں پیش کی گئی ہیں:

اقوام متحدہ کی جانب سے مقرر کردہ ماہرین کے گروپ نے ترقی پذیری کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔

1. ترقی پذیر ملک وہ ملک ہوتا ہے جہاں پر فی کس حقیقی قومی آمدنی کی سطح پست ہوتی ہے امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا اور مغربی یوروپی ممالک کی فی کس آمدنی کے مقابلہ میں نہایت کم پائی جاتی ہے۔

اس تعریف سے ترقی پذیری کی صرف ایک ہی خصوصیت واضح ہوتی ہے یعنی ہر غیر ترقی یافتہ ملک میں غربت اور حقیقی فی کس آمدنی میں کمی پائی جاتی ہے۔

2. پروفیسر رگنار نرکسے (Prof. Ragnar Nurkse) کے مطابق غیر ترقی یافتہ ممالک ایسے ممالک ہوتے ہیں جب

ان کا ترقی یافتہ ممالک سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو ان میں آبادی اور قدرتی وسائل کے لحاظ سے اصل کی قلت پائی جاتی ہے۔

3. پروفیسر کنتھ کری ہارا (Prof. Kenneth Kurihara) نے ترقی پذیری کے تصور کو یوں بیان کیا ہے کہ غیر ترقی یافتہ معیشت کا سب سے زیادہ تنہا کارآمد عامل فی کس آمدنی میں کمی ہوتا ہے۔ اس قدر دوسرا کوئی عامل ایسی معیشت کی خاصیت بیان نہیں کرسکتا ہے۔ (حقیقی فی کس آمدنی کم ہوتی ہے)۔

مندرجہ بالا تمام تعریفوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر ترقی پذیر معیشت میں چند بنیادی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن کی بنیاد پر ترقی پذیری کی شناخت کی جاتی ہے۔

خصوصیات:

ترقی پذیر معیشت یا غیر ترقی یافتہ معیشت میں مندرجہ ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں:

3.2.1 رہن سہن کی پست سطح

ترقی پذیر معیشت میں عوام کی اکثریت کا رہن سہن پست سطح پر ہوتا ہے اس کی بنیادی وجہ غریبی، ناقص صحت، ناکافی رہائش، جہالت، بچوں کی شرح اموات میں اضافہ اور زندگی کی متوقع عمر کی کمی وغیرہ ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ترقی پذیر معیشت میں حقیقی قومی آمدنی اور حقیقی فی کس آمدنی دونوں کی سطح پست ہوتی ہے اسی لیے عوام کا معیار زندگی پست اور معاشی پستی نمودار ہوتی ہے۔

ذیل میں ہم ترقی پذیر ممالک کے فی کس خام قومی پیداوار (Per Capita GNP) کو جدول میں پیش کرتے ہیں۔

ترقی پذیر ممالک کے نام	فی کس خام قومی پیداوار (امریکی ڈالر میں)
چین	840
انڈونیشیا	570
پاکستان	470
ہندوستان	460
بنگلہ دیش	380
نائجیریا	260

بحوالہ: عالمی بنک، عالمی ترقیاتی رپورٹ 2002

مندرجہ بالا جدول سے پتہ چلتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں ترقی پذیر ممالک کے رہنے والے عوام کی فی کس آمدنی نہایت کم پائی جاتی ہے۔ جیسے 2000ء کے جاریہ قیمتوں پر ہندوستان کی فی کس آمدنی قومی پیداوار 460$ تھی دیگر الفاظ میں امریکہ کے فی کس خام قومی پیداوار کا 17 واں حصہ ہندوستان کی فی کس خام قومی پیداوار ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں ایک تہائی آبادی غربت کی سطح سے نیچے پائی جاتی ہے۔ عالمی سطح پر ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان آمدنی کی عدم مساوات پائی جاتی ہے۔ اور اس خلیج میں ہر سال اضافہ ہونے جارہا ہے۔

3.2.2 اصل کی کمی

ترقی پذیری کا سب سے اہم سبب اور نتیجہ اصل کی کمی ہے۔ ترقی پذیر معیشت میں اصل کی اس قدر کمی پائی جاتی ہے کہ اکثر اوقات اسے کم اصل معیشت (Poor Capital Economy) بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اشیائے اصل کا ذخیرہ محدود ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیزی سے معاشی ترقی کا حصول ممکن نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ہر ترقی پذیر معیشت تشکیل اصل کی رفتار میں اضافہ کرتی ہے تاکہ معاشی ترقی حاصل کی جاسکے۔

3.2.3 بے روزگاری

ترقی یافتہ ممالک کے بے روزگاری سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں ہر کھلی بے روزگاری شہری علاقوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے اور پوشیدہ بے روزگاری دیہی علاقوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ شہروں کی آبادی کا 20 تا 25 فی صد کھلی بے روزگاری کا شکار ہے اور دیہی آبادی کا 20 فی صد حصہ پوشیدہ بے روزگاری کا شکار ہے۔ اس طرح سے بے روزگاری کثرت سے پائی جاتی ہے۔ بے روزگاری کسی بھی ملک کے لیے ایک بدنما داغ ہوتا ہے۔ کیوں کہ بے روزگاری کے سبب سماج میں جرائم پیدا ہوتے ہیں۔

3.2.4 تکنیکل تعلیم و تربیت کی کمی

ترقی پذیر معیشتوں میں سائنٹفک طریقوں کا فقدان پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں دو تہائی آبادی زرعی شعبہ سے وابستہ ہوتی ہے مگر زرعی شعبہ میں انتہائی قدیم اور فرسودہ طریقہ پیدائش استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ غریبی، عدم واقفیت اور جہالت ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں 1951ء میں 249 ملین افراد یعنی 70 فی صد آبادی زرعی پیشہ سے وابستہ تھی۔ جب کہ 1991ء میں 64.9 فی صد کارگر آبادی زرعی شعبہ سے وابستہ تھی یعنی 40 سال کے بعد بھی اس تناسب میں کوئی زیادہ فرق پیدا نہیں ہوا۔

2000ء میں خام علاقائی پیداوار (Gross Domestic Product) میں زراعت کا تناسب صرف 27 فی صد تھا۔

3.2.5 دوہری معیشت

دوہری معیشت، ترقی پذیر معیشت کی ایک خصوصیت ہے۔ اس معیشت میں منظم شعبہ اور غیر منظم شعبہ یکساتھ پائے جاتے ہیں۔ صنعتی شعبہ منظم ہوتا ہے اور زرعی شعبہ غیر منظم ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اس معیشت میں قدیم اور جدید طریقہ پیدائش دونوں پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح سے بازارِ زر میں بھی ادارہ جاتی اور غیر ادارہ جاتی ایجنسیاں دونوں ایک ساتھ پائی جاتی ہیں۔ ادارہ جاتی مالیاتی ایجنسیاں شہروں میں کام کرتی ہیں اور غیر ادارہ جاتی مالیاتی ایجنسیاں دیہی علاقوں میں کام کرتی ہیں۔

3.2.6 قدرتی وسائل کا کم استعمال

ترقی پذیر ممالک میں قدرتی وسائل موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ان وسائل کو مکمل طور پر استعمال نہیں کیا جاتا یا کم استفادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے ہندوستان میں دریاؤں کا جال بچھا ہوا ہے۔ لیکن صرف 30 فی صد دریاؤں کا پانی استعمال میں لایا جاتا ہے اور باقی 70 فی صد پانی سمندر کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے قدرتی وسائل کے بھرپور استعمال نہ کرنے کے سبب ترقی پذیر معیشتیں پسماندہ ہیں۔

3.2.7 سماجی اصل کی کمی

ترقی پذیر ممالک میں سماجی اصل کی کمی پائی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ممالک میں ذرائع حمل و نقل، رسل و رسائل اور بنیادی سہولتوں کی کمی پائی جاتی ہے۔ معیشت تیزی سے ترقی حاصل کرنا چاہتی ہے لیکن سماجی اصل کی کمی کی وجہ سے تیز رفتار ترقی کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ترقی پذیر معیشت بنیادی سہولتوں اور سماجی اصل میں اضافہ کے لیے کوشاں رہتی ہے تاکہ معاشی ترقی کی رفتار میں شدت پیدا کی جاسکے اور معیشت ترقی پذیری سے نکل کر ترقی یافتہ بن سکے۔

3.3 معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے عوامل

3.3.1 معاشی ترقی میں معاون عوامل

معاشی ترقی کے عمل میں کئی عوامل سہولتیں پیدا کرتے ہیں جن کو معاشی ترقی کے معاون عوامل بھی کہتے ہیں۔ معاشی ترقی کا عمل چوں کہ طویل مدتی ہوتا ہے۔ اس لیے سہولت بخش عوامل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ معاشی ترقی کے معاون عوامل مندرجہ ذیل ہیں:

1. قدرتی وسائل:

قدرت کی جانب سے دیے گئے تمام وسائل کو قدرتی وسائل کہتے ہیں۔

ترقی پذیر معیشت کی ترقی میں قدرتی وسائل بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ حقیقت میں معاشی ترقی کا انحصار قدرتی وسائل پر ہوتا ہے۔ جن سے پوری طرح استفادہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قدرتی وسائل کے استعمال کے بغیر معاشی ترقی کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اگر حالات بدستور رہیں تو انسان گراں بار وسائل کے مقابلے میں حقیر وسائل سے بہت کم استفادہ اٹھاتا ہے۔ لہذا معاشی ترقی میں قدرتی وسائل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ یہی کیا جاتا ہے کہ ترقی پذیر معیشت قدرتی وسائل کے بنیاد زیادہ سے زیادہ ترقی حاصل کرتی ہے۔

2. تشکیل اصل یا اجتماع اصل:

معاشی ترقی کا سب سے اہم معاون تشکیل اصل ہے۔ اس سے مراد طبعی پیداوار کا ذخیرہ میں اضافہ سے لیا جاتا ہے۔ جس کی بدولت عمل پیدائش جاری رکھا جاتا ہے۔ اور پیداوار حاصل کی جاتی ہے۔ جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصل کے ذخیرہ میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کو تشکیل اصل کہا جاتا ہے۔ معاشی ترقی میں تشکیل اصل سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ معاشی ترقی تشکیل اصل کا راست عمل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہیکہ ہر ترقی پذیر معیشت اصل اور تشکیل اصل میں اضافہ کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ تا کہ تمام تر دولت اور وسائل سے بہتر طور پر استفادہ کیا جا سکے۔

3. تنظیم:

معاشی ترقی میں ایک اور اہم معاون عامل تنظیم ہے اس کا تعلق معاشی مصروفیات میں عاملین پیداور کے متوازن استعمال سے ہوتا ہے۔ حقیقت میں تنظیم اصل اور محنت کی کمی کو دور کرتی ہے۔ اور عاملین پیداور کی پیداواری میں اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح نہ صرف پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ تیزی سے معاشی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ معاشی ترقی کے عمل میں آجر کے رول کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آجرانہ صلاحیت پر ترقی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور جب تک آجر خطرہ مول نہیں لیتا ہے اس وقت تک ترقی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا معاشی ترقی میں تنظیم کو لازمی جز قرار دیا گیا ہے۔

4. ساختی تبدیلیاں:

یہ تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی بدولت روایتی طرز کا معاشرہ جدید اور صنعتی معاشرے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جس میں موجودہ اداروں کے ساجی طور طریق اور مقاصد میں زبردست تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح سب خیالی تبدیلیوں کے نتیجہ میں روزگار کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ اور محنت کی پیداواری میں تیزی سے اضافہ کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ ساختیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے معیشت کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔

5. فنی ترقی:

معاشی ترقی کے عمل میں بنیادی اہمیت فنی ترقی کو دی گئی ہے معیشت بغیر فنی ترقی کے کسی بھی قسم کی ترقی حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ دنیوی ترقی میں معاشی ترقی مضمر ہوتی ہے۔ دنیوی ترقی کا مطلب فنیات اور طریقہ پیدائش میں تبدیلیاں لیا جاتا ہے۔ جس سے نہ صرف پیداوار میں بلکہ معیشت میں ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جس میں تمام تر اصل کی مقدار کو عمل پیدائش میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور تیزی سے معاشی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

3.3.2 غیر معاشی عوامل

معاشی ترقی میں جہاں معاشی معاون عوامل موجود ہوتے ہیں۔ وہیں غیر معاشی عوامل بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ یعنی معاشی ترقی کے عمل میں چند غیر معاشی عوامل بھی شامل ہوتے ہیں۔

انسانی لیاقت اور قابلیت سماجی طور طریقہ سیاسی حالات اور تواریخ واقعات سے متعلق ہوتی ہے۔ حقیقت میں معاشی ترقی میں سماجی، تہذیبی، نفسیاتی، انسانی، سیاسی، مذہبی اور انتظامی صلاحیت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ لہذا معاشی ترقی میں معاشی عوامل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ان کی بدولت کم وقت میں زیادہ سے زیادہ ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔

4 خلاصہ

اس سبق میں ہم نے ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ دنیا کے تمام براعظموں میں ایشیاء سب سے بڑا براعظم ہے۔ جو کرہ ارض کا ایک تہائی حصہ پر محیط ہے۔ ہندوستان ایشیائی ملک ہے جاپان ترقی یافتہ ملک ہے اور ہندوستان ترقی پذیر ملک ہے۔

5 زائد معلومات

دنیا میں تقریباً 203 ممالک ہیں جن میں 183 ممالک ایسے ہیں جن پر مقتدر اعلیٰ جائزہ ہیں جب کہ 20 ممالک پر غیر مقتدر اعلیٰ فائز ہیں۔ 1989ء تک مقتدر اعلیٰ ممالک کی تعداد 171 تھی جب کہ Namibia مارچ 1990ء میں آزادی پائی اور 171 واں ملک بنا۔

1991ء میں USSR کے بکھرنے سے 15 جمہوریت ممالک وجود میں آنے سے ان کی تعداد 183 ء تک پہنچی ہے۔

ترقی پذیر ممالک کو اولمپک کھیلوں کو منعقد کرنے سے محروم کیا جاتا ہے۔ جب کہ ترقی یافتہ ممالک جیسے روس، امریکہ، فرانس، جرمنی، برطانیہ میں بار ہا منعقد ہوتے رہے۔ آخر کار چین اور جاپان کو بھی ایسے کھیلوں کو انعقاد کرنے کا موقع ملا۔

77 کا گروپ (The Group of 77): 1964ء میں 77 ممالک جو غیر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ممالک ہیں۔ UNO کی اجازت سے ایک گروپ تشکیل عمل میں لایا جس کی رو سے وہ ان ممالک میں ترقی کے لیے معاشی اصلاحات اور تدابیر سے ترقی کے منازل طے کرسکیں۔

7 کا گروہ (The Group of 7): G-7 ایسے ممالک ہیں جو دنیا کے متمول اور صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ اس گروپ کے اراکین یہ ہیں: ریاستہائے امریکہ، کناڈا، جاپان، جرمنی، فرانس، اٹلی اور برطانیہ شامل ہیں۔

G-7 ایک مخصوص میٹنگ پیرس میں منعقد ہوئی جس کا مقصد تیل کی قیمتوں میں غیر متوازن اتار چڑھاؤ جو کہ OPEC کی جانب سے ہو رہی تھی کا جائزہ لے سکیں۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی کے مطابق	انگریزی اصطلاح کا تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
Capital Formation	کیپٹل فارمیشن	تشکیل اصل	سرمایہ کاری کے نتیجہ میں اصل کے ذخیرہ میں ہونے والے اضافہ کو تشکیل اصل کہتے ہیں۔
Capital Output Ratio	کیپٹل آوٹ پٹ ریشیو	اصل پیداوار کا تناسب	شئے کی فی اکائی کی تیاری کے لیے درکار رقم کو اصل پیداوار کا تناسب کہتے ہیں۔
Developing	ڈیولپنگ	ترقی پذیری	جب کسی ملک میں معاشی ترقیاتی عمل جاری رہتا ہے تو اس ملک کو ترقی پذیر ملک کہتے ہیں
Infra Structure	انفرااسٹرکچر	بنیادی ساخت	ایسے تمام سہولیات جو ملک کی معاشی ترقی میں معاون بنتے ہیں۔ بنیادی ساخت کہتے ہیں جیسے سڑکیں، بجلی وغیرہ۔
Vicious Circle of Poverty	وشیس سرکل آف پاورٹی	غربی کا تباہ کن چکر	اس تصور کو پروفیسر نرکس نے پیش کیا۔ جس کی رو سے سرمایہ کاری میں کمی کے سبب معیشت میں غربت پیشا ہوتی ہے۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

معاشی نمو سے کیا مراد ہے؟

معاشی ترقی کسے کہتے ہیں؟

سماجی اصل کی مثالیں بیان کیجیے

تشکیل اصل میں کمی کا کیا سبب ہے؟

اجتماع اصل سے کیا مراد ہے؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 معاشی نمو اور معاشی ترقی کے درمیان فرق بیان کیجیے
2 ترقی یافتہ معیشتوں کے خصوصیات بیان کیجیے
3 ترقی پذیر ممالک کے خصوصیات بیان کیجیے
4 ملک کی معاشی ترقی میں کونسے عوامل معاون بنتے ہیں؟
5 ملک کی معاشی ترقی میں کونسے عوامل رکاوٹ بنتے ہیں؟

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 ہندوستان ایک.....................ملک ہے۔
2 جاپان کا شمار.....................ممالک میں کیا جاتا ہے۔
3 ملک کی قومی آمدنی کو جملہ آبادی سے تقسیم کرنے پر.....................حاصل ہوتی ہے۔
4 سرمایہ کاری سے مراد.....................ہے۔
5 اصل کے ذخیرہ میں اضافہ کے عمل کو.....................کہتے ہیں۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 ملک کی معاشی ترقی کی پیمائش کا عام پیمانہ کونسا ہوتا ہے: ( )

(a) معاشی فلاح (b) فی کس آمدنی
(c) قومی آمدنی (d) انسانی ترقی اشاریہ

2 ''غربت کا تباہ کن چکر'' اس اصطلاح کو کس نے پیش کیا؟ ( )

(a) آدم اسمتھ (b) مارشل
(c) رجنرنرکس (d) رابنس

3 اقوام متحدہ تنظیم کے ماہرین نے کونسی بنیاد پر ممالک کی درجہ بندی کی ہے؟ ( )

(a) قومی آمدنی (b) فی کس قومی آمدنی
(c) زندگی کا مادی معیاری اشاریہ (d) انسانی وسائل کی ترقی کا اشاریہ

4 ترقی یافتہ ممالک کونسے شعبہ کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے؟ (   )

(a) زراعت (b) صنعت

(c) جنگلات (d) خدمات

5 آج کے دور میں ملک کی معاشی ترقی کی پیمائش کے لیے کونسا پیمانہ استعمال کیا جاتا ہے؟ (   )

(a) قومی آمدنی (b) فی کس قومی آمدنی

(c) زندگی کا مادی معیاری اشاریہ (d) انسانی وسائل کی ترقی کا اشاریہ

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

A		B	
1	امرتیہ سین	a	مختتم مزدور کی پیداوار صفر
2	جے یم کینز	b	قدیم اور جدید شعبوں کی موجودگی
3	معاشی دوہریت	c	تعلیم وصحت پر سامایہ کاری
4	پوشیدہ بے روزگاری	d	نوبل انعام یافتہ
5	انسانی اصل	e	عموی نظریہ

سبق - 3

قومی آمدنی (National Income)

1 سبق کا خاکہ
2 تمہید
3 سبق کا متن
3.1 قومی آمدنی کے تصورات
3.1.1 خام قومی پیداوار
3.1.2 خالص قومی پیداوار
3.1.3 شخصی آمدنی
3.1.4 قومی آمدنی
3.1.5 ذاتی قابل خرچ آمدنی
3.1.6 خام علاقائی پیداوار
3.1.7 خالص علاقائی پیداوار
3.1.8 قومی آمدنی بلحاظ پیدائشی لاگت
3.2 فی کس آمدنی اور آبادی کے درمیان تعلقات
4 سبق کا خلاصہ
5 زائد معلومات
6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

سبق - 3
قومی آمدنی (National Income)

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ قومی آمدنی کے متعلق درجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ خام قومی پیداوار
+ خالص قومی پیداوار
+ شخص آمدنی
+ قومی آمدنی
+ ذاتی قابل منتقل آمدنی
+ خام علاقائی پیداوار
+ قومی آمدنی بلحاظ پیدائش لاگت
+ فی کس آمدنی اور آبادی کے درمیان تعلق

2 تمہید

گزشتہ سبق میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ معاشیات کے مطالعہ کا مقصد معاشی نظام اور معاشی مسائل کو سمجھنا اور انہیں حل کرنے کے لیے عملی اقدامات تجویز کرنا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ انسان کی ضروریات بے شمار ہیں۔ لیکن ذرائع محدود۔ اس لیے وہ ہر دم اسی الجھن میں گرفتار رہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اپنے ذرائع کا بھرپور اور بہتر استعمال کر کے اپنی آمدنی بڑھائی جائے تا کہ اپنی ضروریات کو پورا کر کے ایک خوش حال، پرسکون اور پر آسائش زندگی بسر کر سکے۔

قومی پیداوار یا قومی آمدنی کو بڑھایا جائے تو ملک پہلے سے خوش حال ہو جائے گا لیکن اگر محض اشیاء کی پیداوار میں اضافہ پر ہی اکتفا کیا جائے تو بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اگر ہم اشیاء کی پیداوار بڑھا کر ان کے انبار لگا دیں اور صرف چند خوش قسمت افراد اس کے بیش تر حصہ کے مالک بن بیٹھیں تو عوام کے لیے یہ اضافہ بالکل بے معنی ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ قومی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس کی تقسیم بھی منصفانہ اصول پر کی جائے۔

چنانچہ ماہرین معاشیات اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ کس طرح کی قوم کی آمدنی بڑھائی جا سکتی ہے تا کہ وہاں سے غربت ختم کی جائے۔ بیماری اور جہالت کو نیست و نابود کیا جائے اور عام لوگوں کو خوش حال اور پر آسائش زندگی کا پیغام سنایا جا سکے۔

3 سبق کا متن

3.1 قومی آمدنی کی تعریف

قومی آمدنی کی تعریف دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔

اول تو ہم اس کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ قومی دولت، ان تمام اشیاء اور خدمات کا مجموعہ ہے۔ جو کسی ملک کے شہری کسی خاص مدت (عام طور پر ایک سال میں) پیدا کرتے ہیں۔ یہ آخری پیداوار کا مجموعہ ہوتا ہے۔

دیگر الفاظ میں، قومی آمدنی سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں۔ جو کسی ملک میں ایک سال کی مدت میں پیداوار ہوتی ہیں۔ مثلاً لوہا، کوئلہ، تیل، گیس وغیرہ) مصنوعات (مثلاً کپڑا، ادویات، اوزار وغیرہ) لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ملک میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس قسم کی چیزیں پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ صرف کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں یا خدمت انجام دیتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر، وکیل، انجنئر، استاد، جج، کلرک، افسر وغیرہ۔ یہ سب لوگ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کی کوئی نہ کوئی ضرورت پوری کرتے ہیں اس لیے ان لوگوں کی مہیا کردہ خدمت کو بھی قومی آمدنی میں شمار کیا جاتا ہے اور سال بھر میں یہ جتنی مالیت کا کام کرتے ہیں اسے ایک سال میں پیدا ہونے والی عام اشیاء کی مالیت میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مجموعے سے کل قومی آمدنی محسوب ہوتی ہے۔ چنانچہ قومی آمدنی سے مراد وہ تمام اشیاء و خدمات کی مجموعی مالیت ہے جو کسی ملک میں ایک سال میں پیدا ہوتی ہے۔

پروفیسر الفریڈ مارشل قومی آمدنی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''کسی ملک کے لوگ اپنے سرمائے یعنی مشینوں اور کارخانوں کی مدد سے وہاں کے قدرتی وسائل (مثلاً زمین، جنگلات، معدنیات وغیرہ) سے کام لے کر ہر سال اشیاء و خدمات کی ایک خاص مقدار پیدا کرتے ہیں، یہ اس قوم کی آمدنی ہے''۔

قومی آمدنی کی تعریف کا دوسرا طریقہ ہے کہ:

قومی آمدنی کو ایک خاص مدت میں مختلف عاملین پیدائش کو ہونے والی آمدنی کا مجموعہ قرار دیا جائے۔ یعنی زمین کے مالکوں، مزدوروں، اصل کے مالکوں اور آجرین کی آمدنی کا مجموعہ، اس کو عاملین پیدائش کی ادائگیوں کا مجموعہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس مجموعہ سے مراد لگان، اجرتیں، سود اور منافع کا کل بھی ہے۔

قومی آمدنی کا صحیح مفہوم جاننے کے لیے ضروری ہے کہ قومی آمدنی کے مختلف تصورات کا مطالعہ کیا جائے۔

3.1 قومی آمدنی کے مختلف تصورات

جدید معاشی نظریات میں قومی آمدنی کے مطالعہ کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ کیوں کہ عہد حاضر میں تمام حکومتیں اس مقصد کے لیے کوشش کر رہی ہیں کہ ان کے عوام خوش حال ہوں اور ان کا معیار زندگی بلند ہو۔ لیکن یہ مقصد صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ ملک کی قومی آمدنی زیادہ ہو جائے۔ چنانچہ اس چیز کے پیش نظر ہم اس سبق میں قومی آمدنی کے مختلف تصورات پر ذرا تفصیل سے بحث کریں گے۔ قومی آمدنی کو مختلف صورتوں میں مختلف نام دیے جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کی وضاحت کرتے ہیں۔

1 خام قومی پیداوار Gross National Product (GNP)

2 خالص قومی پیداوار Net National Product (NNP)

3 قومی آمدنی National Income (NI)

4 شخصی آمدنی Personal Income (PI)

5 ذاتی قابل خرچ آمدنی Personal Disposable Income (PDI)

3.3.1 خام قومی پیداوار

خام قومی پیداوار سے مراد سال بھر میں پیدا شدہ اشیاء و خدمات کی مجموعی مالیت ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ مختلف اشیاء کی پیمائش کے پیمانے الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی مقدار کا مجموعہ حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ مالیت کا مجموعہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً 20 لاکھ ٹن گیہوں، 60 کروڑ میٹر کپڑا 500 گھنٹے ڈاکٹری مشورے آپس میں جمع نہیں کیے جا سکتے۔ اس لیے ان کی مالیت زر میں محسوب کر کے جمع کی جاتی ہے اور مجموعی مالیت خام قومی پیداوار کہلاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیدا شدہ اشیاء کو جمع کرتے وقت کسی شئے کو ایک سے زیادہ مرتبہ نہیں گننا چاہیے۔ اس خطرہ سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر شئے کی مالیت اس وقت معلوم کی جائے جب وہ تیار شدہ حالت میں موجود ہو۔ مثلاً کپاس کے بجائے کپڑے کی مالیت لی جائے، لکڑی کے بجائے فرنیچر کی مالیت لی جائے وغیرہ۔

خام قومی پیداوار کی مالیت معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل رقومات جمع کر لی جائیں:

(i) روزمرہ ضرورت کی چیزوں پر عام لوگوں کا خرچ

(ii) روزمرہ ضرورت کی چیزوں پر حکومت کا خرچ

(iii) ملکی سرمایہ کاری یعنی وہ رقم جو لوگ ملک کے اندر نئے کارخانوں، نئے پراجکٹوں اور نئی ترقیاتی اسکیموں پر خرچ کرتے ہیں۔

(iv) غیر ملکی سرمایہ کاری یعنی وہ رقم جو یہاں کے لوگ دوسرے ملکوں میں کاروباری منصوبوں پر خرچ کرتے ہیں۔

کسی ملک کی قومی آمدنی کا "خام قومی پیداوار" کی شکل میں تخمینہ لگانے سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

قلیل عرصہ میں قومی آمدنی کا اندازہ لگانے کے لیے خام قومی پیداوار کا حساب ہی زیادہ مفید رہتا ہے کیوں کہ تھوڑے عرصہ میں سرمایہ اور مشینوں کی ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوتی۔

اس سے ملک میں پیدا شدہ تمام چیزوں کی قیمت فروخت معلوم ہو جاتی ہے۔ گویا پتہ چل جاتا ہے کہ عام صارفین نے اپنی حاجات پر کاروباری اداروں نے سرمایہ کاری پر اور حکومت نے اپنی ضروریات پر کل کیا خرچ کیا ہے۔

اس کی مدد سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ملک میں کل قوت خرید کیا ہے اور اسے گھٹانے اور بڑھانے کے لیے آمدنی کا یہ تصور بہت مدد دیتا ہے۔

$$GNP = C + I + G + (X - M)$$

C	=	Consumption
I	=	Investment
G	=	Govt. Expenditure
X	=	Export
M	=	Import

3.1.2 خالص قومی پیداوار

خام قومی پیداوار (GNP) میں سے فرسودگی (Depreciation) کی رقم منہا کر دی جائے تو خالص قومی پیداوار حاصل ہو جاتی ہے۔

اور اگر تمام عاملین پیدائش (یعنی زمین، محنت، سرمایہ، تنظیم) کی آمدنیوں کو جمع کیا جائے تو اس سے بھی خالص قومی پیداوار کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

لیکن خالص قومی پیداوار اور آمدنیوں کے مجموعے میں ایک خفیف سا فرق ہے وہ یہ کہ ملک میں پیدا شدہ اشیاء جب بازار میں فروخت ہوتی ہیں تو قیمت فروخت میں مختلف بالواسطہ ٹیکس بھی شامل ہوتے ہیں۔ جو کارخانہ دار اور تاجر حکومت کو ادا کرتے ہیں۔ مثلاً ایکسائز ٹیکس، سیلز ٹیکس وغیرہ۔

اس لیے عاملین پیدائش کا معاوضہ قومی پیداوار منفی بالواسطہ ٹیکسوں کے برابر ہوتا ہے۔

لہٰذا درذیل مساوات کے ذریعہ خالص قومی پیداوار معلوم ہوگی:

خالص قومی پیداوار = خام قومی پیداوار - فرسودگی

یا

قومی آمدنی بصورت ادائیگی عوام = خام قومی پیداوار - بالواسطہ ٹیکس

3.1.3 شخصی آمدنی

اس سے مراد وہ رقم ہے جو مختلف افراد الگ الگ حاصل کرتے ہیں۔ ملک کے تمام لوگوں کی شخصی آمدنی کے مجموعے اور قومی آمدنی (بصورت مجموعہ آمدنی عاملین) میں دو باتوں کا فرق ہے۔

i) شخصی آمدنی میں ''انتقالی ادائیگیاں'' بھی شامل ہوتی ہیں۔ جو کسی کام یا محنت کا معاوضہ نہیں ہوتیں۔ مثلاً وظیفہ، بھیک، تحفہ، نذر و نیاز، زکوٰۃ وغیرہ۔ کیوں کہ یہ چیزیں جس کسی کو بھی ملیں اس کی ذاتی آمدنی اس قدر بڑھ جاتی ہے لیکن قومی آمدنی میں یہ شمار نہیں کی جاتیں۔ کیوں کہ یہ پہلے کسی نہ کسی شکل میں گنی جا چکی ہوتی ہے۔

ii) شخصی آمدنی میں بعض رقوم شامل نہیں ہوتیں۔ مثلاً جائنٹ اسٹاک کمپنیوں کا وہ منافع جو حصہ داروں میں تقسیم نہ کیا گیا ہو۔ منافع اور انجمنوں کے منافع ٹیکس وغیرہ حالاں کہ قومی آمدنی میں یہ شمار کیے جاتے ہیں۔ شخصی آمدنی میں واجب الادا براہ راست ٹیکس شامل ہوتے ہیں مثلاً انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس وغیرہ

3.1.5 ذاتی قابل منتقل آمدنی

اس سے مراد کسی شخص کی وہ آمدنی ہے جو براہ راست ٹیکس (مثلاً انکم ٹیکس) ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بچ رہتی ہے۔ اور اسے وہ جس طرح چاہے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اور مرضی کے مطابق خرچ کرسکتا ہے۔ گویا اس کی معادات یہ ہے۔

ذاتی قابل منتقل آمدنی = شخصی آمدنی - براہ رسات ٹیکس

ذاتی قابل انتقال آمدنی کا مجموعہ ہمیں بڑی مفید معلومات بہم پہنچاتا ہے مثلاً جب ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ لوگ اپنی آمدنیوں کا کتنا حصہ صرف کرتے اور کتنا پس انداز کرتے ہیں۔ قابل انتقال آمدنی کا بیش تر حصہ لوگ اپنی روزمرہ ضروریات پر خرچ کر دیتے ہیں اور باقی بچالیتے ہیں۔ اس لیے مساوات یوں ہوگی۔

ذاتی قابل منتقل آمدنی = صرفی خرچ + بچت

خام علاقائی پیداوار:

ایک سال کے عرصہ میں کسی ملک کے جغرافیائی حدود میں پیدا ہونے والی تمام آخری اشیاء اور خدمات کی مجموعی مالیت کو خام علاقائی پیداوار کہتے ہیں۔

خام علاقائی پیداوار = <u>صرف + سرمایہ کار + حکومتی اخراجات</u>

Gross Domestic Product = Consumption + INvestment + Govt. expenditure

خالص علاقائی پیداوار:

خام علاقائی پیداوار میں سے فرسودگی کے اخراجات کو منہا کرنے سے خالص علاقائی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ مشین کے

مستقل استعمال کرنے سے اس کے پرزہ گھس جاتے ہیں یا ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اسے فرسودگی کہتے ہیں۔

خالص علاقائی پیداوار = خام قومی پیداوار - فرسودگی کے اخراجات

Net Domestic Product = Gross Domestic Product - Depreciation

قومی آمدنی بلحاظ پیدائشی لاگت:

ایک سال کے عرصہ میں کسی ملک میں اشیاء کی پیدائش کے لیے پیدائشی عوامل کی خدمات کے مجموعہ معاوضہ کو قومی آمدنی بلحاظ پیدائشی لاگت کہا جاتا ہے۔

قومی آمدنی بلحاظ پیدائشی لاگت اور مارکٹ قیمتوں پر قومی آمدنی میں فرق اس لیے پایا جاتا ہے کہ اشیاء کی قیمتوں میں بالواسطہ محاصل بھی شامل رہتے ہیں۔

اسی طرح پیدائشی لاگت میں کچھ حصہ حکومتی امداد کا بھی شامل رہتا ہے جو عموماً کمزور صنعتوں کو فروغ دینے کے لیے حکومت دیتی ہے۔ ایسی صورت میں مارکٹ قیمتوں میں اس امداد کی رقم کو بھی شامل کیا جائے تو پیداوار کی لاگت معلوم کی جا سکتی ہے۔

قومی آمدنی بلحاظ پیدائشی لاگت = خالص قومی پیداور - بالواسطہ محاصل + امدادی رقومات

National Income at Factor Cost = Net National Product - Indirect Taxes + Subsidy

3.2 فی کس آمدنی اور آبادی کے درمیان تعلقات

کسی علاقہ میں مستقل طور پر رہنے والے افراد کی تعداد کو آبادی کہتے ہیں۔ آبادی کا وہ تناسب جو دولت کی پیدائش میں موثر طور پر حصہ لیتی ہے۔ کارگزار آبادی Working Population کہتے ہیں۔ عام طور پر ان کی عمر 15 اور 60 سال کے درمیان پائی جاتی ہے۔ آدمیوں کی گنتی کو مردم شماری Census کہتے ہیں۔ ہندوستان میں کل ہند سطح پر پہلی مرتبہ مردم شماری کا کام 1872ء میں کیا گیا۔ اور اس کے بعد 1881ء میں مردم شماری باقاعدہ طور پر کی گئی۔ یہیں سے ہر دس سال میں ایک مرتبہ مردم شماری پابندی سے کی جارہی ہے۔

جب کسی ملک کی قومی آمدنی کو جملہ آبادی سے تقسیم کیا جاتا ہے تو فی کس آمدنی Per Capita Income حاصل ہوتی ہے۔

فی کس آمدنی = قومی آمدنی

جملہ آبادی

مثال: فی کس آمدنی جاریہ قیمتوں پر

2001 - 2000 میں = 1679982 کروڑ روپے

102.70 کروڑ

مندرجہ بالا مثال میں 94-1993ء جاریہ قیمتوں پر قومی آمدنی کے اعداد لئے گئے ہیں۔ اور اسے حالیہ مردم شماری 2001ء کی تعداد سے تقسیم کرنے پر فی کس آمدنی حاصل ہوئی ہے۔

ذیل کے جدول میں قومی آمدنی اور جملہ آبادی کے درمیان تعلق پیش کیا گیا ہے۔

جدول 3.1

مردم شماری سال	آبادی (کروڑ میں)	قومی آمدنی جاریہ قیمتوں پر	قومی آمدنی 94-1993 قیمتوں پر
1951	36.10	9142	132367
1961	43.91	15204	192235
1971	54.82	33421	241234
1981	68.52	118236	363417
1991	84.63	450145	614206
2001	102.70	1679982	1044915

مندرجہ بالا جدول میں یہ بتایا گیا کہ آبادی بڑھنے کی رفتار قومی آمدنی اضافہ کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں فی کس آمدنی میں کمی ہوتی ہے۔ 51-1950ء میں جاریہ قیمتوں پر فی کس آمدنی کو ذیل کے جدول میں پیش کیا گیا ہے۔

جدول 3.2

سال	آبادی (کروڑ میں)	فی کس آمدنی جاریہ قیمتوں پر
1950-51	36.10	245.5 روپے
1960-61	43.91	305.6 "
1970-71	54.82	632.8 "
1990-91	84.63	5365.3 "
2000-01	102.70	16486.6 "

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آمدنی میں فی کس اضافہ بتدریج ہوا ہے لیکن یہ اضافہ معیار زندگی میں اضافہ کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے ہوا ہے۔

مرکزی شماریات کی تنظیم 94-1993ء Series کے تحت مختلف منصوبوں میں آبادی اور فی کس آمدنی کے درمیان تفصیلی

تقابل کیا ہے۔ان اعداد و شمار کے مطابق 51-1950ء میں 94-1993ء کے قیمتوں کی بنیاد پر فی کس خالص قومی پیداوار 3687.1 روپے تھی جو 01-2000ء میں 10254.3 روپے ہوئی۔گزشتہ 50 سال کے عرصہ میں فی کس خالص قومی پیداوار میں سالانہ 2.1 فی صد کی شرح سے اضافہ ہوا لیکن آبادی میں گزشتہ 50 سال کے عرصہ میں سالانہ 2.4 فی صد کی شرح سے اضافہ ہوا۔ جو فی کس آمدنی کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ ہے۔

اس طرح سے ہماری منصوبہ بندی کوشش سے حاصل ہونے والا ثمر بڑھتی ہوئی آبادی کی نظر ہوتا جا رہا ہے۔

فی کس آمدنی کے ذریعہ ایک عام آدمی کی معیار زندگی کو جانچا جاتا ہے۔ ہندوستان میں فی کس آمدنی میں بڑھنے کا رجحان نہایت سست رفتار سے عمل میں آیا ہے جو عوام کی پست معیار زندگی کی نشاندہی کرتا ہے۔

جدید ماہرین معاشیات آج کل آبادی کی مقدار اور ملک کی پیداواری اہلیت کے تعلق پر زیادہ تفصیل سے غور کرتے ہیں۔ اب اس نظریہ پر یقین بڑھتا جا رہا ہے کہ ایک خاص وقت پر ایک ملک کی انسب یعنی سناسب ترین Optimum آبادی کی حد مقرر ہوتی ہے۔

انسب Optimum آبادی سے مراد وہ آبادی ہے جس کی موجودگی میں اشیاء اور خدمات کی بیش ترین حقیقی فی کس آمدنی میسر آئے۔انسب Optimum تعداد سے آبادی کے اضافہ یا کمی کے باعث برادری کی حقیقی آمدنی میں بھی کمی واقع ہو جائے گی۔

فرض کیا جائے کہ کسی ملک میں قدرتی وسائل کا ایک خاص اسٹاک موجود ہے۔خاص قسم کی پیداواری تکنیک موجود ہے۔اور ملک کے اصل کا ایک خاص حصہ ان پر استعمال کیا جاتا ہے تو آبادی کی ایک مقررہ تعداد ہی اس سے زیادہ سے زیادہ حقیقی فی کس آمدنی حاصل کر سکے گی۔اگر آبادی بہت مختصر ہے تو مختلف کاریگروں کو خاص خاص نوعیت کے کام تقسیم کرنے کے بہت کم مواقع ہوں گے تقسیم عمل کے رجحان کو پورے طور پر کارفرما ہونے کا موقع دینے کے لیے آبادی کی تعداد میں کافی اضافہ ضروری ہے۔آبادی جس قدر بڑی ہوگی۔مختلف اشیاء کی فروخت کے لیے اسی قدر مواقع موجود ہوں گے۔اور بہتر طریقے پر تقسیم عمل اور زیادہ پیداوار کی گنجائش موجود رہے گی۔

انسب یعنی مناسب ترین (Optimum) آبادی کا نقطہ اس وقت آتا ہے۔جب فی کس آمدنی زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔جس طرح کسی فرم میں زمین،محنت،اصل اور تنظیم کے بہترین اشتراک سے زیادہ سے زیادہ منافع اور فی مزدور زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل ہوتی ہے۔اس طرح ہر ملک میں زندگی کی ایک مخصوص مقدار اور صنعت کی مخصوص حالت اور ترقی کے ساتھ محنت کی ایک خاص رسد (یعنی آبادی) زیادہ سے زیادہ قومی دولت پیدا کر سکتی ہے۔یعنی مناسب ترین حد پر پہنچا سکتی ہے۔ جہاں کل آبادی کے لیے فی کس آمدنی بیش ترین ہو جاتی ہے۔ہم نے جس فرم کی مثال سامنے رکھی ہے اس میں مزدوروں کی تعداد میں کمی یا اضافہ سے پیداوار کی زیادہ سے زیادہ مقدار میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔اسی طرح ایک ملک میں بھی دوسرے عناصر کی حالت کو یکساں تصور کرتے ہوئے آبادی کی ایسی حد ہوتی ہے جس میں کمی یا اضافہ سے فی کس آمدنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

ایک بات توجہ کے قابل ہے اور وہ یہ کہ انسب یعنی مناسب ترین (Optimum) کا نقطہ معین اور مقرر نہیں ہے۔ کیوں کہ جیسا کہ ہم نے اوپر فرض کرلیا ہے دوسرے حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے۔ ہم ایک متحرک سوسائٹی میں رہتے ہیں۔ مل (Mill) نے یہ غلطی کی تھی کہ اس نے فرض کرلیا تھا کہ ایک مقررہ خطہ زمین کے لیے آبادی کی مناسب ترین حد ہمیشہ ہمیشہ یکساں ہی رہتی ہے۔ زراعت اور صنعت کے میدان میں ترقی اور نئی ایجادات اور اختراعات کے ساتھ آبادی کے انسب (مناسب ترین) (Optimum) نقطہ بھی بدلتا رہتا ہے۔ یعنی آبادی کی وہ حد ترقی، ایجادات اور اختراعات کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ فی کس آمدنی کے لیے موزوں ہے۔ اس لیے انسب (Optimum) وہ نقطہ ہے جو مقرر نہیں بلکہ بدلتا رہتا ہے۔

انسب (Optimum) کا نظریہ یوں اہم ہے کہ اس کی بدولت ہم آبادی میں اضافہ کے صحیح اثرات کو سمجھ سکتے ہیں۔ مالتھس کے نظریہ کے ماننے والے آبادی کے اضافہ کو ہمیشہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن انسب (Optimum) آبادی کے نظریہ کی وجہ سے ہم اس پورے مسئلہ پر صحیح طور پر غور کر سکتے ہیں۔ اگر اصل آبادی انسب (Optimum) سے کم ہے۔ تو آبادی میں اضافے سے فی کس آمدنی بڑھے گی۔ گویا آبادی میں اضافہ سودمند ثابت ہوگا۔ اس کی وجہ سے معاشی تعاون کے بہتر مواقع فراہم ہوں گے اور ہم کاری گروں کی خاص مہارت اور بڑے پیمانہ پر پیداوار کی معیشت سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

4 سبق کا خلاصہ

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو گئے ہیں کہ ملک کی قومی آمدنی کا تخمینہ کرسکیں۔ قومی آمدنی کے ذریعہ ملک کی خوشحالی کا اندازہ ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں قومی آمدنی کا تخمینہ مرکزی شماریات تنظیم کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ تنظیم ہر سال سروے کرکے اعداد وشمار کی مدد سے علاقائی ترقی کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی علاقہ پسماندہ ہو تو حکومتی اقدامات کے ذریعہ سے اس کی پسماندگی کو بھی دور کیا جاسکتا ہے۔ ہندوستان گزشتہ 50 سال کے عرصہ میں قومی آمدنی میں سالانہ 4.3 فی صد کی شرح سے اضافہ ہوا لیکن فی کس آمدنی میں صرف 2.1 فی صد کی سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا۔

ان دونوں میں تفاوت کا سبب آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہے۔

5 زائد معلومات

ہندوستان میں آزادی سے قبل پہلی مرتبہ قومی آمدنی کا تخمینہ دادا بھائی نارو جی نے کیا۔ ان کے مطابق 32-1931ء میں فی کس آمدنی صرف 65 روپے تھی اور 43-1942ء میں 114 روپے۔ اس زمانہ میں اکثر تخمینہ مختلف مفروضات پر مبنی تھی اور ان کے لیے کوئی سائنٹفک بنیاد نہیں تھی۔ اس لیے وہ پوری طرح درست قرار نہیں دیے جاسکتے۔

آزادی کے بعد حکومت ہند نے 1949ء میں قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی کا تقرر کیا جس کے صدر نشین پروفیسر مہالانوبس تھے۔
1950ء میں یہ کمیٹی کو تحلیل کر دیا گیا اور قومی آمدنی تخمینہ کا کام باقاعدہ مرکزی شماریات کی تنظیم کے سپرد کیا گیا۔

قومی سیمپل سروے تنظیم (NSSO) 1950ء میں قائم کی گئی جس کا کام قومی آمدنی اور متعلقہ اعداد و شمار بالخصوص معیشت کے غیر منظم شعبوں کے بارے میں اندازہ لگانے، منصوبہ بنانے اور حکمت عملی تیار کرنے کے لیے جامع سروے کرنا ہے۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی کے مطابق	انگریزی اصطلاح کا تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
Optimum Population	آپٹی مم پاپولیشن	انسب آبادی (انسب بہ معنی مناسب ترین)	اس نظریہ کو ڈاکٹر ایڈون کینان نے پیش کیا۔ اس نظریہ کے مطابق کوئی ملک کثرت آبادی، متناسب آبادی یا قلت عملی کا ملک اس وقت کہلائے گا جب کہ اس ملک میں پائے جانے والے قدرتی وسائل آبادی کے تناسب سے کم متناسب یا زیادہ ہوں جس کے نتیجہ میں وہاں کے لوگوں کی فی کس آمدنی کم متناسب یا زیادہ ہوگی۔
National Income	نیشنل انکم	قومی آمدنی	ملک میں رہنے والے شہریوں کی مجموعی آمدنی۔
National Output قومی پیداوار	نیشنل آؤٹ پٹ	قومی پیداوار	ملک میں رہنے والے شہریوں کی معاشی سرگرمیوں کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی مجموعی پیداوار کہلاتی ہے۔
Social Accounting	سوشل اکاونٹنگ	سماجی حساب و کتاب	اس تصور کو Richard Stone نے پیش کیا۔ جس کی رو سے تمام شعبوں کی مجموعی آمدنی مالیت کو سماجی حساب و کتاب کہتے ہیں۔
Double Counting	ڈبل کاونٹنگ	دوہری گنتی	قومی آمدنی کے تخمینہ کے دوران اگر ایک شئے کی مالیت کی گنتی دوبارہ لے جائے تو اسے دوہری گنتی کہتے ہیں۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 قومی آمدنی سے کیا مراد ہے؟

2 خام علاقائی پیداوار کسے کہتے ہیں؟

3 خالص علاقائی پیداوار کسے کہتے ہیں؟

4 فی کس آمدنی کیسے معلوم کی جاتی ہے؟

5 قومی آمدنی کا تخمینہ سرکاری سطح پر کون کرتے ہیں؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 قومی آمدنی کے مختلف تصورات بیان کیجیے۔

2 قومی آمدنی کی اہمیت ظاہر کیجیے

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی..........................سال میں قائم کی گئی۔

2 مرکزی شماریاتی تنظیم..........................سال میں قائم کی گئی۔

3 CSO سے مراد.......................... ہے۔

4 خام قومی پیداوار میں سے فرسودگی کے اخراجات منہا کردینے سے..........................۔

5 شخصی آمدنی سے مراد.......................... ہے۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

قومی آمدنی کو تخمینہ کرنے کے لیے حکومت نے کونسا ادارہ قائم کیا: (   )

(a) محکمہ اعداد و شمار (b) محکمہ منصوبہ بندی

(c) مرکزی شماریاتی تنظیم (d) فلاح و بہبود

2 پیدائشی لاگت پر خالص قومی پیداوار کو اور کیا کہا جاتا ہے: ( )

(a) قومی آمدنی (b) فی کس آمدنی

(c) شخصی آمدنی (d) قابل خرچ آمدنی

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

A		B	
1	دادا بھائی نوروجی	a	وزیر خارجہ
2	چدمبرم	b	وزیر مالیہ
3	ڈاکٹر منموہن سنگھ	c	پہلے ماہر شماریات
4	جسونت سنگھ	d	معاشی آزادی پالیسی
5	یشونت سنہا	e	سابقہ گورنر RBI

سبق - 4

ہندوستان کی قومی آمدنی

(National Income of India)

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 قومی آمدنی کی تعریف

3.2 قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں فرق

3.3 قومی آمدنی کی پیمائش کے طریقے

3.4 قومی آمدنی کے تخمینہ کی تحدیدات

3.5 قومی آمدنی کے تخمینہ کی اہمیت

3.6 فی کس آمدنی اور قومی آمدنی کے اضافہ کی شرح

3.7 افراط زر اور حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑیاں ملائیے

سبق - 4

ہندوستان کی قومی آمدنی (National Income of India)

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ ہندوستان کی قومی آمدنی کے متعلق درجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ قومی آمدنی کی تعریف
+ قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں فرق
+ قومی آمدنی کی پیائش کے طریقے
+ قومی آمدنی کے تخمینہ کی تحدیدات
+ قومی آمدنی کے تخمینہ کی اہمیت
+ فی کس آمدنی اور قومی آمدنی کے اضافہ کی شرح
+ افراط زر اور حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے قومی آمدنی کے تصورات کے ساتھ ساتھ فی کس آمدنی اور آبادی کے درمیان تعلق کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اب اس سبق میں ہندوستان کی قومی آمدنی، اس کی تعریف، اس کی پیائش کے طریقے، اس کا تخمینہ اور اہمیت اور اضافہ کی شرح سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 قومی آمدنی کی تعریف

معیشت کے آخری اشیا اور خدمات کے سالانہ بہاؤ کی زرعی قدر کو قومی آمدنی (National Income) کہتے ہیں۔
اسے قومی منافع (National Dividend) بھی کہتے ہیں۔
قومی آمدنی سے بحث کرتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ دولت ذخیرہ (Stock) اور آمدنی کے تخمینہ کے وقت یا عرص اور

مقدار کا تعین کر دیا جائے تو دونوں تصورات میں فرق قائم ہو جاتا ہے۔ جیسے چاول کی مقدار پیداوار 100 ملین ٹن فی سال، کپڑے کی مقدار 10 لاکھ میٹر فی ہفتہ وغیرہ تو یہ صورتحال بہاؤ (Flow) کہلاتی ہے۔ ورنہ اگر عرصہ کا تعین نہ کیا جائے بلکہ صرف مقدار پیداوار بتائی جائے تو وہ ذخیرہ (Stock) کہلاتی ہے۔

قومی آمدنی کا تعلق کا بہاؤ سے ہوتا ہے اور قومی دولت کا تعلق ذخیرہ سے ہوتا ہے۔

پیدائش ایک ایسا مسلسل عمل ہے جس کے ذریعہ مجموعی ذخیرہ (Stock) میں اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ساتھ ساتھ صرف کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے ذخیرہ میں کمی آتی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اشیاء یا خدمات پیدا کی جاتی ہے اور خرچ کی جاتی ہے۔ پیدائش کی شرح اور صرف کی شرح کا فرق حقیقی اجتماع (Real Accumulation) کہلاتا ہے۔ فرق کی یہی وہ شرح ہے جس سے + ذخیرہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

فی کس آمدنی کا مفہوم:

کسی ملک کی قومی آمدنی کی جملہ آبادی سے تقسیم کرنے پر فی کس قومی آمدنی (Per Capita National Income) حاصل ہوتی ہے۔

$$\text{فی کس قومی آمدنی} = \frac{\text{قومی آمدنی}}{\text{جملہ آبادی}}$$

3.2 قومی آمدنی اور فی کس قومی آمدنی میں فرق

	قومی آمدنی		فی کس آمدنی
.1	تمام پیداکنندوں کے حقیقی پیداوار کو قومی آمدنی میں شامل کیا جاتا ہے۔	.1	کسی فرد کے مختلف ذرائع آمدنی کو فی کس آمدنی کہتے ہیں۔
.2	مختلف عوامل پیدائش کے باہمی تعاون کا نتیجہ قومی آمدنی کہلاتا ہے۔	.2	انفرادی کوششوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رقم فی کس ہے۔
.3	یہ مجموعی آمدنی ہوتی ہے۔	.3	یہ اوسط آمدنی ہوتی ہے۔
.4	ملک کی قومی آمدنی کا تخمینہ کرنے کے لیے فی کس آمدنی کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے۔	.4	فی کس آمدنی، قومی آمدنی کا ایک حصہ ہوتی ہے۔

آزادی سے قبل قومی آمدنی کی پیائش:

برطانوی دور میں سرکاری سطح پر قومی آمدنی کا تخمینہ کرنے کے لیے کوئی تنظیم یا ادارہ موجود نہیں تھا۔ خانگی سطح پر قومی آمدنی کے تخمینہ کے کام ہوا ہے جن میں دادابھائی نوروجی (1868)، فنڈلے شراز، ڈاکٹر وی کے۔ آر۔ وی۔ راؤ اور آر۔ سی۔ ویساہ کے تخمینے مشہور ہیں۔

آزادی کے بعد قومی آمدنی کا تخمینہ:

آزادی کے بعد قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی (National Income Estimate Commiittee) کا اگست 1949ء میں تقرر کیا گیا۔ اس کمیٹی کے چیرمن پروفیسر پی۔سی۔ مہالانوبس تھے اور ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ اور ڈی۔ آر۔ گیڈگل قومی آمدنی تخمینہ کمیٹے کے اراکین تھے۔ یہ کمیٹی دو رپورٹس شائع کیے۔ پہلی رپورٹ 1951ء میں اور دوسری جامع رپورٹ 1954ء میں شائع کیے۔ حکومت ہند نے اس کمیٹی کو تحلیل کر کے 1954ء میں مرکزی شماریاتی تنظیم Central Satistical Organisation قائم کی جو ہر سال قومی آمدنی تخمینہ کی تیاری کا کام کرتی ہے۔ ذیل میں قومی آمدنی تخمینہ کے طریقوں کو پیش کیا گیا ہے۔

3.3 قومی آمدنی کے تخمینہ کے طریقے

قومی آمدنی کو تین طریقوں سے معلوم کیا جاتا ہے:

1 ایک سال کی مدت میں تیار کردہ اشیاء اور خدمات کی مجموعی مالیت۔

2 ایک سال کی مدت میں ہونے والی آمدنیوں کا مجموعہ۔

3 ایک سال کی مدت میں اخراجات کا مجموعہ۔

پہلے طریقہ کو طریقہ پیداوار، دوسرے طریقہ کو طریقہ آمدنی اور تیسرے طریقہ کو طریقہ اخراجات کہتے ہیں۔ ہندوستان میں طریقہ آمدنی اور طریقہ پیداوار رائج ہے۔ قومی آمدنی کی پیائش کے دوران درج ذیل مشکلات حائل ہوتی ہیں۔

3.4 قومی آمدنی کے تخمینہ کی تحدیدات:

.1 غیر مالیاتی شعبہ کی پیداوار:

معیشت میں اشیاء و خدمات کی تیاری سال بھر جاری رہتی ہے ان اشیاء کی بڑی مقدار تبادلہ کے لیے بازار میں لائی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں آمدنی حاصل ہوتی ہے اگر معیشت کا ایسا شعبہ پیداوار حاصل کرے جب غیر مالیاتی رہے تو ایسی صورت میں قومی آمدنی کے تخمینوں میں دقت پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر زرعی معیشت میں جہاں زراعت گزر بسر کی بنیاد پر اختیار کی جاتی ہے وہاں پیداوار

کا بڑا حصہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ یعنی اسے فروخت نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لیے چند مالیاتی شعبہ کی پیداوار کی قدر کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔

2. چھوٹے گھریلو کاروبار کی آمدنی کے اعداد و شمار کی عدم فراہمی:

چھوٹے گھریلو کاروبار اکثر زیادہ پیانہ پر انجام نہیں دیے جاتے ہیں۔ جہاں لاعلمی کی وجہ سے صحیح حساب و کتاب مرتب نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کاروبار صرف اندازے پر مبنی ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات اندازے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ لہذا چھوٹے یا گھریلو کاروبار کی آمدنی کے اعداد و شمار کی عدم موجودگی کی بدولت قومی آمدنی کا صحیح تخمینہ مشکل ہو جاتا ہے۔

3. ہندوستان میں پیشہ وارانہ شعبہ کی عدم موجودگی:

ہندوستان میں صنعتی کاروبار میں اعداد و شمار آسانی سے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن معیشت کا بڑا حصہ غیر منظم شعبہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس میں پیشہ وارانہ اعداد و شمار موجود نہیں ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی آمدنی کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشہ وارانہ شعبہ میں باقاعدہ طور پر اعداد و شمار اکٹھا کیے جاتے ہیں۔ اور پھر قومی آمدنی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ تا کہ صحیح قومی آمدنی معلوم کی جا سکے۔

4. ناجائز آمدنی:

معیشت میں بعض کاروبار مخفی ہوتے ہیں۔ اور ان کی آمدنی بھی ظاہر نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس طرح ایسے کاروبار جو چھپے ہوئے ہیں۔ ان سے حاصل کیے جانے والی آمدنی کا شمار قومی آمدنی میں نہیں کیا جا سکتا چنانچہ چوپڑا (Mr. Chopra) کے مطابق 12% قومی آمدنی، غیر قانونی آمدنی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس طرح کی غیر قانونی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے قومی آمدنی کا میزان مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر غیر قانونی آمدنی کو قومی آمدنی میں شامل کر لیا جائے تو اس صورت میں حقیقی قومی آمدنی کی پیائش نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس لیے غیر قانونی آمدنی کو قومی آمدنی سے علاحدہ رکھا جانا چاہیے۔ تا کہ حقیقی قومی آمدنی کا صحیح شمار کیا جا سکے۔

5. قطعی اعداد و شمار کی عدم موجودگی:

قومی آمدنی کے تخمینہ میں اعداد و شمار کا حصول اہم ذریعہ ہوتا ہے۔ ہماری معیشت چوں کہ دیہی کاروبار پر بڑی حد تک مبنی ہوتی ہے۔ اسی لیے کم تعلیم یافتہ اور غیر تربیت یافتہ افراد اعداد و شمار جمع نہیں کر سکتے ہیں اور جو بھی اعداد و شمار جمع کرتے ہیں ان پر کامل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے حکومت نے اس سلسلہ میں نئی تنظیم قائم کی ہے جو نیشنل سمپل سروے (National Sample Survey) کے نام سے موسوم ہے تا کہ اس کی مدد سے باضابطہ تحقیقی معلومات فراہم کیے جا سکیں۔ لیکن ان کے حصول میں بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اس لیے زیادہ معلومات فراہم نہیں کیے جاتے۔ یہی وجہ ہے قومی آمدنی کے تخمینوں میں غلطی راہ پا جاتی ہے اور معیشت، حقیقی قومی آمدنی کے میزان سے قاصر رہ جاتی ہے۔

3.5 قومی آمدنی کے تخمینہ کی اہمیت

1. کسی معیشت کی ترقی کی رفتار کا اندازہ لگانے کے لیے قومی آمدنی کے تخمینہ کو دیکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ پیداواری صلاحیت کے اضافہ کے سبب ہی قومی آمدنی بڑھتی ہے۔ قومی آمدنی کو آبادی کی تعداد سے تقسیم کرنے سے فی کس پیداوار کا اندازہ مختلف سالوں کے لیے لگایا جاسکتا ہے۔ جو کسی معیشت کے عروج و زوال کو بتا سکتا ہے۔
2. قومی آمدنی سے مختلف شعبوں کی ترقی اور آمدنی کے اندازے معیشت کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً زراعت، صنعت، حمل ونقل اور دوسری خدمات کا قومی آمدنی میں کتنا حصہ ہے ان معلومات سے ہم مختلف شعبوں کی ترقی اور اس کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔
3. کسی ملک کی ترقی آمدنی سے ہم دنیا کے ممالک میں اس ملک کا معاشی مقام متعین کر سکتے ہیں۔
4. قومی آمدنی کے تخمینہ کے لیے منصوبہ بند معیشت بے حد ضروری ہے۔ منصوبوں کی تیاری اور ترقی کے مقاصد کا تعین کرنے میں قومی آمدنی کے اعداد وشمار سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ منصوبے تیار کرنے کے لیے معیشت کے ہر شعبہ کی آمدنی اور خرچ، بچت، سرمایہ کاری وغیرہ کے متعلق تمام تفصیل قومی آمدنی کے تخمینہ سے فراہم ہو سکتی ہے۔
5. منصوبوں کی ترقی سے متعلق مختلف انڈکس، قومی آمدنی میں اضافہ اور فی کس آمدنی میں اضافہ کی شرح، فی کس صرف اور بچت کی وسعت ان تمام کے متعلق اعداد وشمار قومی آمدنی کے تخمینہ کا جزو ہوتے ہیں۔ اس طرح منصوبوں کی کامیابی یا ناکامی کا اندازہ قومی آمدنی کے تخمینہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

3.6 فی کس آمدنی اور قومی آمدنی میں اضافہ کی شرحیں

آزادی سے قبل حکومت کی سطح پر قومی آمدنی کی پیائش کے لیے کوئی باقاعدہ ادارہ نہیں تھا۔ آزادی کے بعد اگست 1949ء میں قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی قائم کی گئی جس کے صدر نشین پروفیسر مہالانوبس تھے۔ ملک میں پہلی مرتبہ باقاعدہ اور سائنٹفک انداز میں قومی آمدنی کا تخمینہ 1948ء تا 1951ء یعنی تین برس کے لیے کیا گیا۔ اس کمیٹی نے اپنی دو رپوٹیں 1951ء اور 1954ء میں شائع کی۔ حکومت ہند نے قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی کو تحلیل کر کے باقاعدہ طور پر 1954ء میں مرکزی شماریاتی تنظیم (Central Statistical Organisation) کو قائم کیا گیا۔ یہ تنظیم ہر مالیاتی سال قومی آمدنی تخمینہ کی تیاری کا کام کرتی ہے۔ یہ تنظیم جاریہ قیمتوں پر اور مستقل قیمتوں پر قومی آمدنی کا تخمینہ کی ہے۔ قومی آمدنی میں حقیقی اضافہ معلوم کرنے کے لیے بنیادی سال لیا جاتا ہے بنیادی سال (Base Year) ابتداء میں 1960-61ء تھا لیکن بعد میں ضرورت کے مطابق اس کو 1979-71ء اور 1980-81ء میں تبدیل کیا گیا۔ حالیہ بنیادی سال 1993-94ء رائج ہے۔

گزشتہ عرصہ کے قومی آمدنی اور فی کس آمدنی کا بغور مشاہدہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں دولت اور آمدنی کی مساویانہ تقسیم نہیں ہوئی ہے۔

ذیل کے جدول میں قومی آمدنی اور فی کس آمدنی کی شرحوں کو پیش کیا گیا ہے۔

جدول 4.1

خالص قومی پیداوار بلحاظ عامل لاگت (یعنی قومی آمدنی) 1950-51ء تا 2000-01ء

بنیادی سال 1993-94ء

سال	خالص قومی پیداوار بلحاظ عامل لاگت (قومی آمدنی) (روپیہ کروڑ میں)		قومی پیداوار (قومی آمدنی) کا اشاریہ نمبر 1950-5 = 100	
	موجودہ قیمتوں کے لحاظ سے	1993-94ء کی قیمتوں کے لحاظ سے	موجودہ قیمتوں کے لحاظ سے	1993-94ء کی قیمتوں کے لحاظ سے
1950-51	9142	132367	100.0	100.0
1955-56	9776	158001	106.9	119.0
1960-61	15204	192235	166.3	145.2
1965-66	23752	216244	159.8	163.4
1968-69	33421	241234	265.6	182.2
1973-74	55896	283061	611.4	213.8
1978-79	91094	359732	996.4	271.8
1979-80	98631	338124	1078.8	255.4
1980-81	118236	363417	1293.3	274.6
1985-86	221401	459185	2421.7	346.9
1989-90	385729	582518	4219.1	440.1
1990-91	450145	614206	4923.7	464.0
1991-92	514607	617372	5628.8	466.4
1992-93	587064	648182	6421.4	489.7
1993-94	685912	685912	7502.6	518.2
1994-95	805981	734358	8815.9	554.8
1995-96	941861	787809	10302.2	595.2
1996-97	1093961	852085	11965.9	643.7
1997-98	1224946	890890	13398.9	673.0
1998-99	1415044	948305	15477.9	716.4
1999-2000	1557781	1007743	17039.2	761.3
2000-2001Q	1679982	1044915	18375.8	789.4

Q. Quick Estimates, Source: Government of India, Economic Survey 2001-02, Table 1.1, P. S-3

اس جدول میں بنیادی سال 1993-94 لیا گیا اور اس بنیادی سال کی قیمتوں کو لے کر قومی آمدنی (National Income) کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ عامل لاگت پر خالص قومی پیداوار بلحاظ عامل لاگت (Net National Product at Factor Cost) کو قومی آمدنی بھی کہتے ہیں۔

1993-94ء بنیادی قیمتوں کی بنیاد پر 1950-51ء سے لے کر 2000-2001 عرصہ کے لیے قومی آمدنی کا تخمینہ کیا گیا۔

1950-51ء میں بنیادی سال 1993-94ء پر قومی آمدنی 1,32,367ء کروڑ روپے تھی جب کہ 2000-2001ء میں 10,44,915 کروڑ روپے کا اضافہ ہوا۔

فی کس خالص قومی پیداوار (Per Capital Net National Product) کو فی کس آمدنی (Percapital Income) بھی کہتے ہیں۔ جاریہ قیمتوں پر 1950-51ء میں فی کس آمدنی 254.7 روپے تھی 2000-01ء میں 16,486.6 روپے کا اضافہ ہوا۔

1993-94ء کے بنیادی قیمتوں پر 1950-51ء میں فی کس آمدنی 3,687.1 روپے تھی 2000-01 میں 10,254.3 روپے کا اضافہ ہوا۔ یعنی 50 سال کے عرصہ میں سالانہ 2.1 فی صد کی شرح سے اضافہ ہوا۔

ذیل میں ہم بنیادی سال (1980-81) پر قومی آمدنی اور فی کس آمدنی کی شرحوں کو منصوبہ واری شکل میں پیش کرتے ہیں:

جدول 4.2

منصوبہ	جاریہ قیمتوں پر قومی آمدنی	مستقل قیمتوں پر قومی آمدنی	جاریہ قیمتوں پر فی کس قومی آمدنی	مستقل قیمتوں پر فی کس قومی آمدنی
پہلا پنج سالہ منصوبہ	1.3	3.6	0.5	1.7
دوسرا پنج سالہ منصوبہ	9.2	3.9	7.1	1.9
تیسرا پنج سالہ منصوبہ	9.3	2.3	6.9	0.1
سالانہ منصوبہ	12.1	3.7	9.6	1.4
چوتھا پنج سالہ منصوبہ	10.8	3.3	8.4	0.9
پانچواں پنج سالہ منصوبہ	18.3	4.9	7.8	2.6
چھٹا پنج سالہ منصوبہ	14.9	5.4	12.5	3.2
ساتواں پنج سالہ منصوبہ	14.1	5.8	11.7	3.6
آٹھواں پنج سالہ منصوبہ	16.0	6.8	14.0	4.9

بحوالہ: حکومت ہند انڈین اکنامک سروے 1998-99ء

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں معاشی اصلاحات کے سبب قومی آمدنی اور فی کس قومی آمدنی دونوں میں اضافہ ہوا۔

3.7 افراطِ زر اور حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح

معاشیات میں افراطِ زر ایک ایسی اصطلاح ہے جس سے امیر و غریب، پیداکنندگان ہوں یا صارفین بخوبی واقف ہیں اور جس کو روکنے کے بارے میں باتیں کرتے ہیں اور عملی طور پر حکومت ایسی تدابیر اختیار کرتی ہیں جس کو وہ بس میں رکھنے میں کچھ حد تک کامیاب ہو پاتے ہیں۔ معاشی انتشار سے ہٹ کر افراطِ زر سیاسی و سماجی بے چینی کا بھی سبب بن سکتا ہے۔

3.7.1 افراطِ زر کا مفہوم

افراطِ زر وہ صورت حال ہے جس میں زر کی قدر گرتی جاتی ہے جس کی وجہ سے اشیاء کی قیمتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ کرنسی کی حد سے زیادہ اجراء سے افراطِ زر پیدا ہوتا ہے۔ جب اشیاء خدمات کی دستیاب رسد کے مقابلہ میں زر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو افراطِ زر پیدا ہوتا ہے۔

3.7.2 افراطِ زر کے اقسام

(a) قیمت میں اضافہ کی شرح کی بنیاد پر افراطِ زر کی اقسام حسب ذیل ہیں:

1. سست رو افراطِ زر Creeping Inflation
2. پیدل افراطِ زر Walking Inflation
3. رواں افراطِ زر Running Inflation
4. سرپٹ افراطِ زر Galloping Inflation

(b) زر کی رسد اور اشیاء خدمات کی طلب پر اثر انداز ہونے والے عوامل کے لحاظ سے:

1. ازدیادی افراطِ زر (Excessive Inflation)
2. لاگت افراطِ زر (Cost Inflation)
3. خسارہ افراطِ زر (Deficit Inflation)
4. پرواز افراطِ زر (Flight Inflation)

(c) اصول معیاد کے تحت:

1. دورانِ جنگ افراطِ زر (War Time Inflation)
2. مابعد جنگ افراطِ زر (Post War Inflation)

3. حالت امن میں افراطِ زر (Peace Time Inflation)

(d) احاطہ یا وسعت کے لحاظ سے:

1. مکمل افراطِ زر Comprehensive Inflation

2. خال خال افراطِ زر Sporadic Inflation

(e) افراطِ زر کے پھیل جانے کے تعلق سے حکومت کا ردِ عمل:

1. کھلا ہوا Open

2. دبا ہوا Repressed

(f) منافع افراطِ زر Profit Inflation

(g) توازنِ ادائیات سے متعلق عوامل کی بنیاد پر

1. برآمدی گرم بازاری Export Boom

2. کلیدی کرنسی Key Currency

3.7.3 افراطِ زر کے اسباب (Causes of Inflation)

افراطِ زر کے اسباب کے بارے میں ایک عام اتفاق رائے ہے کہ طلب اور لاگت کے عوامل قیمتوں میں اضافہ کو متاثر کرتے ہیں۔ معاشی غیر لچک دار رویّے اور بازار کے نقائص طلب اور اس کے درمیان عدم توازن کے بنیادی اسباب ہیں جنہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ طلب کش Demand Pull اور لاگت افروز Cost Push نظریات بہت مقبول عام ہو گئے ہیں۔

3.7.4 طلب کش افراطِ زر (Demand Pull Inflation)

رواں قیمتوں پر دستیاب اشیاء خدمت کی جملہ رسد کے مقابلے میں ان کی طلب میں اضافہ کی وجہ سے افراطِ زر کا باعث ہوتا ہے۔

3.7.5 لاگت فروز افراطِ زر (Cost Push Inflation)

عاملِ پیداوار کی لاگتوں میں روز افزوں اضافہ کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اجرتوں اور نفع کے حاشیوں میں اضافہ اس افراطِ زر کا سبب ہے۔ اجرتوں میں اضافہ کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ سے افراطی چکر (Inflationery Spiral) پیدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے مزدوروں کو اونچی اجرتیں طلب کرنے کی تحریک ملتی ہے۔ درآمدی اجزاء کی قیمتیں

حاصل میں اضافہ کی وجہ سے لاگت افروز افراط زر کا آغاز ہوتا ہے۔لیکن اجرت داب (Wage Push Pressure) دیگر دباؤ کے مقابلہ میں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔مصنوعہ بازار Product Market میں نفع محرک کی وجہ ہے جہاں تک قیمتوں میں اضافہ کا سوال ہے وہ اجارہ داریوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔اجارہ دار اونچے منافع حاصل کرنے کے لیے قیمتوں میں اضافہ کرتا ہے۔تو اس صورت میں نفع داب Profit Push محرک بھی کام کرتا ہے۔لیکن طلب دباؤ عنصر کی عدم موجودگی سے پراجکٹ چلانے والے قیمتیں بڑھانے والے ایسا کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

3.7.6 مخلوط طلب کش اور لاگت فروز افراط زر (Mixed Demand Pull and Cost Push Inflation)

اکثر ماہرین معاشیات مذکورہ بالا افراط زر کے سبب کو تسلیم نہیں کرتے۔بلکہ ان کا یہ خیال ہے کہ افراطی عمل میں زائد طلب اور لاگت افروز قوتیں ساتھ ساتھ یا باہم انحصاری طور پر کام کرتی ہیں۔قیمتوں کی سطح میں تبدیلیاں جب مجموعی طلب اور رسد دونوں کے انفعال میں اوپر کی طرف منتقلی کے رجحان کو ظاہر کرتے ہیں تو اس وقت مخلوط طلب کش اور لاگت فروز افراط زر واقع ہوتا ہے۔افراطی عمل یا تو زائد طلب یا اجرت میں اضافہ کا باعث ہے۔ہر ایک صورت حال میں وقت مختلف ہوتا ہے۔طلب کش افراط زر میں اضافہ قیمتوں اور اجرتوں کے اضافت کا موجب ہے۔

لہذا قیمت میں اضافہ دونوں قوتوں میں سے کسی ایک قوت کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔لیکن دوسری قوتوں کی عدم موجودگی میں افراطی عمل باقی برقرار نہیں رہ سکتا۔

3.7.7 ساختی افراط زر The Structural Inflation

طلب کش اور لاگت افزوں افراط زر عام طور پر ترقی یافتہ مالک کے ساتھ وابستہ کیے جاتے ہیں جہاں مکمل روزگار کی صورت حال پائی جاتی ہے۔ترقی پذیر معیشتوں کی صورت حال میں قیمتوں کی صورت حال میں اضافہ کا سبب زیادہ تر ساختی نقائص کا نتیجہ ہے۔میڈرل اور سٹریٹن کے مطابق ترقی پذیر ممالک جیسے ہندوستان وغیرہ بازار کے نقائص کا نتیجہ ہے۔دوہری معیشت کے اونچے درجے کی انتشار کی وجہ سے ساختی عدم توازن میں مبتلا ہیں اس لیے بعض شعبوں میں قلت کی وجہ سے معیشت کی پیداواری صلاحیت کا کم استعمال ہوتا ہے۔جس کے نتیجہ میں شعبہ داری افراط زر کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔عام قیمتوں کی سطح کے مسئلہ کے مقابلہ میں زیادہ سنجیدہ نوعیت کا ہے۔

ترقی پذیر معیشت میں پائے جانے والے اہم سقم (Bottle Neck) ذیل میں دیے گئے ہیں:

1. بازار کے نقائص Market Imperfection

2. اصل کی رکاوٹ Capital Bottle Neck

3. غذا کی رکاوٹ Food Bottle Neck

4. کاراندازی میں رکاوٹ Enterpreneurial Bottle Neck

5. بنیادی سہولتوں میں رکاوٹ Infrastructure Bottl Neck

6. بیرونی زرمبادلہ میں رکاوٹ Foreign Exchange Bottle Neck

7. وسائل کا خلاء Resource Gap

مذکورہ رکاوٹوں کی وجہ سے مجموعی رسد Aggregate Supply مجموعی طلب Aggregate Demand سے ہمیشہ کم رہتی ہے اور اسی لیے قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

3.7.8 افراط زر کے اثرات (Effects of Inflation)

افراط زر یعنی عام قیمتوں کی سطح میں بڑھتا ہوا رجحان معیشت میں ہر طبقہ کو مختلف شدتوں کے ساتھ متاثر کرتا ہے۔ یعنی ہر طبقہ کے متاثر ہونے کی شدت مختلف ہوتی ہے۔

اگر قوم کے مختلف طبقات پر پڑنے والے اثرات کے لحاظ سے اس مسئلہ پر غور کریں تو افراط زر مقروض Debtors قرض خواہ Creditors تنخواہ یاب لوگ اجرتیں کمانے والے معین آمدنی رکھنے والے گروپ حامل Equity کاروباری لوگ اور زراعت پیشہ لوگوں کو مختلف شدتوں سے متاثر کرتا ہے۔

3.7.9 پیداوار پر افراط زر کے اثرات (Effects of Inflation on Production)

کینز (Keynes) کے مطابق مکمل روزگار کی سطح کو پہنچنے تک قیمت میں اضافہ سرمایہ کاری اور حصول نفع کے لیے تحریک پیدا کرتا ہے۔ لیکن جب معیشت مکمل روزگار کے مرحلے پر پہنچتی ہے تو اس پر افراط زر کے تباہ کن اثرات ہوتے ہیں جیسے:

(a) پیداوار میں عدم مطابقت پیدا ہونا اور قیمتوں کے نظام کی کارگزاری میں انتشار پیدا ہونا۔

(b) بے قابو افراط زر کی وجہ اجتماع اصل میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور ملک کی پس اندازی کی صلاحیتیں گھٹ جاتی ہیں۔

(c) قیاس آرائی حقیقی پیداوار عمل کے مصارف میں اضافہ کردیتی ہے۔

(d) ذخیرہ اندوزی اور کالا بازاری شروع ہوجاتی ہے۔

(e) پیداوار کا نمونہ یا طرز تبدیل ہوجاتا ہے۔ وسائل کو ضروری اشیاء کی پیداوار سے ہٹا کر غیر ضروری اشیاء کی پیداوار کی طرف موڑ دیا جاتا ہے۔

اس طرح پیداوار نامناسب خطوط پر ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے معاشی نظام ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

3.8.10 تقسیم پر افراط زر کے اثرات (Effects of Inflation On Distribution)

افراط زر کی وجہ سے آمدنی کی تقسیم کا جھکاؤ امیروں کے حق میں ہو جاتا ہے۔آمدنی کی تقسیم سے وسیع عدم مساواتیں پیدا ہوتی ہیں۔کیوں کہ تمام عوامل کی آمدنیاں یکساں تناسب کے ساتھ نہیں بڑھتیں۔قیمتوں میں اضافہ اور پیداوار کے مصارف میں اضافہ کے درمیان فصل ہے۔اسی لیے منافع میں اضافہ ہوتا ہے۔

3.8.11 حکومت پر افراط زر کے اثرات (Effects of Inflation On Govt.)

افراط زر سے حکومت کو بڑھتی ہوئی اجرتوں اور وسعت اختیار کرتے ہوئے منافع کی شکل میں فائدہ ہوتا ہے اور حکومت اندرون ملک خوشحالی کا شائبہ پیدا کر دیتی ہے۔حکومت عوام کی زری آمدنی میں اضافہ کو آمدنیوں اور اشیاء پر محاصل کی شکل میں وصول کرتی ہے اس طرح افراط زر کے دوران حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

3.7.12 افراط زر پر قابو پانے کے اقدامات (Step to Control Inflation)

افراط زر کو قابو میں رکھنے کے لیے طلب پر قابو پانا اور اشیاء کی سربراہی وخدمات کی فراہمی میں مطابقت پیدا کرنا ضروری ہے۔کیوں کہ قیمت میں اضافہ سے طلب یا لاگت میں اضافہ ہوتا ہے چنانچہ طلب کو کنٹرول کرنے کے لیے زری مالیاتی اور دیگر تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔جن میں طلب سے متعلق ذیلی تدابیر (Demand Side Measures) اور زری تدابیر (Monetary Measures) شامل ہیں۔

زری تدابیر کا مقصد زر کی رسد کو گھٹانا ہے تا کہ طلب میں کمی ہو۔

3.7.13 مالیاتی اقدامات (Fiscal Measures)

مالیاتی اقدامات کا تعلق عوامی آمدنی یا عوامی خرچ سے متعلق وقتاً فوقتاً بجٹ میں کی جانے والی تبدیلیوں سے ہوتا ہے۔اہم اقدامات درج ذیل ہیں:

(a) محاصل عائد کرنا Taxes

(b) عوامی خرچ میں تخفیف کرنا Reduction in Public Expenditure

(c) داخلی شخصی صرف میں کمی کرنا Cuttingdown Domestic Personnal Consumption

(d) بچتوں کو بڑھاوا دینا Promoting Savings

(e) خسارہ مالیہ سے گریز کرنا Avoiding Deficit Financing

3.7.14 دیگر اقدامات Other Measures

قیمتوں میں براہ راست کنٹرول اور قلت والی اشیاء کی راشننگ پر مشتمل ہوتی ہے۔ قیمتوں پر کنٹرول کا مطلب اشیاء کی قیمتوں پر بالائی حد Ceiling مقرر کرتا ہے یعنی اس مقررہ حد سے قیمتیں نہیں بڑھائی جا سکتیں۔

راشننگ ان اشیاء کی جانب سے صرف کو پلٹا دیتی ہے۔ جن کی کمی ہے اور طلب خصوصی وجوہات کی بنا پر تحدیدات کی متقاضی ہوتی ہے۔ مگر ان کی عملی گنجائش بھی محدود ہوتی ہے۔

3.7.15 افراط زر اور قومی آمدنی کی شرح نشونما Inflation and Growth Rates of National Income

ہندوستان میں تیزی سے معاشی ترقی پانے کے لیے منصوبہ بندی کی جانے لگی۔ جس کی وجہ سے حکومت کے اخراجات میں بھاری اضافہ ہوا۔ اور معیشت میں آہستہ آہستہ پیداوار کی مشکلات پیدا ہونے لگیں۔ جس کا اثر افراط زر کی صورت میں نمودار ہوا ایسی صورت حال، افراطی قومی آمدنی کے اعداد وشمار فراہم کرتی ہے۔ بنیادی سال Base Year کی مدد سے قومی آمدنی کی پیائش کی گئی۔ اس سال سے مراد ایسا سال ہوتا ہے جس میں معاشی کارکردگی نارمل یا معمول کے مطابق ہوتی ہے۔

بنیادی سال کی قیمتوں کو لے کر قومی آمدنی کی پیائش کرنے سے افراطی رجحانات ختم ہو جاتے ہیں۔

3.7.16 افراط زر اور حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اشیاء وخدمات کی قیمتوں کی سطح میں مسلسل اضافہ کے عمل کو افراط زر کہتے ہیں۔ افراط زر کے کئی وجوہات ہیں جن میں بنیادی سبب زر کی رسد میں غیر معمولی اضافہ ہے۔

حسب ذیل جدول میں قیمتیں، زر کی رسد اور حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ کی شرحوں کو پیش کیا گیا ہے۔

جدول 4.3

قیمتوں میں تبدیلیاں، زر رسد اور خالص قومی پیداوار

خالص قومی پیداوار بلحاظ عامل لاگت (NNP at Factor Cost)	زر رسد (M1) (Money Supply)	تھوک فروش قیمتیں (Whole Sale Prices)	سال
2.4	0.6	5.5	1951-52
2.8	-6.5	-15.2	1952-53
6.3	0.7	1.1	1953-54
4.1	4.8	-3.7	1954-55
2.5	10.8	-5.0	1955-56
5.6	8.5	13.8	1956-57
-1.7	5.0	3.0	1957-58

7.7	2.6	4.1	1958-59
1.8	6.5	3.8	1959-60
7.0	6.8	6.6	1960-61
2.7	4.6	0.4	1961-62
1.7	8.9	3.8	1962-63
5.0	12.0	6.0	1963-64
7.4	11.2	11.0	1964-65
-4.6	9.6	7.6	1965-66
0.5	9.5	13.9	1966-67
8.3	7.9	11.6	1967-68
2.5	8.4	-1.1	1968-69
6.7	10.7	3.8	1969-70
5.1	12.0	5.5	1970-71
0.6	12.9	5.6	1971-72
-0.8	16.5	10.0	1972-73
4.8	15.5	20.2	1973-74
1.2	6.9	25.2	1974-75
9.5	11.3	-1.1	1975-76
0.9	20.3	2.1	1976-77
7.7	-10.2	5.2	1977-78
5.6	20.2	0.0	1978-79
-6.0	15.7	17.1	1979-80
7.5	17.1	18.2	1980-81
5.8	6.5	9.3	1981-82
2.2	14.4	4.9	1982-83
7.6	17.0	7.5	1983-84
3.6	19.5	6.5	1984-85
4.8	10.5	4.4	1985-86
3.9	16.8	5.8	1986-87
3.4	13.7	8.1	1987-88
10.6	14.1	7.5	1988-89
6.8	21.4	7.5	1989-90
5.4	14.6	10.3	1990-91
0.5	23.2	13.7	1991-92
5.0	8.4	10.1	1992-93
5.8	21.5	8.4	1993-94
7.1	27.5	12.5	1994-95
7.3	11.7	8.1	1995-96
8.2	12.0	4.6	1996-97
4.6	11.3	4.4	1997-98
6.4	15.4	5.9	1998-99
6.3	10.6	3.3	1999-2000
3.7	11.1	7.2	2000-21

بحوالہ: حکومت ہند، انڈین اکنامک سروے

4 سبق کا خلاصہ

اس سبق میں آپ قومی آمدنی کے بارے میں مکمل جان کاری حاصل کر چکے ہیں۔ اب آپ اس قابل ہو چکے ہیں کہ فی کس آمدنی اور قومی آمدنی کے درمیان فرق کر سکیں اور افراطِ زر کی بڑھتی ہوئی شرح کو سمجھ سکیں۔

5 زائد معلومات

ہندوستان کے پہلے ماہر شماریات دادا بھائی نوروجی نے آزادی سے قبل قومی آمدنی کا تخمینہ کیا۔ جس میں ہندوستان کی پس ماندگی کا بنیادی سبب ہندوستانی دولت کا برطانیہ کو اخراج بتایا گیا تھا۔ 1834ء تا 1839ء کے دوران 400 کروڑ روپے Home Charges پر خرچ کیے گئے۔ یعنی ہندوستان میں فائز برطانوی افسران کی تنخواہیں، موظفوں کے وظیفہ، تحفہ جات کے لیے ہندوستانی خزانہ میں سے 400 کروڑ روپے خرچ کیے گئے۔ اس رقم سے 4 بڑی صنعتیں قائم کی جا سکتی تھیں۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی اصطلاح	تلفظ	اردو اصطلاح	معنی وضاحت
Black Money	بلیک منی	کالا دھن	غیر قانونی دولت، ایسی دولت جو ٹیکس کی چوری سے جمع کر لی جائے وہ کالا دھن میں شمار ہوتی ہے
Depreciation	ڈپری سیشن	فرسودگی	مشین کے مسلسل استعمال سے اس کے پرزے گھس جاتے ہیں اس کی وجہ سے اس کی جملہ مالیت میں کمی آجاتی ہے۔ اس کمی کو فرسودگی کہتے ہیں۔
Inflation	انفلیشن	افراطِ زر	قیمتوں میں اضافہ، جب صارفین کی قوتِ خرید میں اضافہ ہو جائے لیکن اشیاء و خدمات کی رسد میں اسی مناسبت سے اضافہ نہ ہو تو طلب اور رسد کا توازن بگڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے قیمتوں کی سطح میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت حال کو افراطِ زر کہا جاتا ہے۔
Net National Product	نیٹ نیشنل پراڈکٹ	خالص قومی پیداوار	خام قومی پیداوار میں سے فرسودگی کے اخراجات منہا کیے جائیں تو خالص قومی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 قومی آمدنی سے کیا مراد ہے؟

2 ذخیرہ اور بہاؤ میں کیا فرق ہے؟

3 قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں کیا فرق ہوتا ہے؟

4 بنیادی سال کسے کہتے ہیں؟

5 قیمت جاریہ اور مستقل قیمتوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔

7.2 طویل جوابی سوالات

1 قومی آمدنی سے کیا مراد ہے۔قومی آمدنی کے تخمینہ کے دوران کونسی مشکلات حائل ہوتی ہیں؟

2 افراط زر کسے کہتے ہیں اس کے اقسام بیان کیجیے؟

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 اشیائے خدمات کے قیمتوں میں مسلسل اضافے کو......................کہتے ہیں۔

2 عامل پیداوار کی لاگتوں میں اضافہ کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

3 اس اضافہ کو......................کہتے ہیں۔

4 منصوبہ بندی کے کمیشن کے چیرمین..............................ہوتے ہیں۔

5 نواں پنج سالہ منصوبہ..............................میں مکمل ہوا۔

6 دسواں پنج سالہ منصوبہ..............................میں شروع ہوا۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 آزادی سے قبل قومی آمدنی کی پیائش کی: (   )

(a) دادا بھائی نوروجی   (b) جے آر ڈی ٹاٹا

(c) لالو پرساد یادو (d) مرار جی دیسائی

2 قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی کے صدر نشین کون تھے: ( )

(a) مہالانوبس (b) شیراز

(c) وی کے آر وی راؤ (d) لال بہادر شاستری

3 مرکزی شماریاتی تنظیم کب قائم کی گئی: ( )

(a) 1949 (b) 195

(c) 1951 (d) 1952

4 ہندوستان میں مردم شماری کے لیے کونسا محکمہ کام کرتا ہے۔

(a) محکمہ مردم شماری (b) محکمہ انٹلیجنس

(c) محکمہ انسانی وسائل (d) محکمہ منصوبہ بندی

5 نویں مالیاتی کمیشن کے صدر نشین کون ہیں: ( )

اے ام خسرو ڈاکٹر رنگاراجن

ڈاکٹر عبدالکلام مرلی منوہر جوشی

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

A		B	
1	نظریہ اخراج	a	وزیر اعظم
2	ہوم چارجس	b	قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی کے صدر نشین
3	مردم شماری	c	دادا بھائی نوروجی
4	مہالانوبس	d	ہندوستانی خزانہ سے برطانوی افسروں کی تنخواہیں
5	منصوبہ بندی کمیشن صدر نشین	e	آدمیوں کی گنتی

سبق - 5
ہندوستانی معیشت کی بنیادی ساخت
Infrastructure of Indian Economy

1 سبق کا خاکہ
2 تمہید
3 سبق کا متن
3.1 بنیادی ساخت کا مفہوم
3.2 بنیادی ساخت کی ضرورت
3.3 سماجی بنیادی ساخت کے عناصر
3.3.1 تعلیم
(1) رسمی تعلیم
(2) غیر رسمی تعلیم
3.3.2 ابتدائی تعلیم
3.3.3 ثانوی تعلیم
(1) نیشنل اوپن اسکول
(2) نوودیہ ودھیالیہ
(3) کیندر ودھیالیہ
(4) پیشہ ورانہ تعلیم
3.3.4 اعلیٰ تعلیم
(1) یونی ورسٹی گرانٹ کمیشن
(2) خود اختیاری ریسرچ تنظیمیں

(3) اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی
3.3.5 تعلیم اور نواں پنج سالہ منصوبہ
(1) خواندگی کی شرح
3.3.6 تربیت
3.3.7 تحقیق
3.3.8 تعلیمی تحقیق اور تربیت کی قومی کونسل
3.3.9 صحت
(1) صحت کے منصوبے
(2) قومی صحت پروگرام
(3) پلس پولیو کے انسداد کی مہم
(4) میڈیکل راحت
(5) خاندانی منصوبہ بندی
3.4 قومی صحت پالیسی
4 سبق کا خلاصہ
5 زائد معلومات
6 فرہنگ اصطلاحات
7 نمونہ امتحانی سوالات
7.1 مختصر جوابی سوالات
7.2 طویل جوابی سوالات
7.3 معروضی سوالات
7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے
7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے
7.3.3 جوڑیاں ملایئے

سبق - 5

ہندوستانی معیشت کی بنیادی ساخت

Infrastructure of Indian Economy

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ ہندوستانی معیشت کی بنیادی ساخت کے بارے میں درج ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ تعلیم
+ تربیت
+ تحقیق
+ صحت

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے ہندوستان کی قومی آمدنی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ اب اس سبق میں آپ ہندوستانی معیشت کی بنیادی ساخت اور اس کے اہم عناصر یعنی تعلیم، تربیت، تعلیمی ادارہ جات تحقیق، صحت وغیرہ کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 بنیادی ساخت کا مفہوم

ایسی تمام سہولیات جو ملک کی معاشی ترقی میں معاون بنتی ہیں بنیادی ساخت Infrastructure کہلاتی ہیں۔

اسے دوزمروں میں تقسیم کیا گیا ہے: 1) سماجی بنیادی ساخت 2) معاشی بنیادی ساخت

1. سماجی بنیادی ساخت: وہ تمام سہولیات جو بلاواسطہ معاشی نظام کی مددگار ہوتی ہیں۔ انہیں سماجی بنیادی ساخت کہتے ہیں۔ جیسے تعلیم، تربیت تحقیق، صحت وغیرہ۔

2. معاشی بنیادی ساخت: ایسی تمام سہولیات جو راست طور پر معیشت کے لیے معاون بنتی ہیں۔ معاشی بنیادی

ساخت کہتے ہیں۔ جیسے رسل ورسائل حمل ونقل، توانائی، آب پاشی وغیرہ۔

3.2 بنیادی ساخت کی ضرورت

بنیادی ساخت سے مراد سہولیات کے لیے جاتے ہیں جیسے حمل ونقل، بجلی، پانی، تعلیم بنک وغیرہ۔ ہر ملک کی معاشی ترقی کا انحصار بنیادی ساخت کی دستیابی پر ہوتا ہے۔ ذیل میں بنیادی ساخت کو مزید واضح کیا گیا:

1. انسانی وسائل سے مراد آمدنی کا وہ حصہ جو معاشی سرگرمیوں میں راست یا بالراست حصہ لیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں معاشی ترقی کا عمل جاری رہتا ہے۔
2. تکنیکی تعلیم انسانی وسائل کے فروغ کا اہم جزو ہوتی ہے۔
3. ثقافتی سرگرمیوں سے عوام میں بنیادی کلچر اور جمالیاتی قدریں سرگرم اور متحرک رہتی ہیں۔
4. بڑے سرائیت پذیر اور غیر سرائیت پذیر امراض کے کنٹرول اور اس کا سدباب کے لیے صحت پالیسی اور طبی تعلیم ضرورت ہے۔
5. روزگار فراہم کرنے کے لیے تربیتی مراکز کا قیام ضروری ہے۔
6. جدید تقاضوں کی تکمیل کے لیے تحقیقی اداروں کا قیام ضروری ہے۔

3.3 سماجی بنیادی ساخت کے عناصر

سماجی بنیادی ساخت میں درج ذیل عناصر نہایت اہمیت رکھتے ہیں:

(1) تعلیم (رسمی وغیر رسمی) (2) تربیت (3) تحقیق اوف (4) صحت

اب ہم ان پر تفصیلی بحث کریں گے۔

3.3.1 تعلیم

سماج کی بنیادی ساخت کا دارومدار بڑی حد تک تعلیم وتربیت پر ہوتا ہے جس سماج میں زیادہ تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد ہوں گے وہ سماج اتنا ہی ترقی کرتا جائے گا۔ صدفی صد خواندگی کو قومی مقصد تصور کر لیا گیا ہے اور نظر ثانی شدہ قومی تعلیمی پالیسی میں یہ قصد کیا گیا ہے کہ اکیسویں صدی کے آغاز تک ملک میں چودہ برس کی عمر تک تمام بچوں کو مفت لازمی اور معیاری تعلیم فراہم کی جائے گی۔

تعلیم رسمی بھی ہوتی ہے اور غیر رسمی بھی جس کی تفصیل ذیل کی طرح ہے:

(1) رسمی تعلیم

جو بچے بچپن سے اسکولوں اور کالجوں میں باضابطہ تعلیم حاصل کرتے ہیں ایسی تعلیم کو رسمی تعلیم کہا جاتا ہے جس کے دوران انہیں نہ صرف جماعتوں میں تعلیم دی جاتی ہے بلکہ ایک مخصوص کورس مکمل کر لینے کے بعد انہیں فنی تعلیم بھی دی جاتی ہے جیسے آرٹس کے

بعد وکالت، کامرس کے بعد اکاؤنٹنٹ، سائنس کے بعد ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ۔

(2) غیر رسمی تعلیم

غیر رسمی تعلیم وہ تعلیم ہوتی ہے جس میں کسی باضابطہ اسکول یا کلاس روم کی ضرورت نہیں ہوتی اس میں بچوں یا ناخواندہ لوگوں کو تعلیمی مراکز میں درس دیا جاتا ہے۔ 1970 تا 1980ء کی دہائی کے دوران مرکزی حکومت کے محکمہ تعلیم نے ایک ایسے پروگرام کی ابتداء کی جس کے تحت چھ سے چودہ سال کی عمر کے ایسے بچوں کی غیر رسمی تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے جو مختلف وجوہات کی بناء پر رسمی تعلیم سے محروم رہے ہیں مثلاً ایسے علاقے کے بچے جہاں کوئی اسکول نہ ہو یا وہ بچے جو گھریلو کاموں میں مصروف ہوں جیسے ایندھن، چارہ جمع کرنا، پانی بھرنا، مویشی چرانا وغیرہ ان کاموں کی وجہ سے انہیں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ لڑکیاں جو رسمی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسکول نہیں جاتیں۔ ان کے علاوہ گندی بستیوں کے بچے، دوردراز پہاڑی علاقوں، قبائلی اور ریگستانی علاقوں کے بچے جو تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ ایسے بچوں کے لیے تعلیمی مراکز کھولے گئے ہیں جہاں غیر رسمی تعلیم دی جاتی ہے یہ پروگرام ابتداء دس پسماندہ ریاستوں میں شروع کیا گیا تھا لیکن بعد میں 25 ریاستوں میں اسے توسیع دی گئی۔ غیر رسمی تعلیم کے یہ مراکز رضا کار تنظیمیں چلاتی ہیں جنھیں صد فی صد مالی امداد دی جاتی ہے۔ اب تک غیر رسمی تعلیم کے 2.97 لاکھ مراکز کو منظوری دی جاچکی ہے۔ جو لگ بھگ 74.5 لاکھ بچوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں ان مراکز میں 1.17 لاکھ سنٹر صرف لڑکیوں کے لیے ہیں۔ تقریباً 58,788 مراکز 816 رضا کارانہ ایجنسیوں کے چلائے جارہے ہیں۔

پلاننگ کمیشن کمیٹی کے ذریعہ غیر رسمی تعلیم کی نظر ثانی کی گئی ہے اور اصلاحات کے تحت اس کا نیا نام تعلیم کی گارنٹی اسکیم اور متبادل وجدید نظم کر دیا ہے۔ یہ نظر ثانی کی گئی یہ اس ابتدائی تعلیم کی ہمہ گیریت تحریک یعنی سیر وشکشا تحریک کے اساسی قومی پروگرام کے جز کے طور پر ہوگی۔ مرکز اور ریاستی حکومتیں اس اسکیم کے 75:25 کے تناسب میں اخراجات برداشت کریں گی۔

3.3.2 ابتدائی تعلیم

نویں پنج سالہ منصوبے میں سب کے لیے ابتدائی تعلیم کے ہدف کے بارے میں موٹے طور پر تین پیمانے مقرر کیے گئے ہیں۔ ہمہ گیر رسائی، ہمہ گیر پابندی اور ہمہ گیر حصول یابی یا کامیابی مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو کوششوں کے نتیجہ کے طور پر ملک کی 94 فی صد دیہی آبادی کو ایک کلومیٹر کے دائرے میں ایک اپر پرائمری اسکول فراہم کیے گئے۔ نتیجتاً، پرائمری اسکولوں اور اپر پرائمری اسکولوں میں داخلہ فی صد میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے اور یہ پرائمری اسکولوں میں 51-1950 میں 60-42 فی صد سے بڑھ کر 99-1998ء میں 92.14 فی صد ہو گیا ہے۔ پرائمری اور اپر پرائمری اسکولوں کی تعداد 51-1950 میں 2.23 لاکھ تھی جو 99-1998 میں بڑھ کر 8.17 لاکھ ہوگئی اسی طرح پرائمری اور اپر پرائمری اسکولوں کے اساتذہ کی تعداد جو 51-1950 میں 6.24 لاکھ تھی وہ 99-1998ء میں بڑھ کر 31.80 لاکھ ہوگئی۔

مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے وقتاً فوقتاً اسکولوں میں کارگروگی کی سطح میں بہتری اور بچوں کے اسکول سے بھاگنے کی روش پر قابو پانے کی جو حکمت عملی وضع کی ہے ان کے کلیدی نکات یہ ہیں:

(i) سرپرستوں میں بیداری پیدا کرنا اور عوامی اداروں کو سرگرم کرنا۔
(ii) پی۔آر۔آئی اور دوسری برادریوں کی شمولیت (آئین میں 73 ویں اور 74 ویں ترمیم)۔
(iii) معاشی ترغیبات۔
(iv) سیکھنے کی کم سے کم سطح کو بہتر بنانا۔
(v) ضلع پرائمری تعلیم پروگرام میں پیش قدمی۔
(vi) پرائمری تعلیم کے لیے غذائیت والی خوراک کی امداد کے لیے قومی پروگرام (دوپہر کے کھانے کی اسکیم)
(vii) نیچر ایجوکیشن سسٹم

بچوں کو دوپہر میں کھانے کی سہولت فراہم کرنا راجیہ سبھا میں 83 واں آئینی ترمیمی 28/ جولائی 1997ء کو (6 سے 14 سال) بل پیش کیا گیا ہے جس میں ابتدائی تعلیم کو بنیادی حق اور بنیادی فرض بنائے جانے کی بات کہی گئی ہے۔ وزارت فروغ انسانی وسائل سے متعلق پارلیمانی کمیٹی نے بل میں اصلاح کرنے کی کچھ تجاویز پیش کی ہے۔ مجوزہ اصلاح کو دھیان میں رکھتے ہوئے آئینی ترمیمی بل کا مسودہ حکومت کے زیر غور ہے۔

ریاستی وزراء تعلیم کی قومی کمیٹی کی سفارشات کی بنیاد پر ایک نئی اسکیم ''سروشکشا ابھیان'' (SSA) کے ذریعہ ہمہ گیر ابتدائی تعلیم کو تحریکی طرز پر فروغ دیا گیا ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے یہ ہدف رکھا گیا ہے۔ (i) 2003ء تک اسکول EGS مرکز یا برج کورس میں جائیں۔ (ii) 2007ء تک مکمل پانچ سال کی ابتدائی تعلیم کا انتظام (iii) 2010ء تک آٹھ سالہ مکمل اسکولی تعلیم۔

3.3.3 ثانوی تعلیم (Secondary Education)

ثانوی تعلیم، ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان پل کا کام کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ 18-14 سال کی عمر والے نوجوان اعلیٰ تعلیم میں جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ کوٹھاری کمیشن نے 1966ء میں اسکولی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ دی ہے۔ تعلیمی نظام میں اصلاح کے لیے 1986ء میں نئی تعلیمی پالیسی بنائی گئی ہے اور سال 1992 میں اس پر بھی نظر ثانی کی گئی 97-1996ء میں NSSO کے ذریعہ کرائے گئے سروے کے مطابق ثانوی اور اعلیٰ ثانوی معیار سے متعلق بچوں کی آبادی کا تخمینہ 9.66 کروڑ تھا لیکن ان اسکول جانے والے بچوں کی تعداد 98-1997 میں صرف 2.72 کروڑ ہی پائی گئی۔ اس طرح دو تہائی بچے جو اسکول جانے کے قابل ہیں ثانوی تعلیم حاصل کرنے سے رہ گئے تھے۔

پچھلے 50 سالوں میں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیمی اداروں کی تعداد 1951ء میں 7,416 تھی، جو کہ 1999 میں بڑھ کر

1.10 لاکھ ہوگئی اسکول میں جانے والے بچوں کی تعداد اسی دوران 15 لاکھ سے بڑھ کر 272 لاکھ ہوگئی اسکول جانے والی لڑکیوں کی تعداد 1951 میں صرف دو لاکھ تھی۔ جو 199 میں بڑھ کر 101 لاکھ ہوگئی۔ اساتذہ کی تعداد بھی اسی عرصہ میں 1.27 لاکھ سے بڑھ کر 15.42 لاکھ تک پہونچ گئی۔ 6 خود مختار ادارے۔ سی۔ پی۔ ایس۔ ای، این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی، این۔ او۔ ایس وغیرہ قائم ہوئے۔ مرکزی حکومت کے تحت 10 اسکیمیں شروع ہوئیں 2+10 تعلیمی طرز تقریباً سبھی ریاستوں نے اپنالیا ہے۔ اس میں 10 سال کی عام تعلیم اور 2 سال کی خصوصی تعلیم شامل ہے۔

3.3.4 اعلیٰ تعلیم

اعلیٰ تعلیم ملک میں 227 یونی ورسٹیوں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ ان میں 16 مرکزی یونی ورسٹیاں ہیں اور بقیہ ریاستی ایکٹ کے تحت قائم ہیں اور کام کرتی ہیں۔ ملک میں کالجوں کی مجموعی تعداد 11,089 ہے اور 40 ایسے تعلیمی ادارے ہیں جنھیں یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن ایکٹ 1954ء کے تحت یونی ورسٹیاں قرار دیا گیا ہے۔ یونی ورسٹیوں میں طلباء کی مجموعی تعداد 74.18 لاکھ اور اساتذہ کی تعداد 3.42 لاکھ ہے۔

(1) یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن

اعلیٰ تعلیم میں معیار کا تعین اور ان کو مربوط بنانے کا عمل مرکزی فہرست کا موضوع ہے لہذا اس ضمن میں مرکزی حکومت کی خصوصی ذمہ داری بھی ہے۔ یہ ذمہ داری خاص طور پر یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے ذریعہ پوری کی جاتی ہے۔ جس کا قیام پارلیمنٹ میں قانون بنا کر 1956ء میں عمل میں آیا تھا۔ اس کمیشن کے قیام کا مقصد یونی ورسٹی تعلیم کا فروغ اور معیار کا تعین کرنے اور ان کو برقرار رکھنے کے اقدام کرنا ہے۔ اور یونی ورسٹیوں میں امتحانات اور ریسرچ کی سہولتوں کو فراہم کرنا ہیں۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن بجملہ دوسری باتوں کے یونی ورسٹیوں کی مالی ضروریات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔ ان کو امداد فراہم کرتا ہے۔ یونی ورسٹی تعلیم کے فروغ کے لیے ضروری اقدام کی سفارش کرتا ہے اور مالی امداد کے الاٹمنٹ اور نئی یونی ورسٹیوں کے قیام کے لیے مشورے دیتا ہے۔

(2) خود اختیاری ریسرچ تنظیمیں

ہندوستانی کونسل برائے تاریخی تحقیق نئی دہلی، جو 1972ء میں قائم ہوئی تھی۔ تاریخی تحقیق پر ایک قومی پالیسی پر عمل درآمد کرتی ہے اور تاریخ کو سائنسی انداز میں تحریر کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے یہ تنظیم ریسرچ پروجیکٹ چلاتی ہے۔ نجی اسکالروں کے پروجیکٹوں کو مالی امداد دیتی ہے۔ فیلوشپ ایوارڈ کرتی ہے اور اشاعت اور ترجمہ کے کام کرتی ہے۔

فلسفیانہ ریسرچ کی ہندوستانی کونسل نے 1981ء میں کام کرنا شروع کیا تھا اس کے نئی دہلی اور لکھنو میں دفاتر ہیں۔ یہ تنظیم ترقی کا جائزہ لیتی ہے فلسفہ میں ریسرچ اور تحقیق کے پروگراموں اور پروجیکٹوں کو اسپانسر کرتی ہے۔ یا امداد دیتی ہے اور فلسفہ اور

موضوعات ڈسپلن میں تحقیق کے لیے فرد یا تنظیموں کو مالی امداد فراہم کرتی ہے۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ایڈوانسڈ اسٹڈی شملہ 1965ء میں قائم ہوا تھا۔ جو انسانیات (Humanities)، سماجی علم اور نیچرل سائنس میں ایڈوانس ریسرچ کے لیے ایک ریاستی مرکز ہے۔ یہ اسکالروں کی ایک برادری ہے جو تصوراتی ترقی پر مبنی علم اور معلومات کی نئی سرحدوں کی اور عصری افادیت کی تلاش میں ہے۔

ہندوستانی سوشل سائنس ریسرچ کونسل نئی دہلی ایک خود اختیار ادارہ ہے جو سائنسی تحقیق کو فروغ دینے اور ان میں تال میل قائم رکھنے کے اقدام کرتی ہے اس کے اصل کاموں میں سماجی سائنس ریسرچ کی ترقی کا جائزہ، حکومت کو تحقیقی سرگرمیوں میں مشورے دینا، تحقیقی پروگرام اسپانسر کرنا اور سماجی علوم میں تحقیق کے لیے نجی طور پر کام کرنے والوں اور تنظیموں کو امداد دینا شامل ہیں۔

(3) اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی

اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی (اگنو) پارلیمنٹ میں قانون بنا کر ستمبر 1985ء میں ملک کے تعلیمی نظام میں اوپن یونی ورسٹی اور فاصلہ جاتی نظام تعلیم کو رائج کرنے اور فروغ دینے اور ایسے نظاموں میں معیار کا تعین کرنے اور ان کو مربوط کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی یونی ورسٹی کے اہم مقاصد میں آبادی کے ایک بڑے حصہ کے لیے اعلیٰ تعلیم تک رسائی کو وسعت دینا، تعلیم کے عمل کو جاری رکھنے کے پروگرام منظم کرنا اور خواتین و پسماندہ نیز پہاڑی علاقوں میں رہنے والوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے خصوصی پروگرام شروع کرنا شامل ہے۔ اگنو یونی ورسٹی سطح پر تعلیم کا ایک جدید نظام فراہم کرتی ہے کورسیز کے تال میل، نام لکھانے کی اہلیت، داخلے کی عمر اور امتحانات کے طریقوں میں بھی وہ دوسروں سے بالکل مختلف ہے۔ یونی ورسٹی نے شائع شدہ لٹریچر اور سمعی اور بصری آلات پر مشتمل ایک مربوط کثیر میڈیا تعلیمی حکمت عملی اختیار کی ہے اس کے ساتھ وہ ملک بھر میں اسٹڈی مراکز کے نیٹ ورک پر مشاورتی اجلاس کا بھی اہتمام کرتی ہے۔

اندرا گاندھی اوپن یونی ورسٹی نے 1987ء میں اپنے پروگرام شروع کیے اور اب تک 604 کورسوں پر مشتمل 50 پروگرام شروع کر چکی ہے۔ 2000ء کے دوران 1.96 لاکھ سے زائد طلباء کو تعلیم کے مختلف پروگراموں کے لیے رجسٹرڈ کیا گیا۔ یونی ورسٹی نے خاص طور پر طلبا کی مدد کے لیے سروس نیٹ ورک قائم کیے ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں قائم 26 ریجنل مراکز اور 504 اسٹڈی مراکز پر مشتمل ہے۔ یونی ورسٹی نے قانونی اتھاریٹی کی حیثیت سے جو فاصلہ جاتی تعلیمی کونسل قائم کی ہے۔ وہ فاصلہ سے دی جانے والی تعلیم کے معیار کے تعین میں ایک کلیدی ادارہ ہے۔ دوردرشن نے مئی 1991ء میں اگنو کے پروگراموں کو ٹیلی کاسٹ کرنا شروع کیا جب کہ آل انڈیا ریڈیو کے ممبئی اور حیدرآباد اسٹیشنوں نے اگنو کے منتخب سمعی پروگراموں کو 1992ء کے اوائل سے ہی نشر کرنا شروع کر دیا تھا۔ 26 / جنوری 2000ء کو اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی نے ''گیان درشن'' نام سے ایک تعلیمی چینل شروع کیا ہے۔

اس وقت ملک میں نو دیگر اوپن یونی ورسٹیاں بھی ہیں جن کے نام یہ ہیں:

1. بی۔آر۔امبیڈکر یونی ورسٹی، حیدرآباد (آندھرا پردیش)۔

2. کوٹہ اوپن یونی ورسٹی، کوٹہ (راجستھان)

3. نالندہ اوپن یونی ورسٹی (بہار)

4. یشونت راؤ چوہان ناسک، مہاراشٹرا یونی ورسٹی (مہاراشٹرا)

5. بھوج اوپن یونی ورسٹی، بھوپال (مدھیہ پردیش)

6. امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی، احمد آباد (گجرات)

7. کرناٹک ریاستی اوپن یونی ورسٹی، میسور (کرناٹک)

8. نیتا جی سبھاش اوپن یونی ورسٹی، کلکتہ (مغربی بنگال)

9. راج رشی ٹنڈن اوپن یونی ورسٹی، الہ آباد (یوپی)

3.3.8 پیشہ وارانہ تعلیم

ثانوی تعلیم کو پیشہ وارانہ بنانے کی مرکزی حکومت کی اسکیم 1998ء سے نافذ ہے یہ ترمیم شدہ اسکیم 1993ء سے نافذ ہو چکی ہے۔ پلاننگ کمیشن اس پروگرام کو مرکزی حکومت کی کفالت والے دیگر پروگراموں کے ساتھ ریاستی حکومتوں کو منتقل کرنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک کوئی ٹھوس فیصلہ نہیں ہو پایا ہے۔ اس وجہ سے نویں منصوبہ کے شروع میں پیش رفت دھیمی رہی۔ اگست/1999ء میں اس پروگرام کو سرگرم بنانے کا فیصلہ لیا گیا اور ریاستی حکومتوں کو توسیع کے تحت تجاویز دینے کو کہا گیا۔ اس کے جواب میں کئی ریاستوں نے اسی پروگرام کو کامیاب بنانے اور اس کی وسعت کے لیے قدم اٹھائے ہیں۔ ان ریاستوں میں کیرل، مدھیہ پردیش، ہریانہ، آسام اور اترپردیش زیادہ سے زیادہ اسکولوں کو اس پروگرام کے تحت لانے اور نئے رائج نصاب شروع کرنے کی مہم شروع کر چکے ہیں۔

معاون پروگرام کے تحت قومی فیشن ٹکنالوجی (NIFT) کے معاون وسائل سے تین سرکاری اسکولوں میں فیشن اور سلے سلائے کپڑوں کا کورس شروع کیا گیا ہے۔ ان میں ایک اندور میں ہیں، دوسرا وشاکھاپٹنم اور تیسرا لدھیانہ میں ہیں۔ فِلّی کے تعاون سے اسی طرح کے پیشہ وارانہ نصاب سی۔بی۔ایس۔ای سے تسلیم شدہ ثانوی اسکولوں میں جلد شروع کیے جا رہے ہیں۔

3.3.9 نیشنل اوپن اسکول

نیشنل اوپن اسکول کا قیام نومبر 1989ء میں حکومت ہند کے وزارت فروغ انسانی وسائل کے تحت ایک خود مختار رجسٹرڈ سوسائٹی کے طور پر ہوا تھا۔ کلاس ایک سے 12 تک کے رجسٹرڈ طلبا کا امتحان لینے اور سرٹی فکیٹ دینے کا اختیار نیشنل اوپن اسکول کو دیا گیا ہے۔ یہ اپنے ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ ثانوی نصابوں کے ذریعہ ان طالب علموں کو پڑھانے کا موقع دیتا ہے۔ جو اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

نصاب کو مفید بنانے کے لیے ثانوی یا اعلیٰ ثانوی سطح کے نصاب تعلیم کے ساتھ پیشہ وارانہ تعلیم بھی دیتا ہے جو نصاب کے ساتھ

یا الگ بھی ہوتی ہے۔NOS کا بنیادی تصور اپنی پسند اور اپنی جگہ پر بہ آسانی مطالعہ کرنا ہے۔ نیشنل اوپن اسکول اساتذہ، پرنسپلوں اور عام شہریوں، نجی صنعت کاروں کی زندگی کو خوش حال بنانے کے لیے نصاب فراہم کرتا ہے۔ نیشنل اوپن اسکول نے 6 سے 14 سال تک عمر کے اسکول جانے والے بچوں اور بالغان طلبا کے لیے اوپن ابتدائی تعلیم پروجکٹ شروع کیا ہے۔ اس کی تین سطحیں ہیں:

(1) ابتدائی فاؤنڈیشن۔

(2) پرائمری۔

(3) بنیادی جورسمی اسکولوں کی کلاس 3،5 اور 8 کے برابر ہیں۔

اس کے علاوہ نیشنل اوپن اسکول غیر سرکاری اداروں پرائمری تعلیم کے شعبہ میں ابدائی اور اپر پرائمری معیار کے لیے مواد، ہم معیاریت اور سرٹی فیکٹ وغیرہ کے طور پر امداد فراہم کرتا ہے اسکول کو درمیان میں چھوڑ کر گئے طالب علم، گاؤں کے نوجوان، لڑکیاں اور عورتیں، شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈ ولڈ ٹرائب کے لوگ، معذور اور سابق فوجی وغیرہ جیسے حاشیے پر ہوئے گروپوں کو نیشنل اوپن اسکول ترجیح دیتا ہے۔

فاصلاتی تعلیمی پروگرام، جو نیشنل اوپن اسکول فراہم کر رہا ہے اس کے طریقہ کار میں درج ذیل اجزا شامل ہیں:

1. خود مطالعاتی مطبوعہ مواد: یہ مواد نیشنل اوپن اسکول کے اکیڈمک اسٹاف کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے جو کہ باتصویر اور تمثیلی ہوتا ہے۔

2. ذاتی ربط پروگرام: ذاتی پروگرام کے تحت کلاسیس لگائی جاتی ہیں۔ یا پڑھایا جاتا ہے اور تسلیم شدہ اداروں میں طلبا کو صلاح بھی دی جاتی ہے۔ یہ مرکز مطالعات پورے ملک میں ہیں۔ان مطالعاتی مرکزوں میں مشق (تجرباتی مطالعہ) بھی ہوتے ہیں۔

3. سمعی، بصری پروگرام: طالب علم ان پروگراموں کو تسلیم شدہ مراکز مطالعات میں جاکر دیکھ سکتے ہیں۔ یا تجربہ کر سکتے ہیں۔ عام طالب علم معمولی رقم کی ادائیگی کر کے خرید بھی سکتے ہیں۔

ملک اور غیر ممالک میں نیشنل اوپن اسکول کے 1000 مراکز مطالعہ ہیں۔ یہ مرکز مطالعہ انفرادی امداد کے ذریعہ تعلیمی عمل کو آسان بنا دیتے ہیں۔ غیر مقیم ہندوستانیوں اور غیر ملکی طلباء کے لیے تعلیم کو آسان بنانے کے مقصد سے نیشنل اوپن اسکول کے تسلیم شدہ مراکز وسطی ایشیاء (دبئی، ابوظہبی، مسقط اور کویت)، نیپال (کھٹمنڈو اور بھشوال) اور کناڈا (دکور) میں ہیں۔ نیشنل اوپن اسکول کا اپنا ایک ایکوامینیشن بورڈ ہے۔ نیشنل بورڈ آف سکنڈری اینڈ سنٹرل سکنڈری اینڈ ووکیشنل ایکوامینیشن، جو ثانوی واعلی ثانوی اور ووکیشنل امتحانات منعقد کرتا ہے۔ یہ بورڈ بھارت کے سی۔ بی۔ ایس۔ سی (سنٹرل بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن) اور کونسل فار دی انڈین اسکول سرٹی فیکیٹ ایکوامینیشن کے مساوی ہے۔ فاصلاتی تعلیم کے شعبہ میں نیشنل اوپن اسکول سال میں دوبار امتحان لیتا ہے۔ مئی اور نومبر میں نیشنل اوپن اسکول مارچ 1991ء میں برونئی (دارالسلام) میں منعقد ہین کامن ویلتھ فورم آن اوپن لرنگ میں فاصلاتی کورس کے شعبہ میں بہتر اور اداری حصول یابیوں کے لیے، کامن ویلتھ لرنگ ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

3.3.10 نو ودیہ ودیالیہ

ملک کے ہر ضلع میں ایک ماڈل اسکول کھولنے کا تصور قومی تعلیمی پالیسی 1986ء کے تحت کیا گیا تھا۔ اس کے مطابق ایک اسکیم تیار کی گئی جس کے تحت ہر ضلع میں اقامتی اسکول یعنی نو ودیہ ودیالیہ کھولنے کا فیصلہ کیا گیا۔ نو ودیا ودیالیہ مکمل طور پر اقامتی ہیں اور مخلوط تعلیم کے انسٹی ٹیوٹ ہیں اور یہ سنئر سکنڈری سطح تک کی تعلیم فراہم کرتے ہیں یہ اسکیم 86-1985ء میں تجربہ کے طور پر دو اسکولوں کے قیام کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ آج اس کے تحت 30 ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں 423 اسکول کھولے جا چکے ہیں جن میں 1.27 لاکھ طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہر سال تقریباً 25,000 نئے طلبا ان اسکولوں میں داخلہ لیتے ہیں۔ نو ودیہ ودیالیوں میں نشو ونما کا ایک نیا اسلوب اپنایا جارہا ہے جس میں خاص طور سے دیہی علاقوں کے ذہین، تابندہ اور باصلاحیت بچوں کی پہچان کی جاتی ہے اور انہیں آگے بڑھنے کے مواقع دیے جاتے ہیں ورنہ ایسے بچوں کو بہتر تعلیمی سہولیات نہیں مل پاتیں۔ ہر ایک نو ودیہ ودیالیہ میں کم سے کم ایک تہائی لڑکیوں کے داخلے کو یقینی بنانے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔ مائگریشن (منتقلی) نو ودیہ ودیالیہ کی ایک بے مثال خوبی ہے جہاں نویں کلاس کے 30 فی صد طالب علموں کو لسانی علاقے (ہندی بولنے والوں کے علاقوں میں غیر ہندی زبان بولنے والے اور اس کے برخلاف) سے مختلف لسانی علاقوں میں تبادلے کی اجازت ہے۔ شرط یہ ہے کہ انہوں نے کسی اسکول میں ایک پورے اکیڈمک سال تک تعلیم حاصل کی ہو اس کا مقصد ملک کی گنگا جمنی تہذیب اور طرح طرح کے لوگوں کو سمجھتے ہوئے قومی اتحاد کو فروغ دینا ہے۔

3.3.11 کیندریہ ودیالیہ

سنٹرل اسکولوں کے قیام کی اسکیم منظوری مرکزی حکومت نے 1962ء میں دوسرے پے کمیشن کی سفارشوں کی بنیاد پر دی تھی لیکن اس اسکیم پر عملاً برآمد وزارت تعلیم نے 1963 میں شروع کیا جب وزارت دفاع کے تحت چلنے والے 20 ریجنل اسکولوں کو قبضہ میں لے کر انہیں مرکزی اسکول یا کیندریہ ودیالیوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعد میں وزارت تعلیم نے کیندریہ ودیالیہ سنگھٹن کی تشکیل کی اور دسمبر 1965ء میں سوسائٹی کی حیثیت سے اس کا رجسٹریشن بھی ہو گیا۔ جس کا مقصد کیندریہ ودیالیوں کا قیام اور ان پر نگرانی رکھنا تھا۔ یہ اسکول بشمول فوجیوں کے مرکزی حکومت کے ان ملازمین کے بچوں کے لیے کھولے گئے تھے جن کے تبادلے ملک بھر میں کہیں بھی ہوتے رہتے ہیں تا کہ انہیں تعلیم کا یکساں نصاب بھی جگہ فراہم کرایا جا سکے۔ اس وقت کیندریہ ودیالیوں کی تعداد 874۔ ماسکو اور کھٹمنڈو میں بھی ایک کیندریہ ودیالیہ کا قیام ہے۔ سبھی کیندریہ ودیالیوں میں یکساں نصاب اپنایا جاتا ہے۔

3.3.12 تعلیم اور نواں پنج سالہ منصوبہ

1986ء میں نئی قومی تعلیمی پالیسی میں اس کارروائی منصوبہ (پروگرام آف ایکشن) کے تحت 21 ویں صدی شروع ہونے سے پہلے 14 سال کے عمر کی سبھی بچوں کو اطمنان بخش سطح کی مفت اور لازمی تعلیم دینے کا نشانہ رکھا گیا تھا۔ نویں منصوبہ کے تحت تعلیم کے

نشانے کو تین حصوں میں بانٹا گیا ہے:

(i) سبھی کی تعلیم تک رسائی

(ii) سبھی کو تعلیم کے عمل میں بنائے رکھنا اور

(iii) سبھی کو خواندہ بنانا

سال 2002ء تک سبھی کے لیے ابتدائی تعلیم کا نظام کا نشانہ حاصل کرنے کے لیے ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے ساتھ صلاح ومشورہ کر کے اہم پالیسیاں بنائی گئیں۔ اس کے نتیجہ میں پچھلے سالوں میں ہمہ گیر ابتدائی تعلیم پروگراموں میں سدھار ہوا ہے۔

ابتدائی اسکولوں (درجہ ایک سے چار تک) کی تعداد 51-1950 کے 5 لاکھ 38 ہزار کے مقابلہ 98-1997ء میں بڑھ کر 18 لاکھ 32 ہزار اسکولوں کا اضافہ ہوا۔

اپر پرائمری اسکولوں (چھ سے آٹھویں تک) کی تعداد 51-1950ء کے 86 ہزار سے بڑھ کر 98-1997ء میں 12 لاکھ ہو گئی۔

پرائمری سطح میں لڑکیوں کی داخلہ کی تعداد 51-1950 کی 54 لاکھ کے مقابلے 98-1997ء میں بڑھ کر 4 کروڑ 74 لاکھ اور اپر پرائمری اسکولوں کی 5 لاکھ سے بڑھ کر ایک کروڑ 58 لاکھ 70 ہزار ہو گئی۔

تعلیمی مصارف پہلے پنج سالہ منصوبہ میں 153 کروڑ روپے تھی جب کہ نویں پنج سالہ منصوبہ میں 20,381.64 کروڑ روپے رقم خرچ کی گئی۔

3.3.14 خواندگی کی شرح

آزادی کے وقت خواندگی کی شرح 16.33 فی صد (مرد خواندگی 27.16 اور عورتوں کی خواندگی 8.8.6 فی صد) تھی 1991ء میں پہلی بار خواندہ لوگوں کی تعداد ناخواندہ لوگوں سے زیادہ ہوئی جب کہ بھارت میں وہ 52.12 فی صد خوندگی کی شرح حاصل کرتے ہوئے آدھا راستہ طے کیا اس میں مرد خواندگی 64.1 فی صد اور عورتوں کی خوندگی شرح 39.3 فی صد تھی۔

قومی نمونہ سروے تنظیم کے 53 ویں دور کے سروے کے مطابق بھارت میں خواندگی کی شرح بڑھ کر 62 فی صد تک پہنچ گئی تھی جس میں مرد اور عورت کی خواندگی شرح بتدریج 73 اور 50 فی صد تھی۔ 15.35 سال کے عمر گروپ میں خواندگی شرح 66 فی صد تھی جس میں 77 فی صد مرد اور 54 فی صد عورتیں خواندہ تھیں۔ 97-1991ء کے دہے میں مردوں کے مقابلے عورتوں کی خواندگی شرح میں زیادہ اضافہ ہوا۔ (اس عرصہ میں مردوں کی خواندگی میں 7.8 فی صد اور عورتوں کی خواندگی میں 9.6 فی صد اضافہ ہوا تھا) اس طرح عورتوں میں خواندگی کی شرح نہ صرف یہ کہ زیادہ رہی بلکہ اس میں تھوڑا اضافہ اور ہوا۔ 1991ء میں ناخواندہ لوگوں کی تعداد 3288.8 لاکھ سے 1997ء میں گھٹ کر 2946 لاکھ رہ گئی۔ یہ اس حقیقت کے باوجود ہوا کہ بھارت کی سالانہ آبادی میں اضافہ کی

شرح اس مدت میں 1.8 فی صد سے تھوڑا ہی زیادہ رہی ہے۔ نیشنل نمونہ سروے تنظیم کے اعداد و شمار میں 1991ء سے 1997ء یعنی صرف 6 سال کے دوران خواندگی میں 10 فی صد اضافہ دکھایا گیا ہے۔ پچھلے دہوں یعنی 61-51، 81-71 اور 8.7 تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف 6 سال میں 10 فی صد اضافہ ہونا کبھی دہوں میں ہوئی اوسط اضافہ سے زیادہ ہے۔

کل خواندگی کے معاملہ میں میزورم کا نمبر پہلا ہے جہاں 1997ء میں 95 فی صد لوگ خواندہ تھے۔ جب کہ دوسرے نمبر پر کیرل ہے جہاں یہ شرح 93 فی صد تھی۔ جنوبی ریاستوں میں تمل ناڈو نے 1991ء سے 1997ء کے دوران شاندار حصول یابیوں کا سلسلہ جاری رکھا ڈ جو اس دوران 62.66 فی صد سے بڑھ کر 70 فی صد پر پہنچ گیا۔

1991-1997ء کے درمیان راجستھان میں خواندگی حالات میں ڈرامائی طور پر سدھار ہوا اس مدت میں خواندگی کی شرح 38.5 فی صد سے 49 فی صد اور مدھیہ پردیش 44.2 سے 56 فی صد پر پہنچ گئی۔ اس مدت میں ہماچل پردیش کا نمبر تیسرا رہا جہاں خواندگی شرح 63.9 فی صد سے بڑھ کر 77 فی صد ہوگئی۔ مہاراشٹرا میں خواندگی شرح 64.9 فی صد سے بڑھ کر 74 فی صد اور گجرات میں 61.3 فی صد سے بڑھ کر 68 فی صد ہوگئی۔

مشرقی ریاستوں میں سکم، مغربی بنگال اور آسام کی حصول یابیاں بہتر رہی ہیں۔ سکم میں خواندگی شرح 56.9 سے بڑھ کر 79 فی صد اور مغربی بنگال میں 57.7 فی صد سے بڑھ کر 72 فی صد پر پہنچ گئی جہاں 14.3 فی صد کا نمایا اضافہ ہوا۔ اسی طرح آسام میں خواندگی شرح 52.9 فی صد سے بڑھ کر 75 فی صد پر پہنچ گئی۔ بدقسمتی سے اڑیسہ کی حصول یابی مایوس کن رہی جہاں 1.9 فی صد اضافہ ہوا ہے۔

شمال مشرقی علاقوں میں بھی خواندگی شرح میں قابل قدر اضافہ ہوا۔ جہاں میگھالیہ میں یہ 49.1 فی صد سے بڑھ کر 77 فی صد اور ناگالینڈ میں 61.1 فی صد سے بڑھ کر 84 فی صد پر پہنچ گئی۔ مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں مجموعہ انڈمان نکوبار جزائر میں اب 97 فی صد، لکش دیپ میں 96 فی صد اور پانڈیچیری میں 90 فی صد لوگ خواندہ ہیں۔ قومی راجدھانی خطہ میں دلی کی خواندگی شرح 1991ء میں 75.3 فی صد تھی جو 1992 میں بڑھ کر 85 فی صد پر پہنچ گئی۔

2001ء مردم شماری کے مطابق قومی سطح پر شرح خواندگی 65.38 فی صد تھی جب کہ 1951ء میں یہ شرح صرف 16.67 فی صد تھی۔ 12 ریاستوں میں شرح خواندگی کا تناسب، قومی سطح سے بھی کم ہے۔

3.4 تربیت

تربیت انسانی وسائل کے فروغ کا اہم جزو ہے۔ ذیل میں ہم مختلف تربیتی اداروں کا جائزہ لیں گے۔

آزادی حاصل کرنے کے وقت ملک میں ڈپلوما سطح پر پولی ٹیکنک اداروں کی تعداد 43 تھی جن میں صرف 3400 طالب علموں کو داخلہ دینے کی صلاحیت تھی۔ جب کہ آج (جون 2000ء میں) ان کی تعداد بڑھ کر 1215 ہوگئی ہے اور ان میں طالب علموں کو داخلہ دینے کی تعداد 2.12 لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔

اس طرح ڈگری سطح کے ٹیکنیکل اداروں میں داخلوں کی تعداد بالترتیب 1947ء میں 38 اور 2940 تھی۔ جو بڑھ کر اداروں کی تعداد 768 اور طالب علموں کو داخلہ دینے کی صلاحیت 1.86 لاکھ تک پہنچ گئی۔

پوسٹ گریجویٹ سطح کے ٹکنیکل اداروں کی تعداد 150 ہے اور طلبا کے داخلوں کی تعداد 10 ہزار ہے۔ اس کے علاوہ قومی سطح پر انڈین انسٹیوٹ آف ٹکنالوجی کے (6) ادارے قائم ہیں اور (17) علاقائی انجنیرنگ کالج موجود ہیں۔ اور یونی ورسٹی کے تحت (55) ادارے فل ٹائم اور پارٹ ٹائم اور Corresponding کے ذریعہ Management Courses کی سہولتیں کئی ٹیکنیکی اداروں میں فراہم کی جارہی ہیں۔

3.5 تحقیق

ہندوستان میں سرکاری اور خانگی سطح پر مختلف تحقیقاتی ادارے موجود ہیں جو مختلف عنوانات پر تحقیق کرتے ہیں۔ جیسے تاریخی تحقیق کی ہندوستانی کونسل نئی دہلی۔ جو 1972ء میں قائم ہوئی تھی۔ تاریخی تحقیق پر ایک قومی پالیسی پر عمل درآمد کرتی ہے اور تاریخ کو سائنسی انداز میں تحریر کرنے کی حوصلہ کو مالی امداد فراہم کرتی ہے۔ فیلوشپ عطا کرتی ہے۔ اشاعت اور ترجمہ کا کام بھی کرتی ہے۔

ملک میں 227 یونی ورسٹیاں قائم ہیں جن میں 16 مرکزی یونی ورسٹیاں ہیں اور بقیہ ریاستی ایکٹ کے تحت قائم ہیں اور کام کرتی ہیں۔ اور ہر یونی ورسٹی میں تحقیقی مراکز قائم ہیں۔

3.5.1 تعلیمی تحقیق اور تربیت کی قومی کونسل

تعلیمی تحقیق اور ٹریننگ کی قومی کونسل (این۔سی۔ای۔آر۔ٹی) کا قیام ستمبر 1961 میں ہوا تھا۔ کونسل حکومت ہند کے وزارت فروغ انسانی وسائل کے شعبہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ کونسل کا خاص مقصد وزارت کو اسکولی تعلیم کے میدان میں پالیسیاں اور اہم پروگرام کے نفاذ میں تعاون اور صلاح دینا ہے۔ پالیسیوں اور پروگرام کو تیار کرنے اور ان کے نفوذ کے لیے بھی وزارت کافی حد تک کونسل کے ماہرین کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ کونسل کے کل اخراجات کو حکومت ہند برداشت کرتی ہے۔

کونصل کے ملک بھر میں علاقائی ادارے اور سبھی اہم ریاستوں میں علاقائی دفاتر بھی ہیں۔ کونسل اسکولی تعلیم اور ٹیچر تعلیم میں تحقیق کے لیے، امداد اور ترغیب دیتی ہے۔ اور ہم آہنگی قائم کرتی ہے۔ اساتذہ کے لیے قبل خدمات اور خدمات کے دوران ٹریننگ کا اہتمام کرتی ہے اداروں کو اضافی خدمات فراہم کراتی ہے۔ تدریس کی بہتر تکنیک، عمل اور قیمت کو فروغ دیتے ہوئے ان کے بارے میں تجرباتی عمل کرتی ہے۔ تعلیم سے متعلق معلومات اکٹھا کرنا، تالیف، نشرواشاعت اور مدون کے عمل بھی انجام دیتی ہے۔ اسکولی تعلیم میں بہتر اصلاح کے لیے پروگرام کا نفاذ کرنے اور فروغ دینے میں ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کو تعاون دیتی ہے۔ یہ بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ بھی تعاون کرتی ہے۔ ایشیاء اور پیسفک علاقوں میں فروغ سے متعلق تجدید تعلیمی پروگرام (APEID) یونیسکو،

بینکاک سے منسلک قومی ترقیاتی گروپ (NDG) کے اکیڈمک سکریٹریٹ کے طور پر بھی کام کرتی ہے۔

نصاب کی کتابوں کو فروغ، طبع کرنا، اور ان کی تقسیم کا کام بھی کرتی ہے۔ ستمبر 2000ء میں قومی تعلیمی تحقیق اور ٹریننگ کونسل میں اقرار پر مبنی تعلیم کے لیے ایک مرکز وسائل کا قیام عمل میں آیا۔ اس مرکز کو اسکولوں میں اقدار پر مبنی تعلیم کے لیے بنیادی خاکہ تیار کرنے کا کام سونپا گیا ہے اس کے علاوہ یہ مرکز مزید دیگر کام بھی کرے گا جس میں شامل ہیں:

موجودہ تعلیمی نصابوں کی نظر ثانی اور تجزیہ، اقدار تعلیم کے موجودہ پروگرام پر غور کرنا، بچوں کے لیے ضمنی مطالعاتی مواد تیار کرنا اور ان سرگرمیوں کو فروغ دینا جن سے قومی اتحاد اور تہذیبی، ثقافتی میل ملاپ کو بڑھاوا ملے اور اس کا فروغ حاصل ہو۔

3.6 صحت

آئین کی رو سے صحت ریاستی فہرست کے تحت آتا ہے۔ تاہم مختلف معاملوں میں مرکزی حکومت کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑے سرایت پذیر امراض اور غیر سرایت پذیر امراض کے کنٹرول اور سد باب، واضح پالیسی سازی، میڈیکل اور نیم طبی تعلیم اور اس کے انضباطی اقدام، اور یہ کنٹرول اور اشیا خوردنی میں ملاوٹ پر روک جیسے اہم کاموں میں مرکزی حکومت بھی مداخلت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں آبادی کے اضافہ پر کنٹرول، محفوظ زچگی، طفلی بقا اور ٹیکا لگانے کے پروگراموں میں بھی مرکز ریاستی حکومتوں کی مدد کرتا ہے۔

آزادی کے وقت زچگی کے دوران شرح اموات 27.4 فی ہزار تھی جو 1998ء میں کم ہو کر صرف 9 فی ہزار ہوگئی۔ اس عرصہ میں طفلی شرح اموات 134 فی ہزار سے کم ہو کر 72 فی ہزار رہ گئی۔ 1947ء میں اوسط عمر 32 سال تھی جو اب تقریباً 62 سال ہوگئی ہے۔ گنی ورم سے ہونے والی بیماریوں پر پوری طرح قابو پالیا گیا ہے۔

1996ء کے بعد سے ان بیماریوں کا کوئی معاملہ سامنے نہیں آیا۔ جذام کا مرض، پولیو، نوزائدہ بچوں کے ٹیٹنس اور آئیوڈین کی کمی سے ہونے والے امراض کے مکمل خاتمہ کی سمت مسلسل پیش رفت ہو رہی ہے۔

(1) صحت کے منصوبے

متعددی امراض میں لوگوں کے مبتلا ہونے اور اموات روکنے کے لیے مرکزی حکومت کے ذریعہ چلائی جاری اسکیموں کے تحت کئی قومی سطح کے پروگرام عمل میں لائے جا رہے ہیں۔ اہم صحت اسکیموں میں انسداد ملیریا، اندھاپن، جذام، ٹی بی، ایڈس (جس میں خون کی حفاظت کے اقدام شامل ہیں)۔ اور سرایت پذیر جنسی امراض کے کنٹرول اور کینسر کنٹرول کے قومی پروگرام چلائے جا رہے ہیں۔ اچانک صدمہ اور ریڑھ کی ہڈی کے چوٹوں کے علاج پر خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ دل کی بیماریوں، ذیابطیس کے علاج اور طبی لحاظ سے معذور افراد کی باز آبادکاری کے لیے پیشگی پراجیکٹس چلائے جا رہے ہیں۔

مرکزی سیکٹر کے صحت پروگراموں کے لیے سال 2000-1999 اور 2001-2000ء میں بالترتیب 1,160 کروڑ اور 1,300 کروڑ روپے خرچ کرنے کا منصوبہ رکھا گیا۔ اس میں علی الترتیب 47-483 اور 482 کروڑ روپے کی غیر ملکی امداد شامل ہے۔

(2) قومی صحت پروگرام

i ملیریا(Malaria): قومی انسداد ملیریا پروگرام کسی ایک قابل سرایت مرض کے خلاف چلا جانے والا دنیا کا واحد سب سے بڑا پروگرام ہے اور یہ ملک کا بھی سب سے جامع اور کثیر الجہتی عوامی صحت پروگرام ہے۔ حصول آزادی کے وقت ملک میں ملیریا کے مرض میں مبتلا مریضوں کی تعداد 7.5 کروڑ تھی۔ لیکن 1958ء میں قومی انسداد ملیریا پروگرام کے کامیاب نفاذ سے 1965ء میں حاصل شدہ اعداد و شمار کے مطابق یہ تعداد صرف ایک لاکھ رہ گئی۔ ملیریا سے ہونے والی اموات پر پوری طرح قابو پالیا گیا۔ بدقسمتی سے کچھ وجوہات کی بنا پر ان کی کامیابیوں کو جاری رکھنا ممکن نہیں ہوسکا۔ دوبارہ ملیریا پھیلنے کی وجہ سے انسداد ملیریا پروگرام کو معمولی ترمیم کے ساتھ پھر شروع کیا گیا۔ یہ ترمیم شدہ پروگرام یکم/اپریل 1977ء کو نافذ ہوا۔

اس پروگرام کے نفاذ کے بعد ملیریا کے معاملوں میں متواتر کمی آئی۔ سال 1976ء میں جہاں 6.47 ملین معاملے سامنے آئے تھے وہیں 1987ء میں یہ تعداد کم ہو کر محض 1.66 ملین رہ گئی۔ 1989ء سے ملیریا کے معاملوں کی تعداد سالانہ 20 سے 30 لاکھ تک ہے۔ 1999ء میں 2280 لاکھ (عارضی) معاملوں کا پتہ چلا جن میں 11 لاکھ 40 ہزار معاملے پی۔ فالسیپرم سے جڑے تھے اور ملیریا سے 1053 اموات ہوئی تھیں۔ 1997ء کے آخری اعداد و شمار کے مطابق ملیریا اور پی فالسیپرم (پی ایف) کے معاملوں میں کمی آئی۔ ملیریا کے 24.5 لاکھ اور پی ایف کے 9.2 کچھ معاملہ درج کیے گئے۔ 1996ء میں ملیریا سے 1009 اور 1997ء میں 711 موتیں واقع ہوئیں۔ شمال مشرقی ریاستوں میں ملیریا کے زیادہ پھیلاؤ اور ان ریاستوں میں وسائل کی کمی کے مد نظر دسمبر 1994ء سے ریاستوں کو ملیریا کے سدباب کے لیے مرکز سے صد فیصد مالی امداد دی جا رہی ہے۔ ملیریا موٹ کنٹرول کے لیے ستمبر 1997ء سے عالمی بینک کے تعاون سے ایک وسیع ملیریا پراجکٹ چلایا جا رہا ہے۔ اس پراجکٹ کے تحت آندھرا پردیش، بہار، گجرات، مدھیہ پردیش، مہاراشٹرا، راجستھان اور اڑیسہ کے سوقبائلی اکثریتی اضلاع اور ملیریا کے لحاظ سے غیر محفوظ 19 قصبے شامل کیے گئے ہیں۔

ii جاپانی انسفلیٹیس (Japaniese Encephalities): جاپانی انسفلیٹیس (اے۔ای) مرض ایک وائرس کی وجہ سے ہوتا ہے اور مچھروں کے ذریعہ پھیلتا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے ہونے والی اموات کی شرح 30 سے 45 فی صد تک ہے۔ آندھرا پردیش، مغربی بنگال، آسام، تمل ناڈو، کرناٹک، کیرالا، منی پور، ہریانہ اور بہار اس کے سب سے زیادہ معاملے درج کیے گئے۔ 1998ء کے دوران 2120 معاملوں کا پتہ چلا اور 507 موتیں 1999ء میں 3.427 معاملہ اور 680 موتیں درج کی گئی۔ مرکزی تحقیقی ادارہ، کسولی میں اس مرض کے علاج کے لیے ٹیکا تیار کیا جاتا ہے۔ جاپانی انسفلیٹیس کے کنٹرول کے لیے قومی انسداد ملیریا پروگرام کے تحت سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے۔

iii ڈینگو بخار/ڈینگو دماغی بخار: ڈینگو بخار ایک جراثیمی بیماری ہے جو مادہ اے ڈیز (AEDES) مچھروں کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ ہندوستان میں پہلی بار 1950ء کے بیچ میں اس کے جرثومے کو پہچانا گیا۔ ملک کے مختلف حصوں بالخصوص شہری علاقوں میں کئی بار اس بیماری نے وبائی شکل اختیار کرلی۔ چار قسم کے ڈینگو وائرل کی بیماریاں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔ ڈینگو وائرل صرف علامتی بھی رہ

سکتا ہے یا پھر بخار کی وجہ ہونے والی بیماری (وائرل سنڈ روم) یا ڈینگو ہیمبرج بخار کی شدت کی شکل لے سکتی ہے۔

دلی میں 1996 میں ڈینگو کی وبا پھیلی تھی اس وقت کل 10,252 معاملے سامنے آئے تھے اور 423 اموات کی اطلاع ملی تھی۔ ہریانہ، پنجاب، اتر پردیش، کرناٹک، مہاراشٹرا، اور تامل ناڈو سے بھی اسی سال 16517 لوگوں کے بیمار ہوئے اور 595 لوگوں کے مرنے کی اطلاع ملی تھی 1997 میں 1177 لوگوں کو یہ مرض ہوا تھا۔ اور 36 اموات ہوگئی تھیں۔ 1999ء میں 944 لوگوں کو ڈینگو ہوا جن میں 17 کی موت ہوگئی یہ موتیں تامل ناڈو، کرناٹک، دہلی، کیرالا، ہریانہ، مہاراشٹرا، اڑیسہ اور راجستھان سے پنجاب، اتر پردیش اور گجرات میں ہوئی۔ سال 2000 کے دوران 92 معاملوں کا پتہ چلا ہے۔ جن میں دلی 2، گجرات 29، کرناٹک 23، پنجاب 1، مہاراشٹرا 1، اور تامل ناڈو 36 معاملے درج کیے گئے اور ایک موت بھی ہوئی۔

iv دق: ایک اندازے کے مطابق ملک میں تقریباً 1 کروڑ 40 لاکھ دق کے مریض ہیں۔ ان میں سے 35-30 لاکھ مریضوں میں اس مرض نے خطرناک متعدی مرض کا روپ لے لیا ہے۔ اندازہ ہے کہ اس مرض سے ہر سال 5 لاکھ مریضوں کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ 466 ضلعوں میں ضلع ٹی۔ بی مراکز قائم کیے گئے ہیں۔ ملک میں بڑے شہروں اور شہروں میں 330 ٹی بی کلینک ہیں۔ جب کہ 17 دق تربیتی اور مظاہری مراکز ہیں۔ اور ملک کے مختلف ہسپتالوں میں دق کے مریضوں کے لیے 47,600 بیڈ فراہم کیے گئے ہیں۔

قومی ٹی بی کنٹرول پروگرام کو حکومت ابھی ترجیح دیتی ہے اس پروگرام کے نفاذ کے لیے بجٹ میں قابل قدر اضافہ کیا گیا ہے 1981ء میں اس پروگرام کے لیے 183.05 لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے۔ جب کے 2000-1999ء میں 95 کروڑ روپے مقرر کیے گئے۔ ٹی بی کے کنٹرول کے نظر ثانی شدہ عملی منصوبوں میں تھوک کی جانچ کے ذریعہ علاج پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے۔ اور اس کے نظر ثانی شدہ نشانے بھی رکھے گئے ہیں۔ ٹی بی 85 فی صد مریضوں کے علاج میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ نظر ثانی شدہ قومی ٹی بی کا کنٹرول پروگرام 26 مارچ 1997ء سے شروع کیا گیا۔ ترمیم شدہ عملی منصوبہ عالمی بینک کے تعاون سے ملک کے 102 اضلاع میں مختلف مرحلوں میں چلایا جارہا ہے۔ اس کے مطابق 40 کروڑ لوگوں کو علاج کے دائرے میں لایا جائے گا۔ یہ پروگرام کافی کامیابی سے چل رہا ہے ڈانڈا اور ڈی۔ ایف۔ آئی۔ ڈی کی مدد سے بالترتیب اڑیسہ، آندھرا پردیش میں دس کروڑ لوگوں کو مزید علاج کے دائرے میں لانے کی تجویز ہے۔ اس وقت ترمیم شدہ قومی دق کنٹرول پروگرام کے تحت قریب 20 کروڑ لوگوں کی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں۔ اس پروگرام جن دس مریضوں کے تپ دق کے مریض ہونے کی توثیق ہو جاتی ہے۔ ان میں سے آٹھ تو صحت یاب ہو ہی جاتے ہیں۔ ابھی تک تقریباً 25 لاکھ لوگوں کو ترمیم شدہ تپ دق کنٹرول پروگرام کے تحت علاج کیا گیا ہے 40,000 سے زیادہ لوگوں کو بچایا گیا ہے اور لاکھوں لوگوں کو تپ دق کے مرض کے سرایت پذیر ہونے سے بچاؤ کیا گیا ہے۔

v جذام: دنیا میں سب سے زیادہ 67 فی صد جذام کے مریض ہندوستان میں ہیں۔ قومی انسداد جذام پروگرام 1983ء میں شروع کیا گیا۔ یہ پروگرام پوری طرح مرکزی حکومت کے ذریعہ چلایا جارہا ہے۔ اس پروگرام کا مقصد جذام کے مرض کو 2000ء تک پوری طرح ختم کردینا ہے تاکہ اس مرض کے معاملوں کو 1 مریض فی 10,000 آبادی سے بھی کم کردیا جائے۔ مختلف ریاستوں

اور مرکزی علاقوں میں مارچ 2000ء تک 778 جذام کنٹرول اکائیاں، 907 شہری جذام مراکز، 290 عارضی ہسپتال بھرتی وارڈ تعمیری سرجری اکائیاں، 49 جذام کے علاج کے لیے تربیتی مراکز 40 نمونہ سروے اور تخمینہ اکائیاں اور 353 گشتی علاج اکائیاں قائم کی گئی ہیں۔ ملک کے تمام اضلاع میں مفت علاج کی سہولت فراہم کرنے کے لیے 490 ضلع جذام سوسائٹیاں بنائی گئی ہیں۔ قومی انسداد جذام پروگرام کے ساتھ ساتھ تقریباً 285 رضا کار تنظیمیں بھی کام کر رہی ہیں۔ مارچ 2000ء تک ملک میں ساڑھے چار لاکھ جذام کے مریض تھے۔ 1981ء میں فی 10 ہزار آبادی میں 57 جذام کے مریض تھے مارچ 2000ء تک یہ تعداد کم ہو کر صرف 4.7 فی 10 ہزار رہ گئی۔ ملک کی سبھی ریاستوں اور مرکزی علاقوں میں انسداد جذام کے ترمیم شدہ مہم چلانے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس مہم کے تحت کل 4 لاکھ 64 ہزار نئے مریضوں کی پہچان کی گئی ہے۔ اس طرح کے مہم کا دوسرا دور 2000-1999 میں سبھی ریاستیں مرکز کے زیر انتظام علاقوں (دی۔ وادر دیگر حویلی اور مجموعہ جزائر انڈومان ونکوبار کو چھوڑ کر) میں چلایا گیا۔ مہم کے تحت 2 لاکھ 10 ہزار نئے مشکوک جذام کے مریضوں کی پہچان کی گئی جن میں اس مرض کی توثیق ہوگئی۔ ان کے مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ ناگالینڈ، ہریانہ، پنجاب، ہماچل پردیش، تریپورہ، مگھالیہ، میزورم، سکم اور جموں وکشمیر کے جموں ڈویژن میں جذام مرض خاتمے کی سطح پر پہونچ چکا ہے اور سات ریاستیں مرکز کے زیر نگرانی علاقے اس سطح پر پہونچنے والے ہیں۔ مرض جذام کا پتہ لگانے اس کے بارے میں جانکاری دینے اور اس کے علاج میں غیر سرکاری تنظیموں کو حکومت ہند مالی امداد فراہم کر رہی ہے۔

(3) پلس پولیو کے انسداد کی مہم

ملک میں پولیو کا پوری طرح قلع قمع کرنے کی مہم میں تیزی لانے کے لیے 96-1995ء میں پلس پولیو کے سد باب کی مہم شروع کی گئی۔ جس میں 3 سال تک کے سبھی بچوں کو پولیو خوراک دی گئی 97-1996ء میں عمروں کی حد بڑھا کر 5 سال تک کے سبھی بچوں کے لیے کردی گئی۔ 2000-1999ء پورے ملک کے بچوں کو پلس پولیو کی خوراک دی گئی۔ خوراک دینے کے چار دور چلائے گئے۔ ہر دور میں 14 کروڑ 60 لاکھ سے زیادہ بچوں کو پولیو کی خوراک دی گئی۔

(4) میڈیکل راحت اور رسد اسپتال اور ڈسپنسری

میڈیکل سہولیات خصوصی طور پر مرکزی اور ریاستی حکومتیں مہیا کراتی ہیں۔ کچھ چیریٹیبل، رضا کار اور نجی ادارے بھی یہ سہولیات فراہم کرتی ہے۔ چھوٹے اسپتالوں سے بہتر علاج کے لیے بڑے اسپتالوں میں بھیجے جانے والے مریضوں کی نگہداشت کے لیے ضلع اور سب ڈویژنل اسپتالوں کی خامیوں کو دور کر کے اسے بہتر بنایا جا رہا ہے۔ یکم جنوری 1996ء میں اسپتالوں کی تعداد 15,188 لاکھ اور فی اسپتال 63,578 مریضوں کا علاج کیا۔

(5) خاندانی منصوبہ بندی

ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔ اور آبادی کے لحاظ سے دنیا میں اس کا مقام دوسرا ہے۔ دنیا کے 24 فی صد رقبہ پر یہاں دنیا کی کل آبادی 16 فی صد حصہ آباد ہے۔ ہندوستان کی آبائی میں ہر سال 1.8 کروڑ کا اضافہ ہوتا ہے۔ عوامی صحت اور بہبود کے فروغ کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے 1951ء میں یہ پروگرام شروع کرنے والا ہندوستان دنیا کا پہلا ملک تھا۔ ملک کی جمہوری روایت کے مطابق خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کے ذریعہ کوشش کی جارہی ہے کہ لوگ اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق خاندانی منصوبہ بندی کے دستیاب طریقوں کو اپنا کر ذمہ دار منصوبہ خاندان کے روپ میں زندگی گزار سکیں۔

1951ء میں ہندوستان کی آبادی 36.11 کروڑ تھی جو 1991 کی مردم شماری کے مطابق بڑھ کر 84.63 کروڑ ہوگی اندازہ ہے کہ اگر آبادی پر روک نہ لگائے جائے تو 91-1981ء کے دہے میں آبادی کا سالانہ متواتر شرح اضافہ 2.71 فی صد ہوگا۔ جب کہ 1991ء کی مردم شماری میں یہ شرح 2.14 فی صد رہا۔ نمونہ رجسٹریشن نظام کے مطابق آبادی کی قدرتی شرح نمو میں 1998ء میں 1.97 فی صد کی کمی آئی جب کہ 1997ء میں 1.75 فی صد کی کمی آئی۔

ریاستوں میں آبادی کے اضافہ کو روکنے کی کامیابیوں میں کافی تنوع ہے۔ جیسے کرالا اور ٹمل ناڈو میں خام شرح پیدائش بالترتیب 18.3 اور 19.2 ہے۔ یہ بہت اچھی کامیابی ہے۔ دوسری جانب خام شرح پیدائش بہار میں 31.7، مدھیہ پردیش میں 30.7، راجستھان میں 31.6 اور اتر پردیش میں 32.4 ہے۔ ان چار ریاستوں میں ہندوستان کی کل آبادی کا 40 فی صد حصہ آباد ہے۔ یہ شرح پیدائش 1998ء سے 26.5 فی ہزار کے قومی اوسط سے زیادہ ہے۔ تولیدگی شرح بہار میں 4.4، مدھیہ پردیش میں 4.0، راجستھان میں 4.2 اور اتر پردیش میں 4.8 ہے۔ یہ کل ہند سطح کی اوسط 33 سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح طفلی اموات کی شرح میں بھی تنوع دیکھی گئی ہے۔ ایک جانب کیرالا ہے جہاں طفلی اموات کی شرح 16 فی ہزار زندہ پیدائش ہے۔ جب کہ دوسری جانب مدھیہ پردیش میں اور اڑیسہ میں 98 فی ہزار ہے۔

3.6.8 قومی صحت پالیسی 2002

عوامی صحت پالیسی ایک ایسا نظام ہے جو عوام کو صحت مند رکھنے کی غرض سے لیے جانے والے فیصلوں کے حالات بہتر ہوتے ہیں اور انہیں محفوظ اور مناسب زندگی میسر آتی ہے۔ دستاویز ہے جو ترجیحات کا تعین کرتی ہے۔ صحت پالیسی کی مناسبت کی جانچ عوام کی صحت پالیسی کی مناسبت کی جانچ عوام کی صحت پر پڑنے والے اس کے اثرات سے کی جاسکتی ہے۔ پہلی باقاعدہ صحت پالیسی 1983ء میں تشکیل دی گئی۔ اس کے بعد سے صحت کے شعبہ میں کافی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ 1983ء کی پالیسی کے بعض دیگر میدانوں میں نتائج حسب توقع نہیں رہے۔

قومی صحت پالیسی 2002ء سے قبل کی صورتحال ملیریا، ڈینگو، جاپانی، دماغی بخار، دق، ایچ آئی وی، ایڈس خراب پانی سے

پھیلنے والی بیماریاں آنتوں کی سوزش ہیضہ ہیپاٹائس وغیرہ بیماریاں آج بھی لاحق ہیں۔ طرز زندگی کے سبب پیدا ہونے والی بیماریوں مثلاً ذیابطیس کینسر اور دل کی بیماریوں میں بھی اموات میں اضافہ ہو رہا ہے البتہ صحت کی دیکھ بھال کے سبب معمر افراد کی اوسط عمر میں اضافہ ہوا ہے۔ خواتین میں بچوں میں غذائیت کی کمی بھی تشویش کا سبب بنی ہوئی ہے ملک میں صحت عامہ کے لیے کی جاری سرمایہ کاری نسبتاً کم ہے۔ اور اس میں مزید کمی آ رہی ہے۔ مجموعی ملکی پیداوار کے فی صد کے طور پر یہ 1990ء میں 13 فی صد کے طور پر یہ 1990ء میں 13 فی صد سے کم فی صد سے کم ہو کر 1999ء میں 0.9 فی صد رہ گئی۔ صحت کے شعبہ میں ملک میں ہونے والے سرمایہ کاری مجموعی ملکی پیداوار کا 5.2 فی صد ہے۔ اس کا 17 فی صد خرچہ حکومت کرتی ہے جب کہ بقیہ خرچہ عوام کرتے ہیں۔ صحت کے شعبہ کے لیے رقومات میں 5.5 فی صد کی آئی ہے اس وقت ملک میں صحت پر فی کس 200 روپیہ خرچ کئے جا رہے ہیں۔

صحت پالیسی کے مقاصد

صحت پالیسی کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

2000-2015ء تک حاصل کیے جانے والے مقاصد:

سال مقاصد

2003 کلینکوں طبی اداروں میں کم از کم معیارات کے سلسلہ میں قانون سازی پولیو اور وبا کا خاتمہ۔

جذام کا خاتمہ

قومی صحت اکاونٹس اور صحت سے متعلق اعداد و شمار کی نگرانی کا مربوط نظام کا قیام۔

صحت کے شعبہ پر خرچ کو بجٹ کے 5.5 فی صد سے بڑھ کر 7 فی صد کرنا صحت کے کال بجٹ کا ایک فی صد طبی تحقیق پر خرچ کرنا۔

صحت عامہ کے پروگراموں کے نفاذ کو لامرکوز کرنا۔

2007 ایچ آئی وی ایڈس میں اضافہ کی سطح صفر تک لانا۔

2010ء کالا آزاد کا خاتمہ۔

ٹی۔ بی۔ ملیریا اور دیگر ویکٹر پانی کی بیماریوں سے ہونے والے اموات میں 50 فی صد کمی لانا۔

اموات میں 50 فی صد کمی لانا۔

اندھے پن میں 0.5 فی صد کمی لانا۔

آئی۔ ایم۔ آر کو 1000130 اور ایم ایم آر کو لاکھ 100 تک کم کرنا صحت کی سہولتوں کو استعمال کو 75 فی صد سے زیادہ کرنا۔

حکومت کے صحت کے اخراجات میں مجموعی ملکی پیداوار کے 0.9 فی صد خرچہ کو بڑھا کر 2 فی صد کرنا۔

صحت کے بجٹ کا 2 فی صد طبی تحقیق پر خرچ کرنا۔

مرکزی گرانٹس کا 25 فی صد صحت پر خرچ کرنا۔

ریاستوں میں صحت کے بجٹ کا 2 فی صد طبی تحقیق پر خرچ کرنا۔
ریاستوں میں صحت پر خرچ میں 8 فی صد صحت پر خرچ کرنا۔
ریاستوں میں صحت پر خرچ میں 8 فی اضافہ۔
لمفٹک فلیریس کا خاتمہ

4 سبق کا خلاصہ

ملک کی معاشی ترقی کا انحصار سماجی بنیادی ساخت کے عناصر پر ہوتا ہے۔ جیسے تعلیم تربیت، تحقیق اور صحت وغیرہ۔ تعلیم کے ذریعہ ہی سے زبان اور ذات پات کے امتیازات رکھنے والے اور مذہبی تعصبات والے سماج میں سماجی ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے۔ تعلیم سماج کو برقرار رکھتی ہے۔ اور سماج کے مثالی تصور، قدروں، عقیدوں کو مستحکم بنانے میں مدد دیتی ہے۔ تحقیق کے ذریعہ معاشرہ کی موجودہ ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے اور ان تمام کا حصول صحت کے بغیر ناممکن ہے۔

5 زائد معلومات

ہندوستان میں کیرالا ریاست میں صد فی صد خواندگی کی شرح پائی جاتی ہے۔ بے روزگار نوجوانوں کو روزگار سے مربوط کرنے کے لیے جواہر روزگار یوجنا کے تحت ایک لاکھ روپے قرض دیا جاتا ہے۔ جس پر حکومت کی جانب سے 15 فی صد سبسڈی دی جاتی ہے۔

2000-1999ء میں 2.44 لاکھ کھاتے داروں کو 1587.29 کروڑ روپے کے قرض منظور کیے تھے جب کہ 1.35 لاکھ کھاتے داروں کو 807.56 کروڑ روپے قرض کی ادائی گئی ہے۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف	اردو تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
Family Planning	فیملی پلاننگ	خاندانی منصوبہ بندی	اس پروگرام کو 1952ء میں شروع کیا گیا کنبہ کے افراد کی تعداد کے متعلق منصوبہ بندی فیملی پلاننگ کہلاتی ہے۔
IGNO	اگنو	اگنو	اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی کا قیام 1985ء میں عمل میں آیا۔
UGC	یو جی سی	یو جی سی	یونی ورسٹی گرانٹ کمیشن کو 1956ء میں شروع کیا گیا تا کہ اعلیٰ تعلیم کا معیار کا تعین

ہو سکے اور اسے مزید فروغ دے سکے۔
تعلیمی، تحقیق اور ٹریننگ کی قومی کونسل کا قیام
ستمبر 1961ء میں ہوا تاکہ اسکولی تعلیم
کے معیار کا تعین کر سکے اور فروغ دے سکیں۔

NCERT ین سی ای آرٹی ین سی ای آرٹی

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 نمونہ امتحانی سوالات

1 سماجی بنیادی ساخت کسے کہتے ہیں؟
2 رسمی تعلیم اور غیر رسمی تعلیم میں فرق بیان کیجیے؟
3 ہندوستان میں خواندگی کی شرح کتنے فی صد ہے؟
4 یونی ورسٹی گرانٹ کمیشن پر نوٹ لکھیے؟
5 پلس پولیو کے پروگرام پر نوٹ لکھیے؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 قومی صحت پالیسی 2002 کے اہم خدوخال بیان کیجیے؟
2 ثانوی تعلیم کس طرح سے ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان پل کا کام کرتی ہے؟
3 اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی پر ایک نوٹ لکھیے؟
4 نیشنل اوپن اسکول کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
5 تعلیم کے مختلف شعبوں میں منصوبہ داری اخراجات بیان کیجیے؟

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 ....سال کی عمر تک دستور کے مطابق تعلیم تمام کے لیے مفت اور لازمی ہے۔
2 ہندوستان میں یونی ورسٹیوں کی کل تعداد............ہے۔
3 ڈاکٹر بی۔آر۔امبیڈکر یونی ورسٹی............سال میں قائم کی گئی۔
4 نیشنل اوپن اسکول میں............ جماعت کی سطح تک تعلیم دی جاتی ہے۔
5 ....مرض لاعلاج ہے۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 ہندوستان میں شرح خواندگی کا تناسب قومی سطح پر کتنے فی صد ہے: ( )

(a) 40 (b) 50

(c) 60 (d) 65.38

2 نویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت تعلیمی مصارف کتنے کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں: ( )

(a) 2381 (b) 30381

(c) 40381 (d) 50381

3 دوپہر کے کھانے کی اسکیم کو 6 سے 14 سال کی عمر کے اسکولی بچوں کے لیے کونسے سنہ میں شروع کیا گیا: ( )

(a) 1995 (b) 1996

(c) 1997 (d) 1998

4 آپریشن بلاک بورڈ کونسے سال شروع کیا گیا: ( )

(a) 1987-88 (b) 1988-89

(c) 1989-90 (d) 1990-91

5 قومی کونسل برائے ٹیچر ایجوکیشن کب قائم کیا گیا: ( )

(a) 1995 (b) 1996

(c) 1997 (d) 1998

7.3.3 جوڑ ملایئے

	A		B
1	ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم	a	1949ء
2	ڈاکٹر سروے پلی رادھا کرشنن	b	مولانا ابوالکلام آزاد
3	یونیسیف (UNICEF)	c	5 ستمبر (یوم اساتذہ)
4	بالیکا سمردھی یوجنا (BSY)	d	31/ جنوری 1992ء
5	قومی کمیشن برائے خواتین	e	2/ اکتوبر 1997ء

سبق - 6

معاشی بنیادی ساخت کے عناصر

(Constituents of Economic Infrastructure)

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 رسل و رسائل

3.1.1 پوسٹل خدمات

3.1.2 ٹیلی مواصلاتی نظام

3.2 حمل و نقل

3.2.1 سڑکیں

3.2.2 ریلوے

3.3 توانائی

3.3.1 برقی قوت

3.3.2 کوئلہ

3.3.3 لگنائیٹ

3.3.4 پٹرولیم

3.3.5 نیوکلیر توانائی
3.4 توانائی کے استعمالات
3.5 شمسی توانائی
3.6 ہوائی توانائی
3.7 بائیوماس
3.8 چھوٹی پن بجلی
3.9 آب پاشی
3.9.1 ذرائع آب پاشی
3.9.2 آب پاشی کے فائدے
3.9.3 آب پاشی کا فروغ
4 سبق کا خلاصہ
5 زائد معلومات
6 فرہنگ اصطلاحات
7 نمونہ امتحانی سوالات
7.1 مختصر جوابی سوالات
7.2 طویل جوابی سوالات
7.3 معروضی سوالات
7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے
7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے
7.3.3 جوڑ ملایئے

سبق - 6

معاشی بنیادی ساخت کے عناصر

Constituents of Economic Infrastructure

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم آپ کو معاشی بنیادی ساخت کے عناصر کے متعلق درج ذیل معلومات فراہم کریں گے:

+ رسل ورسائل
+ حمل ونقل
+ توانائی
+ آب پاشی

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم نے ہندستانی معیشت کی بنیادی ساخت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیں اب اس سبق میں ہم معاشی بنیادی ساخت کے عناصر کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے جس میں رسل ورسائل، حمل ونقل، توانائی اور آب پاشی شامل ہیں۔

3 سبق کا متن

3.1 رسل ورسائل (Communication)

ترسیل پیغام یا پیام کی منتقلی کو ترسیل ابلاغ یا رسل ورسائل (Communication) کہتے ہیں۔ خبر رسانی اتنا ہی اہم ہوتا ہے جتنا کہ ٹرانسپورٹ ہوتا ہے۔ حمل ونقل اور رسل و رسائل میں قریبی ربط پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ تمام مادی رسل و رسائل (Tangible Communication) کی پیغام رسانی، ٹرانسپورٹ کے ذریعہ کی جاتی ہے اور غیر مادی رسل و رسائل (Intangible Communication) کی پیغام رسانی، وائرلیس کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ مواصلات میں بہتری سے ٹرانسپورٹ کے نظام میں تیز رفتار ترقی ہوتی ہے۔ اور ٹرانسپورٹ نظام کو بہتر بنانے سے پیغام کی ترسیل تیزی سے ہوتی ہے۔

اہم رسل ورسائل کے ذرائع کو ذیل کے چارٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔

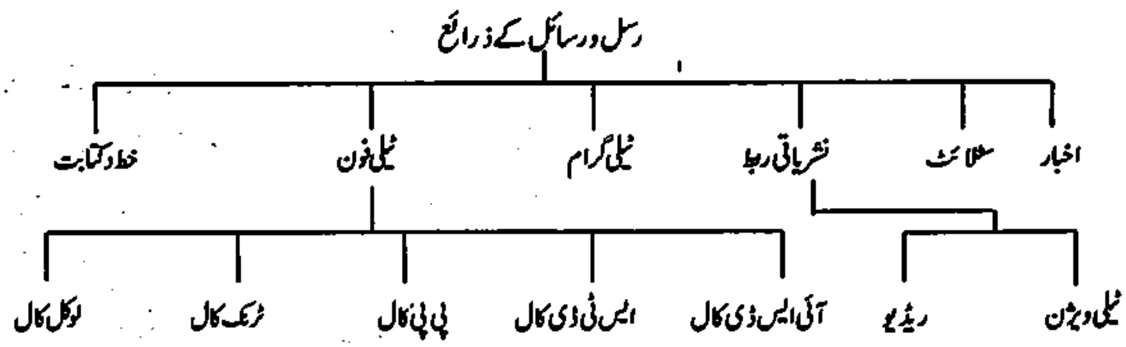

مواصلات (Communication) رسمی یا غیر رسمی اور تحریری یا زبانی ہوسکتا ہے۔ مواصلات نٹ ورک، مختلف علاقوں، جماعتوں اور شعبوں کے درمیان باہمی تعلق پیدا کرتی ہے۔ اور سماجی معاشی ساخت کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔

واضح رہے کہ ترسیل ابلاغ کو انگریزی میں (Communication) اور مواصلات کو (Communications) کہا جاتا ہے۔

مواصلات کے اہم ذرائع درج ذیل ہیں:

i) پوسٹل خدمات

ii) ٹیلی مواصلات خدمات

iii) ٹیلی پرنٹرس خدمات

iv) ریڈیو اور

v) ٹیلی ویژن

اب ہم ہر ایک مواصلات کے بارے میں تفصیل سے مطالعہ کریں گے۔

3.1.1 پوسٹل خدمات (Postal Services)

ہندوستان میں ڈاک کی عام خدمات پہلی مرتبہ 1837ء میں شروع کی گئی۔ پہلا ڈاک ٹکٹ (Postal Stamp) 1852ء میں کراچی میں جاری کیا گیا تھا اور یہ صرف صوبہ سرحد کے لیے جائز تھا۔ 1854ء میں ہندوستانی ڈاک گھر کو ایک ادارہ کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اور کل ہند سطح پر ڈاک ٹکٹ 1854ء میں جاری کئے گئے۔ منی آرڈر (Money Order) خدمات 1880ء سے شروع ہوئیں۔ پوسٹ آفس سیونگس بنک کی خدمات 1882ء سے شروع کی گئی۔ یہ تمام خدمات انڈین پوسٹ آفس ایکٹ

1898ء کے تحت فراہم کی جاتی ہے۔اس قانون کی رو سے اندرون ملک چھٹی رسانی کی تمام خدمات ادا کرنے کے حقوق حاصل ہیں

ہندوستان کا ڈاک کا نظام دنیا کا سب سے بڑا ڈاک کا نظام ہے ۔ آزادی کے وقت صرف 22,116 ڈاک خانے (Postal Offices) موجود تھے ۔ پوسٹل نٹ ورک میں اضافہ کی وجہ سے 31 / مارچ 2001ء میں 1,54,149 ڈاک خانے موجود تھے ۔ جن میں 1,37,847 ڈاک خانے دیہی علاقوں میں اور 16,302 ڈاک خانے شہری علاقوں میں موجود تھے ۔ اس طرح سے ڈاک کے نظام میں سات گنا اضافہ ہو چکا ہے ۔ اوسطاً ایک ڈاک خانہ 21.21 مربع کلومیٹر رقبہ اور 5,449 نفوس کی آبادی کا احاطہ کرتا ہے۔

ڈاک کا نظام:

ڈاک کا مجموعی نظام چار زمروں کے ڈاک گھروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

i) ہیڈ ڈاک خانے

ii) سب پوسٹ آفس

iii) ایکسٹرا محکمہ جاتی سب پوسٹ آفس اور

iv) ایکسٹرا محکمہ جاتی برانچ سب پوسٹ آفس

پن کوڈ PIN Code:

خطوط کا چھانٹنے اور تیزی سے ترسیل کرنے کی غرض سے 1972ء میں پوسٹل انڈکس کوڈ (Postal Index Number) کو شروع کیا گیا۔ پن کوڈ ہندسوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

پہلا ہندسہ زون کی نشاندہی کرتا ہے۔

دوسرا ہندسہ سب زون کی نشاندہی کرتا ہے۔

تیسرا ہندسہ چھانٹنے (Sorting) کے ضلع کی نشاندہی کرتا ہے۔

آخری تین ہندسے Delivery Post Offices کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ملک بھر میں آٹھ پوسٹل زون بنائے گئے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

زون نمبر	متعلقہ زون میں شامل علاقے
زون 1	دہلی، ہریانہ، پنجاب، چنڈی گڑھ، ہماچل پردیش اور جموں کشمیر
زون 2	اتر پردیش
زون 3	راجستھان، گجرات، دمن اور دیپ، دادرا اور ناگر حویلی

زون نمبر	متعلقہ زون میں شامل علاقے
زون 4	مہاراشٹرا، گوا، مدھیہ پردیش
زون 5	آندھراپردیش، کرناٹک
زون 6	تامل ناڈو، کیرالا اور لکشادیپ
زون 7	ویسٹ بنگال، انڈامان اور نکوبار، اوریسہ، اروناچل پردیش، آسام، منی پور، میگھالیہ، ناگالینڈ اور تری پورہ
زون 8	بہار

ڈاک کی ترسیل: محکمہ ڈاک (Postal Department) نے صارفین کی زیادہ بہتر طور پر خدمت کرنے کی غرض سے مقامی ڈاک (Inland Postal Communications) کو غیر مقامی ڈاک سے الگ کرکے اس کی تقسیم کا انتظام کیا گیا ہے۔

(i) مقامی ڈاک کے تین اہم ذرائع ہیں۔

(ii) پوسٹ کارڈ

(iii) ان لینڈ لیٹر اور پوسٹ کارڈ

(iv) لفافے

غیر مقامی ڈاک کے پانچ اہم ذرائع ہیں:

(i) گھریلو ڈاک

(ii) سرکاری ڈاک

(iii) کارپوریٹ ڈاک

(iv) اخبارات ورسائل کی ڈاک اور

(v) پیکٹ و پارسل

ممبئی اور چینائی میٹروشہروں میں ڈاک چھانٹنے کی خودکار مشینیں لگائی گئی ہیں۔ایک مشین کی مدد سے فی یوم 5لاکھ خطوط کو چھانٹا جاسکتا ہے۔اور ایسی خودکار چھنٹائی مشینیں ہر میٹروشہر میں لگانے کی تجویز ہے

کمپیوٹر کا استعمال:

محکمہ ڈاک نے صارفین کو موثر خدمات فراہم کرنے کی غرض سے ملک کے 1,300 ڈاک گھروں میں 6,257 کمپیوٹر کو نصب کیا گیا ہے مثال کے طور پر دہلی کا پارلیمنٹ اسٹریٹ ہیڈ پوسٹ آفس مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ ہے۔

پریمیم پروڈکٹس:

محکمہ ڈاک نے مخصوص زمرہ کے گاہکوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مارکٹنگ اور پریمیم کی خدمات کو شروع کیا۔ محکمہ کے درج ذیل پریمیم پروڈکٹس ہیں:

i) اسپیڈ پوسٹ سروس
ii) ایکسپریس پارسل سرویس
iii) بزنس پوسٹ سرویس
iv) میڈیا پوسٹ سرویس
v) سیٹیلائٹ پوسٹ سرویس
vi) ریٹیل پوسٹ سرویس

اسپیڈ پوسٹ سرویس:

اس سروس کو یکم/ اگست 1986ء میں شروع کیا گیا۔ اس کے تحت مقررہ وقت کے اندر ڈاک مطلوبہ مقام تک پہنچادیا جاتا ہے۔ایسا نہ ہونے کی صورت میں محکمہ ڈاک جملہ اخراجات کا ہرجانہ ادا کردیتا ہے۔ اسپیڈ پوسٹ نٹ ورک کے تحت 100 قومی 494 ریاستی اسپیڈ پوسٹ مراکز اور 97 دیگر ممالک شامل ہیں۔ 2000-1999ء میں اس سروس کے تحت 313 لاکھ اشیاء پہنچائی گئی۔

ایکسپریس پارسل سروس:

اس سرویس کے تحت مقررہ مقام اور مطلوبہ شخص تک مقررہ وقت میں اشیاء کو پہنچایا جاتا ہے۔ اس سروس کی خصوصیت یہ ہے کہ 35 کلوگرام وزن تک پارسل کیا جاتا ہے اور پارسل کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ 50,000 روپے مالیت تک کی اشیاء وی پی پی (VPP) کے ذریعہ بھیجی جاسکتی ہے۔ یہ سہولت ملک کے 100 شہروں میں موجود ہے۔

میڈیا پوسٹ سرویس:

اس سرویس کے ذریعہ صارفین کو سرکاری اداروں اور کارپوریٹ اداروں تک پہنچنے میں انوکھی مدد کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے پوسٹ کارڈ، ان لینڈ لیٹر، ہوائی ڈاک خطوط اور دیگر ڈاک مواد پر تشہیر بازی کرتا ہے۔ 2000-1999ء میں محکمہ ڈاک کو میڈیا پوسٹ سے 5.78 کروڑ روپے کی آمدنی حاصل ہوئی۔

سیٹلائیٹ پوسٹ سرویس:

اس سرویس کے تحت صارفین کا پیغام الکٹرانک میل کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے۔ یہ سہولت ملک کے اہم 75 شہروں میں موجود ہے۔

ریٹیل پوسٹ سرویس:

اس سرویس کے تحت، محکمہ ڈاک کیشن کی بنیاد پر مختلف خدمات انجام دیتی ہے۔ جیسے ٹیلیفون بل، بجلی کا بل، پانی کا بل،

انشورنس کے پریمیم کی رقم، امتحانات کی فیس کی وصولی، مسابقتی امتحانات کے داخلے فارم کی فروخگی اور تروپتی مندر کے لڈو اور پبلیکیشن ہاوز حیدرآباد کے جلیم کی فروخت وغیرہ شامل ہے۔

محکمہ ڈاک کی مختلف ایجنسیاں:

محکمہ ڈاک کے تحت دو اہم ایجنسیاں کام کررہی ہیں:

پوسٹ آفس سیونگ بنک (Post Office Saving Bank)

پوسٹل زندگی بیمہ (Postal Life INsurance)

پوسٹ آفس سیونگ بینک:

یہ سیونگ بنک، ملک کا سب سے بڑا سیونگ بینک ہے۔ یہ سہولت ملک کے 1,50,389 ڈاکٹ گھروں میں موجود ہے۔ مارچ 2000ء تک اس بینک کے تحت ملک بھر میں 182,205 کروڑ روپے جمع تھے۔ اور 94 ملین ڈپازیٹرس اس کے کھاتے دار تھے

پوسٹل زندگی بیمہ:

یہ خدمت ابتداء میں ڈاک ملازمین کے لیے 1884ء میں شروع کی گئی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سہولت مرکزی، ریاستی، امداد پانے والے تعلیمی اداروں کے ملازمین اور قومی ملکیت کے بنکوں کے ملامین کو فراہم کردی گئی ۔ 2000-1999ء کے دوران 1,58,708 پالیسیوں سے 1,338,98 کروڑ روپے کا بیمہ کروایا گیا۔

آخر میں تقریباً 2.92 لاکھ محکمہ جاتی اور 3.09 لاکھ غیر محکمہ جاتی ملازمین کام کرتے ہیں۔ اس طرح محکمہ ڈاک انسانی وسائل کے فروغ کا بہترین وسیلہ ہے۔ یہ محکمہ ریلوے کے بعد ملک کا دوسرا بڑا محکمہ ہے۔

3.1.2 ٹیلی مواصلات (Tele Communications)

ٹیلی فون کی ایجاد گراہم بل نے 1875ء میں کی۔ اس ایجاد کے فوراً بعد ٹیلی مواصلات کی خدمات ہندوستان میں شروع ہوگئی۔ پہلی ٹیلی گراف لائن، کلکتہ اور ڈائمنڈ ہاربر کے درمیان 1851ء میں پیامات رسانی کا عمل شروع ہوا۔ 1881ء میں کلکتہ میں ٹیلی فون سروس شروع کردی گئی۔ پہلا ٹیلی فون اکسچینج 1881ء میں کلکتہ کے مقام پر قائم کیا گیا۔ جو صرف 50 لائینوں پر مشتمل تھا۔ مارچ 2000ء تک اس کی تعداد 27,909 ہوگئی جو 216 شہروں اور 3029 قصبوں پر محیط ہے۔ براعظم ایشیا میں سب سے بڑا ٹیلی کام نٹ ورک ہندوستان میں موجود ہے۔ 2.651 کروڑ ٹیلی فون زیراستعمال ہیں۔

ایس ٹی ڈی STD:

خودکار سبسکرائبر ٹرنک ڈائیلنگ (Subscriber Trunk Dialling) کے ذریعہ ملک کے حدود کے اندر پیغام رسانی کی جاسکتی ہے۔ اور ملک کے حدود کے باہر پیغام رسانی کے لیے آئی ایس ڈی سرویس (انٹرنیشنل سبسکرائبر ڈائلنگ)

ISD (International Subscriber Dialling) سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ملک کے 1700 مراکز کو STD کی سہولت دستیاب ہے اور 166 ممالک کو ISD کی سہولت دستیاب ہے۔

نئی ٹیلی کام پالیسی 1999ء کے ڈھانچے کے مطابق ٹیلی شعبہ میں غیر معمولی تبدیلیاں پیش آئی ہیں۔ مختلف زائد مالیت کی خدمات (Value Added Services) شروع کی گئی۔ جیسے ریڈیو پیجنگ خدمات (Radio Paging Service) سیلولر موبائیل ٹیلی فون خدمات، الکٹرانک سیل، پبلک موبائیل ریڈیو ٹرنکڈ خدمات وائس میل/ ویڈیو ٹیکس Videotex ویڈیو کانفرنسنگ وغیرہ۔

31/ جولائی 2001ء تک 42.89 لاکھ سیلولر موبائیل ٹیلی فون کے سبسکرائبرس موجود تھے۔

20/فروری 1997ء میں (Telecom Regulatory Authority) قائم کیا گیا یہ محکمہ ٹیلی مواصلات کے تمام امور کو باقاعدہ بناتی ہے۔

ٹیلی پرنٹس خدمات (Teleprints Services):

1960ء میں ہندوستان ٹیلی پرنٹرس لمیڈیٹ قائم کیا گیا۔ یہ کمپنی نے 1989ء تک 1,25,000 الکٹرو میکانیکل ٹیلی پرنٹرس تیار کیے۔ اس کے بعد جدید ٹکنالوجی سے لیس 60,000 الکٹرانک ٹیلی پرنٹرس 1994 تک تیار کیے گئے۔ اس کمپنی کی کل سالانہ خرید فروخت 300 کروڑ روپیے ہے۔

ریڈیو (RADIO):

ریڈیو (آکاش وانی) کی پہلی مرتبہ براڈ کاسٹنگ 1927 میں خانگی سطح پر بمبئی اور کلکتہ میں ٹرانسمیٹر کے ذریعہ ہوئی۔ 1930ء میں حکومت ہند نے ان ٹرانسمیٹر س کو قومیایا۔ اور اس کا نام (IBS-Indian Broadcasting Service) رکھا گیا 1936ء میں اس کا نام تبدیل کر کے (AIR - All India Radio) رکھا گیا۔ اور 1957ء سے اس کا موجودہ نام آکاش وانی ہے۔ آکاش وانی 95.7% ملک کی جملہ آبادی اور 86% ملک کے رقبہ کا احاطہ کرتی ہے۔ آزادی کے وقت صرف چھ ریڈیو اسٹیشن موجود تھے۔ لیکن آج اس کی تعداد 200 سے تجاوز کر گئی ہے۔

Vivid Bharathi کا آغاز 1957ء سے ہوا۔

Yuva Vani نوجوانوں کے پروگرام نشر کرتی ہے۔

کمرشیل براڈ کاسٹنگ کی شروعات نومبر 1967ء سے ہوئی۔

اسپانسر کردہ پروگراموں کی شروعات مئی 1970ء سے عمل میں آئی۔

قومی چیانل کی شروعات مئی 1988ء سے شروع ہوئی۔

ٹیلی ویژن(Television):

پہلا ٹیلی ویژن (دوردرشن) مرکز، اگست/1959ء میں شروع کیا گیا۔ 1990ء تک اس کی تعداد 12 تک پہنچ گئی۔ کلر ٹی وی کا آغاز 15 اگست/1982ء سے شروع کیا گیا۔ 1969ء میں پہلی مرتبہ دیسی ٹی وی تیار کیا گیا۔ جنوری 1986ء سے کمرشیل سروس شروع کی گئی۔ ہندوستان کا سب سے بلند ٹی وی ٹاور جس کی بلندی 235 میٹر ہے جو Pitampura نئی دہلی کے مقام پر موجود ہے۔

3.2 حمل ونقل(Transport)

مسافروں(Passengers) اور مال(Goods) کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچانے کو حمل ونقل کہتے ہیں۔ ملک کی معاشی ترقی میں حمل ونقل اہم رول ادا کرتا ہے۔ حمل ونقل یا ٹرانسپورٹ کے اہم ذرائع درج ذیل ہیں۔ اسے چارٹ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

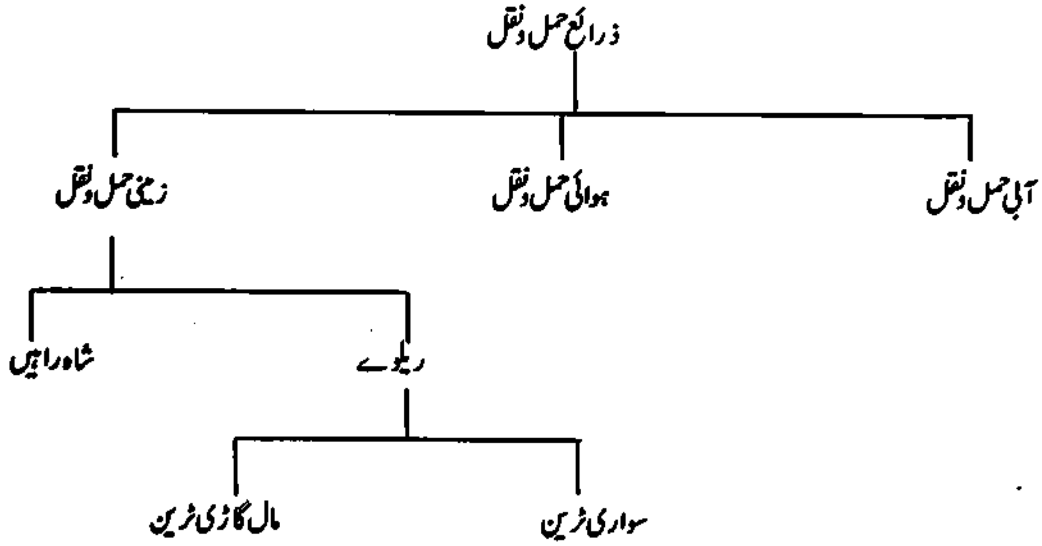

حمل ونقل یا ٹرانسپورٹ کا مربوط نظام، ملک کی معاشی ترقی میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ ٹرانپورٹ کے اہم ذرائع حسب ذیل ہیں:

1) حمل ونقل بذریعہ سڑک Road Transport
2) ریل حمل ونقل Rail Transport
3) ہوائی حمل ونقل Air Transport
4) آبی حمل ونقل Water Transport

3.2.1 حمل ونقل بذریعہ سڑک

دنیا میں سب سے بڑا سڑک نیٹ ورث ہندوستان میں موجود ہے۔ پہلے پنچ سالہ منصوبہ کی شروعات سے قبل سڑکوں کو مجموعی لمبائی، پختہ سڑکیں (Surfaced Road) پر مشتمل تھی۔ ہندوستان میں مارچ/1997ء تک، سڑکوں کی مجموعی لمبائی جواہر روزگار یوجنا سڑکوں کو چھوڑ کر، (دونوں پکی سڑکیں اور کچی سڑکیں) 24,65,877 کلومیٹر تھی۔

سڑکوں کو عام طور پر چار زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1) قومی شاہراہیں National Highways

2) ریاستی شاہراہیں State Highwayes

3) ضلعی سڑکیں District Roads

4) دیہی سڑکیں Rural Roads

قومی شاہراہیں:

قومی شاہراہ کے نظام کی تمام تر ذمہ داری مرکزی حکومت پر ہوتی ہے۔ اس کی مجموعی لمبائی 52,010 کیلومیٹر ہے۔ یہ ملک کی مجموعی سڑک لمبائی کا صرف 2 فی صد پر مشتمل ہے۔ لیکن 40 فی صد ٹریفک کا بوجھ انہی شاہراہوں پر ہے۔

قومی شاہراہ نظام میں نئی سڑکوں کے اضافہ کے بعد ایسی سڑکوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ جن کے رابطوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ 31/مارچ 1999ء تک بنائی جانے والی لنک سڑکوں کی مجموعی لمبائی 4,717 کلومیٹر ہے۔ جن میں موڑ اور جوڑ بھی شامل ہے۔ سنگل لین کو ڈبل لین میں بدلنے کا سڑکوں کا کام 26,092 کلومیٹر تک ہوا۔ اور چار لین کی سڑکوں کا کام 959 کلومیٹر تک ہوا 579 بڑے اور 3,137 چھوٹے پلوں کی تعمیر کی گئی۔ سال 2001-2000ء کے بجٹ تخمینے میں 2,506 کروڑ روپے کا فنڈ بجٹ سے اور 2010 کروڑ روپے کی اضافی رقم، اضافی فنڈ سے نیشنل ہائے وے اتھاریٹی آف انڈیا کے لیے مہیا کر دیا گیا۔

قومی شاہراہوں کی تعمیر و ترقی کے لیے اس وقت بیرونی ملکوں اور بیرونی تنظیموں کے قرضوں سے 9 پروجکٹ چلائے جا رہے ہیں۔

ریاستی شاہراہیں:

ریاستی شاہراہوں کی تعمیر و مرمت کی ذمہ داری ریاستی حکومت کی ہوتی ہے۔ مرکز کے زیرانتظام علاقوں میں ان شاہروں کی دیکھ بھال مختلف ایجنسیاں کرتی ہیں۔ تمام ریاستوں اور مرکزی زیرانتظام علاقوں میں پکی سڑکوں کی مجموعی لمبائی 13,94,061 کلومیٹر ہے اور کچی سڑکوں کی مجموعی لمبائی 10,71,816 کلومیٹر ہے۔ اس طرح سے کل مجموعی لمبائی 24,65,877 کلومیٹر ہے۔

ریاستی شاہراہیں، تمام صنعتی مراکز، تجارتی مراکز اورقومی شاہراہوں کے درمیان رابطہ پیدا کرتی ہے۔ ریاستی شاہراہوں کی تعمیر اورترقی کے لیے ایشیائی ترقیاتی بینک سے 427 ملین ڈالر قرضہ لیا گیا۔

ضلعی سڑکیں:

ضلعی سڑکوں کی تعمیر اورترقی کی ذمہ داری ریاستی حکومت پر ہوتی ہے۔ یہ سڑکیں ضلع کے زتحفل مقامات، اہم صنعتی مراکز اور تجارتی مراکز اور مقامی ریلوے اسٹیشن کے درمیان رابطہ پیدا کرتا ہے۔

دیہی سڑکیں:

دیہی سڑکوں کی تعمیر اور ترقی کی ذمہ داری ریاستی حکومت پر ہوتی ہے۔ یہ سڑکیں دیہاتوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ دوقسم کی ہوتی ہیں۔ پکی سڑکیں اور کچی سڑکیں۔

3.2.2 حمل ونقل بذریعہ ریل (Railway Transport)

ریلوے، مسافروں اور مال کوایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچانے میں ایک اہم وسیلہ ہوتی ہے۔ ہندوستان میں پہلی ریلوے ٹرین 1853 میں بمبئی اور تھانے کے درمیان چلائی گئی۔ جس کا فاصلہ 34 کلومیٹر تھا۔ آزادی کے وقت ریلوے نظام کا کچھ حصہ پاکستان کو چلا گیا۔ بھارتیہ ریلوے کے وجود میں آنے سے لے کر اب تک 145 برسوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ 31/ مارچ 1999ء تک ریلوے لائین کی مجموعی لمبائی 62,809 کیلومیٹر 6,896، اسٹیشن 35,650، مسافر گاڑیوں، 5125، کوچنگ گاڑیوں، 2,53,186 مال ڈبے، 17,429 انجن وغیرہ کا ایک بڑا نٹ ورک ہے۔

اہمیت (Importance):

ریلوے ٹرانسپورٹ کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل نکات سے ہوتا ہے:

1. ریلوے کے ذریعہ مارکیٹ کے دائرہ میں اضافہ ہوا ہے اور تخصیص کار (Specialisation) کے عمل کو ترغیب ملی ہے۔
2. بھاری اوروزنی اشیاء بڑی آسانی کے ساتھ منتقل ہوتی ہے۔
3. ریلوے کے ذریعہ زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ ریلوے کے استعمال سے قبل کسان اتنا ہی اناج اگاتے تھے جتنی کہ ان کی ضرورت تھی۔ لیکن اب کسانوں کے پاس قابل فروخت فاضل پیداوار (Marketable Surplus) بھی موجود ہے۔

4 داخلی تجارت(Internal Trade) ریلوے کے ذریعہ نہایت آسان ہو چکی ہے۔

5 ملک میں صنعتیانے کے عمل کو تیز کرنے کے لیے محنت اور اصل کی منتقلی، ریلوے کے ذریعہ ممکن ہوگئی ہے۔

6 ریلوے کے ذریعہ برآمدات(Export) کو بھی فروغ ملا ہے۔

7 بھارت ریلوے کا نیٹ ورک مختلف گیج، بڑی لائین (1676ایم ایم)44,216 کیلومیٹر، چھوٹی لائین (1000ایم ایم)، 15,178 کیلومیٹر اور نیروگیج (Narrow Gage)، (762ایم ایم اور 610ایم ایم) پر مشتمل ہے۔ اس طرح سے 31/1999ء تک ریلوے کا نیٹ ورک مختلف گیج پر مشتمل62,809 کیلومیٹر لمبے ریل راستوں پر پھیلا ہوا ہے۔

ریل کی پٹریاں بلحاظ فاصلہ:

ریلوے کی دو پٹریوں کے درمیان فاصلے کے مطابق، ملک میں تین طرح کا ریلوے نظام موجود ہے۔

(i براڈ گیج(Broad Gauge) : دو پٹریوں کے درمیان فاصلہ 1.67m یا 1676mm

(ii میٹر گیج(Metre Gauge): دو پٹریوں کے درمیان فاصلہ 1.00m یا 1000mm

(iii نیروگیج(Narrow Guage): دو پٹریوں کے درمیان فاصلہ0.762/.610m یا 762mm/610mm

انتظامیہ(Administration):

ریلوے کی انتظامی ذمہ داری ریلوے بورڈ کے ذمہ ہوتی ہے۔ بورڈ کا قیام1905ء میں عمل میں آیا۔ ریلوے بورڈ صدر نشین، مالیاتی کمشنر، تین اراکین پر مشتمل ہوتی ہے۔ صدر نشین (Chairman)، وزارت ریلوے کا Ex-Office Secretary General ہوتا ہے۔ ہر رکن علی الترتیبTraffic, Mechanical اورPeronnel شعبہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جن کا رتبہ وزارت ریلوے میں سکریٹری کے رتبہ کے مساوی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ7اراکین بھی ہوتے ہیں جو مختلف ذمہ داری نبھاتے ہیں۔

انتظامی زون یا مطقے(Administration Zone):

ریلوے کے پورے نیٹ ورک کو نو منطقوں(Zones) میں تقسیم کیا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ریلوے کے پورے نٹ ورک کو نو منطقوں اور انہیں تقسیم کر کے مختلف ڈویژنوں میں بانٹ دیا ہے:

جدول 6.2

روٹ کی لمبائی کیلومیٹر میں	صدر مقام	تاریخ قیام	منطقہ Zone
6,924	چینائی	14-04-1951	Southern جنوبی
6,917	ممبئی۔ وی ٹی	05-11-1951	Central وسطی
9,845	چرچ گیٹ، ممبئی	05-11-1951	Western مغربی
11,023	نئی دہلی	14-04-1952	Northern شمالی
5,165	گورکھ پور	14-04-1952	North-Eastern شمال مشرقی
4,294	کلکتہ	01-08-1955	Eastern مشرقی
7,135	کلکتہ	01-08-1955	South-Eastern جنوب مشرقی
3,858	مالیگاؤں۔ گوہاٹی	15-01-1958	North-East Frontiere شمال مشرقی سرحد
7,206	سکندر آباد	20-10-1966	South Central جنوب وسطی
62,367	جملہ ریلیوں کی مجموعی لمبائی		

مندرجہ بالا منطقہ (Zones) کے علاوہ سات نئے زون اور 9 نئے ڈویژن مزید کھولے جا رہے ہیں۔

پٹری پر چلنے والے ریلوے انجن:

(i) بھاپ کے لوکوموٹیوز (Steam Locomotives) کوئلے سے چلتے ہیں۔ نئے بھاپ کو لوکوموٹیوز کی تیاری بند کر دی گئی ہے۔ اس طرح سے اب ٹرین ڈیزل یا بجلی سے چلتی ہے۔

(ii) ڈیزل لوکوموٹیوز (Diesel Locomotives) کی شروعات 1957 سے ہوئی۔

(iii) بجلی لوکوموٹیوز (Electric Locomotives) کی شروعات 1929ء سے ہوئی۔

31/ مارچ 1999ء کو زیر استعمال، بھاپ کے لوکوموٹیو 58 ڈیزل لوکوموٹیوز 4,586 اور بھیجا جاتا ہے۔ اس وقت ریلوے میں ایندھن کی کم کھپت اور زیادہ طاقت والے نئی ڈیزائنوں کے انجنوں، تیز رفتار کی ریل گاڑیوں کے مسافر ڈبوں اور مال گاڑیوں کے جدید طرح کے ڈبوں کو اپنانے کے لیے کارروائی چل رہی ہے۔

Shatabdi Express کو 1988ء میں شروع کیا گیا۔ یہ ٹرین نئی دہلی اور جھانسی کے درمیان سفر کرتی ہے۔ فی گھنٹہ 140 کیلومیٹر کی رفتار سے طے کرتے ہیں۔

(i یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستانی ریلوے نظام ایشیاء میں سب سے اونچا مقام رکھتا ہے۔

(ii یہ دنیا کا سب سے بڑا کارانداز (Employee) ہے۔

(iii روس کے بعد الکٹرک ٹرین کے استعمال کرنے میں ہے۔

3.2.3 ایندھن اور توانائی (Power)

معاشی ترقی اور زندگی کا معیار بہتر بنانے کے لیے ایندھن اور توانائی ایک لازمی وسیلہ ہے۔ انہیں توانائی (Energy) بھی کہتے ہیں۔ کام کرنے کی صلاحیت کو توانائی کہتے ہیں۔

> دیگر الفاظ میں توانائی ایسی طاقت ہوتی ہے جو مشینوں کو متحرک کرتی ہے۔

توانائی کی درجہ بندی دو زمروں میں کی جاسکتی ہے:

(a روایتی ذرائع: توانائی کے ایسے ذرائع جو صدیوں سے استعمال میں لائے جارہے ہیں۔ روایتی ذرائع (Conventional Sources) کہتے ہیں۔

.1 لکڑی (Fuel Wood)

.2 زرعی بےکار اشیاء (Agricultrual Wastes)

.3 مویشیوں کا فضلاء (Animal Wastes) وغیرہ

یہ غیر تجارتی توانائی کے ذرائع بھی کہلاتے ہیں۔

(b غیر روایتی ذرائع: توانائی کے ایسے ذرائع جو گذشتہ 50 سال سے استعمال میں لائے جارہے ہیں۔ غیر روایتی ذرائع (Non Conventional Sources) کہلاتے ہیں۔ جیسے:

برقی قوت (Electricity)

کوئلہ اور لگ نائیٹ (Coal and Lignight)

پٹرولیم (Petroleum)

نیوکلیر توانائی (Nuclear Energy) وغیرہ۔

یہ تجارتی توانائی کے ذرائع بھی کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ توانائی کے تین غیر روایتی ذرائع ہیں۔

لائق تجدید ذرائع سے توانائی: لائق تجدید توانائی کے چار اہم میدان ہیں:

1) شمسی توانائی

2) ہوائی توانائی

3) بایوماس اور

4) چھوٹ پن بجلی

لائق تجدید اشیاء سے 1,700 میگاواٹ سے زائد کی بجلی پیداواری صلاحیت جوڑی جا چکی ہے۔

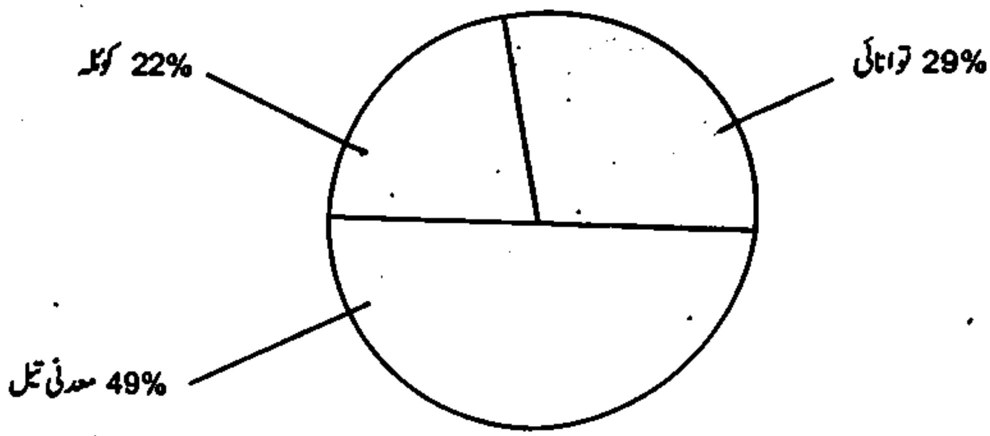

شکل 6.1 توانائی کے ذرائع

3.3.1 برقی قوت یا بجلی (Electricity)

پانی سے تیار ہونے والی بجلی کو ہائیڈرو الکٹریسٹی (Hydro-Electricity) کہتے ہیں۔ ہندوستان میں بجلی ترقی کی شروعات 19 ویں صدی کے اواخر میں ہوئی۔ جب 1897ء میں داجلنگ میں بجلی کی فراہمی ہوئی۔ اور اس کے بعد 1902ء میں کرناٹک کے شوسمدرم میں پن بجلی اسٹیشن لگایا گیا۔ آزادی سے پہلے بجلی کی فراہمی خاص طور سے نجی سیکٹر کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ اور وہ بھی شہری علاقوں تک ہی محدود تھی۔

ہندوستانی دستور کے ساتویں شیڈیول کی فہرست 3 میں 38 ہر بجلی کے متعلق تفصیلات درج ہے۔ ملک میں بجلی کے فروغ کا کام وزارت توانائی دیکھتی ہے۔

ہائیڈرو الکٹریسٹی کو سفید کوئلہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جو کہ کبھی نہ ختم ہونے والا ذریعہ توانائی ہے۔ ایک بار اگر اسے

قائم کر دیا جائے یہ صدیوں تک بجلی کی پیداوار کرتا رہ سکتا ہے۔ کیوں کہ اونچائی سے گرتے ہوئے بھاری مقدار میں پانی کی طاقت ہمیشہ ایک جیسی قائم رہتی ہے۔ لیکن یہ ہر جگہ حاصل نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ صرف موافق حالات میں ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مثلاً

مستقل طور پر آبی سربراہی کی دریا کے ذریعہ کسی بڑے خزانہ آب سے جو کہ خشک موسوم کے دوران بھی آبی سربراہی کرنے کے اہل ہوں

کٹے پھٹے کناروں سے جہاں بلندی سے پانی گرتا ہو۔

گرم آب وہوا کی ضرورت ہے تا کہ دریائی پانی کو بند ہونے سے روک دیا۔

شدید بارش کے اوقات میں کثیر مقدار میں دستیاب میں پانی کو ڈیم اور خزانہ آب میں جمع رکھا جائے جہاں پر کے دریا سال بھر بہنے والا نہ ہوں۔

ہائیڈرو توانائی کے حصول کی بھارت میں کافی ذرائع آب دستیاب ہے۔ شالی بھارت میں دریا سال بھر رواں دواں رہتے ہیں۔ کئی مقامات پر ایسے موزوں خطے ہیں۔ جہاں پر کہ قدرتی آبشار موجود ہیں۔ کٹے پھٹے کنارے اور شدید بارش کے علاقہ مغربی گھاٹ میں اور ہمالیہ کے دامن کو کوہستانی علاقہ سب سے اہم ہیں۔

ہمالیہ کے دامن کے وسیع ترین کشمیر سے اروناچل پردیش میں پھیلے طاقتور ہائیڈروالکٹرک خطہ دوسرے اہم خطوں میں مغربی گھاٹ کا علاقہ جو مہاراشٹرا سے نکل کر کرناٹک تاملناڈو اور کیرالا کے علاقے جو جنوبی بھارت میں واقع ہیں میں ہمہ مقصدی عظیم پراجکٹوں کو روبہ عمل لایا گیا ہے جو نہ صرف آبپاشی میں بلکہ ہائیڈرو توانائی کے لیے بھی مددگار ہیں۔

2000-01ء میں ہندوستان میں جملہ بجلی کی پیداوار میں ہائیڈروالکٹریسٹی کا تناسب 14.9 فی صد تھا۔ یہ تناسب 1980-81 میں 39 فی صد رہا۔ یہ تناسب مسلسل گھٹتے جارہا ہے۔ اگر مناسب اقدامات نہیں لیے گئے تب یہ تناسب مزید گھٹتے جائے گا۔ ملک میں (600 Billion Killowatt Hour) ہائڈروالکٹریسٹی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

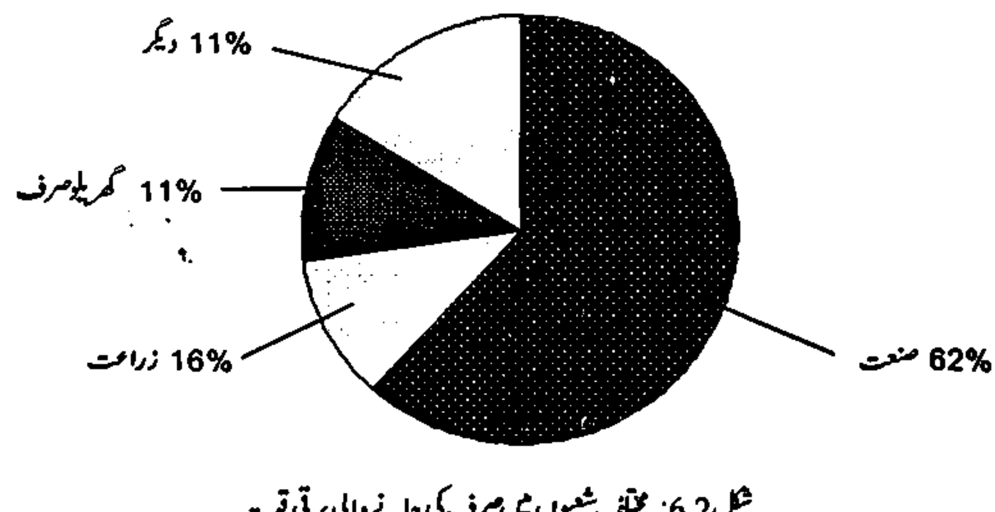

شکل 6.2: مختلف شعبوں میں صرف کی جانے والی برقی قوت

3.3.2 کوئلہ (Coal):

کوئلہ ملک میں توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔کوئلہ سے تیار ہونے والی بجلی کو تھرمل پاور (Thermal Power) کہتے ہیں۔تھرمل پاور یا حرارتی توانائی، ملک کی تجارتی توانائی کی کھپت کا تقریباً 80 فی صد حصہ پورا کرتا ہے۔ہندوستانی ارضیاتی سروے کے مطابق ہندوستان میں یکم/جنوری 2000 کو محفوظ کوئلے کا ذخیرہ 1,200 میٹر کی گہرائی تک رہ گیا ہے۔ہندوستانی زیرزمین سروے کے محکمہ کے اندازے کے مطابق کوئلے کا ذخیرہ 2,11,593.61 ملین ٹن تھا۔

دیگر ایندھن (Fuel) کے مقابلہ میں کوئلہ کے زیادہ فائدے ہیں۔کوئلہ کے ذریعہ بجلی اور گیس کی پیداوار کی جاسکتی ہے۔سائنسی ترقی کو کوئلہ کی نکاسی کے لیے بروئے کار لاتے ہوئے گذشتہ 30 برسوں میں لامحدود طریقہ سے کوئلہ کے کانوں میں کھدوائی کی گئی اور کئی گنا اضافہ ہوا۔NCDC کا قیام 1956ء میں عمل میں آیا۔لیکن اس میں خاطر خواہ فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے نئی ٹکنالوجی اور بنیادی ساخت کی سہولتوں میں اضافہ ہونے کے سبب مطمئن انداز میں کوئلہ پیدا کیا جانے لگا۔

جس کی بنیاد پر 1973ء میں کوئلہ صنعت کے قومیائے جانے کے بعد سے مارچ 2000 تک 100 کروڑ یا اس سے زیادہ قرض کے ذریعہ منظور کیے گئے۔699 کوئلہ پروجکٹوں کو منظوری دی جاچکی تھی۔ان پر کل ملاکر 26,062.36 کروڑ روپے کی اصل کاری ہوئی ہے۔ان میں سے 468 کان کنی غیر کان کنی پروجکٹس ہیں۔جن میں 351 پورے ہوچکے ہیں۔اور 117 پر مختلف مراحل میں کام چل رہا ہے۔اس کی تکمیل پر جملہ صلاحیت 368.04 کروڑ ٹن سالانہ ہوگی۔

کوئلہ صنعت میں 7 لاکھ سے زیادہ مزدور کام کررہے ہیں اور قومیانے کے بعد ان کی فلاح کے لیے مکان، پانی کی فراہمی، طبی اور تعلیمی سہولیات وغیرہ میں سدھار پر زیادہ زور دیا گیا۔

کوئلہ صنعت میں تحفظ اور ترقی ایکٹ 1974ء میں کوئلہ تحفظ کوئلہ کانوں میں نئی ٹکنالوجی کی ترقی استعمال، کانوں میں حفاظت اور کان کنی کا ملک میں تعاون جیسی سرگرمیوں کا خرچ چلانے کے لیے کوئلہ کی ترسیل پر آب کاری محصول لگانے کا اہتمام ہے۔مستقل سائنسی اور تحقیقی کمیٹی اور اس کی چار ضمنی کمپنیوں کی نگرانی میں کوئلہ سیکٹر میں مختلف تحقیقی اور ترقیاتی سرگرمیاں چلتی ہیں۔

پیداوار، پیداواری حفاظت، کوئلہ تیاری، کوئلہ کا استعمال، ماحول اور ماحولیات کے میدان میں عملی تحقیق کی جاتی ہے۔

3.3.3 لگنائٹ

ملک میں تقریباً 2,936 کروڑ ٹن لگنائٹ کے ذخائر ہیں۔اس میں سے 330 کروڑ ٹن لگنائٹ نیولی لگنائٹ علاقے میں ہیں۔جو تامل ناڈو کے آرکوٹ ضلع میں پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ راجستھان، گجرات، جموں کشمیر میں بالترتیب 1,496، 1,505 اور 128 کروڑ ٹن لگنائٹ کے ذخائر ہیں۔

نیولی میں لگنائٹ ذخائر سے لگنائٹ کی کان کنی نیولی لگنائٹ کارپوریشن لمیٹڈ کے ذریعہ کی جاتی ہے۔1956ء میں ایک نجی

لمیٹڈ کمپنی کو حکومت ہند نے پوری طرح سے اپنے قبضہ میں کرلیا تھا۔ 7/ مارچ 1986ء کو عوامی لمیٹڈ کمپنی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

کارپوریشن نے 2000-1999 کے دوران 175.51 کروڑ ٹن لگنائٹ 13,304.74 کروڑ یونٹ بجلی، 17,204 یوریا اور 1,22,900 ٹن کوک کی پیداوار کی۔

3.3.4 پٹرولیم یا تیل اور قدرتی گیس

پٹرولیم ایک قدرتی مرکب ہے جو Fossels (باقیات) کے کیمیائی تعاملات کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ پٹرولیم ایک سیال مادہ ہے۔ اور یہ سیال Hydrocarbon سے بنا ہوتا ہے جو مخلوط کیمیائی مرکب ہوتا ہے۔ جس کا مخصوص رنگ اور کثافت ہوتی ہے۔ خام پٹرولیم، مخلوط ہائیڈروکاربن پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو گیس، مائع اور سیال کی شکل میں دستیاب ہوتا ہے۔

خام تیل کے ملک میں ذخائر ہیں اور اسے دوسرے ممالک سے برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ خام تیل کی صفائی کی جاتی ہے۔ اور پروسسنگ سے کئی اشیاء تیار ہوتے ہیں جیسے:

1 ہلکا کشید تیل (Light Distillates)
2 مٹی کا تیل (Kerosene)
3 ڈیزل (Diesel)
4 تدہین (Lubricants)
5 رال دار تیل (Bitumen)
6 پٹرول (Petrol)

دو قومی کونسل تیل کمپنیاں او۔ این۔ جی۔ سی اور او۔ آئی۔ ایل اور کچھ نجی اور جوائنٹ سیکٹر کی کمپنیاں ملک میں تیل اور قدرتی گیس کی تلاش اور پیداوار میں لگی ہوئی ہیں۔

2000-1999ء کے دوران تقریباً 319.70 لاکھ ٹن خام تیل کی پیداوار ہوئی جب کہ نشانہ 330.24 لاکھ ٹن خام تیل کی پیداوار کا تھا۔

2000-1999ء کے دوران قدرتی گیس کی پیداوار 28.445 ارب مکعب میٹر تھی غیر روایتی توانائی کے جدید ذرائع کے فروغ کے باوجود، پٹرولیم ہندوستان میں ایندھن کا اہم ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اس کی کھپت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ 51-1950ء میں جہاں یہ صرف 3.5 ایم ایم ٹی تھا وہیں 99-1998ء میں بڑھ کر 90-80MMT ہو گیا۔ سال 2002-2001ء تک اسے بڑھا کر 130 MMT کر دیے جانے کا امکان ہے۔ گھریلو سطح پر ہماری پیداوار صرف 33 ایم ایم ٹی ہے جو ہماری سالانہ ضرورتوں کا تقریباً 35 فی صد حصہ ہے۔

آٹوموٹیو توانائی کے شعبہ میں متبادل ایندھنوں کے کارگر ہونے کے تعین قدر کے لیے کئی مطالعات کیے جار ہے ہیں۔ سپریم کورٹ کے جولائی اور ستمبر 1998ء میں دی گئی ہدایتوں کے بموجب ان کوششوں کو مزید طاقت ملی ہے۔ ممبئی اور دلی میں عوامی حمل و نقل کے کمپریسڈ نیچرل گیس (سی۔این۔جی) اپنانے کی تیاریاں پورے زوروں پر ہے۔ تیزی سے بڑھتی آبادی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے پٹرولیم اور نیچرل گیس کی وزارت نے کئی تدابیر کی ہیں۔ ان میں پٹرول بنا سیسہ کے (Unleaded Petrol) کم بنزین والا پٹرول، کم اسٹرالوسلفر ڈیزل اور سی۔این۔جی وغیرہ کی طرح بہتر قسم کے ایندھن کا استعمال بھی شامل ہے۔

3.3.5 نیوکلیر توانائی

نیوکلیر توانائی یورانیم یا تھوریم کے ری ایکٹروں کے ذریعہ تیار کی جاتی ہے۔ شروع میں اس کی لاگت صرف 3 پیے فی یونٹ کرنٹ تھی لیکن اب وہ بڑھ کر 4.50 روپے ہو چکی ہے۔

ذریعہ توانائی کا جدید طریقہ نیوکلیر توانائی (Nuclear Power) یا ایٹمی توانائی (Atomic Power) ہوتا ہے۔ 1948ء میں Atomic Energy Act بنا۔ جائز مقاصد کی تکمیل کے لیے نیوکلیر توانائی کو فروغ دیا جائے گا۔ جیسے بجلی کی پیدائش، طب، صنعت، زراعت اور تحقیقی اداروں میں نیوکلیر کا استعمال ہوگا۔

Avisory Board on Energy نے اندازہ لگایا کہ 2004-2005 تک ملک کو بجلی کی پیدائشی صلاحیت 164,000MW ہوگی۔

ترقی یافتہ ممالک جیسے کہ جرمنی، امریکہ اور فرانس میں ملک کو درکار توانائی کا 96 فی صد تیار کرتے اور استعمال کرتے ہیں جب کہ ہمارے ملک میں اس توانائی (نیوکلیر) کے ذریعہ صرف اور صرف 0.04% تیار کر سکے ہیں۔

3.4 توانائی کے استعمالات

توانائی ایک ایسی طاقت ہے جو مشینی پرزوں کو حرکت میں لاتی ہے۔ اس کے استعمالات کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1. توانائی، قدرتی وسائل کو استعمال میں لانے میں مدد دیتی ہے۔
2. بہتی ہوئی طاقتور دریاؤں پر باندھ (Dam) کی تعمیر میں انسان کی مدد کرتی ہے۔
3. توانائی انسان کو کرہ ارض سے خلاء میں پہنچنے میں معاون بنتی ہیں۔
4. توانائی کے ذریعہ انسان بڑے بڑے جہاز سمندر کے سینوں پر چلاتا ہے۔
5. توانائی کے ذریعہ اونچے پہاڑوں کو اپنی مرضی کے مطابق توڑ کر راستہ بنالیتا ہے۔
6. ہماری روزمرہ زندگی میں توانائی ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ اس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور محال ہے۔
7. انسانی فلاح اور معاشی فلاح کے لیے بھی توانائی ضروری ہے۔

توانائی کے فائدے:

1 توانائی کے ذرائع دیہاتوں میں مفت دستیاب ہوتے ہیں جیسے لکڑی، زرعی، بے کار اشیاء، مویشیوں کا فضلہ وغیرہ۔

2 یہ قابل تجدید بھی ہوتے ہیں۔

3 اس کے حصول پر کم سے کم خرچ آتا ہے۔

توانائی کے نقصانات:

1 قابل لحاظ حد تک توانائی لکڑی سے حاصل کرنے پر جنگلوں کو کاٹا جاتا ہے جو ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جس کی پابجائی کے لیے ہمیں صدیوں تک جنگلوں کے بنانے میں لگ جائیں گے۔

2 جنگلوں کی کمی کے باعث زمین بنجر ہو جائے گی۔

3 گوبر سے جو توانائی ہم حاصل کرتے ہیں اس کے جلانے سے ہوا میں گندگی پیدا ہوتی ہے جو ہمارے تنفس کے لیے ضرور پیدا کرسکتا ہے۔

3.5 شمسی توانائی

ہندوستان میں شمسی توانائی کے بے شمار وسائل ہیں جس کے ذریعہ سے توانائی پیدا کی جاسکتی ہے۔ ہمارے ملک کے بے شمار علاقے شمسی حرارت کو جذب کرتے ہیں۔ سورج کے شعاعیں 290-269 دن ہمیں بہ آسانی دستیاب ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کس طرح اس حرارت کو شمسی توانائی میں منتقل کرسکتے ہیں جس سے ہم ہماری چھوٹی ضرورتوں میں استعمال کرسکتے ہیں جیسے:

1 گھر میں تفنہ اور روشنی کرنے کے لیے

2 کھانا پکانے کے لیے (چولھے)

3 چھوٹی صنعت کو چلانے کے لیے

وزارت نے چھوٹی جگہ پر استعمال کے لیے 25-100 کیلوواٹ کے دو شمسی فوٹو ولیٹک توانائی پروجکٹ کے قیام کی ایک اسکیم میں شروع کی یہ پروجکٹس تھے۔ 1165 کیلوواٹ کل صلاحیت اب تک قائم کی جاچکی ہے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں 500 کلو واٹ کے گرڈ انٹرنیشنل پروجکٹ قائم کیے جارہے ہیں۔

حکومت ہند نے فبروری 2000 میں ایک شمسی توانائی پروجکٹ کی تیاری کے لیے منظوری دے دی ہے جس کے ذریعہ 140MW کا پاور لانٹ جرمنی کے توسط سے قائم کی جائے گی۔ اس پروجکٹ کی تعمیر کے لیے درکار سرمایہ مندرجہ بالا ملک مہیا کرے گا۔

شمسی توانائی کے فائد:

1 اس توانائی کو حاصل کرنے کے لیے کم لاگت اور نہ ختم ہونے والی قدرتی حرارت ہے۔

2 اس توانائی کے پیدا کرنے کے لیے ہمیں کسی دوسرے ملک پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

3 اس توانائی سے کوئی فاضل مادّے خارج نہیں ہوتے جس سے کہ ہوا میں Pollution ہوتا ہے۔

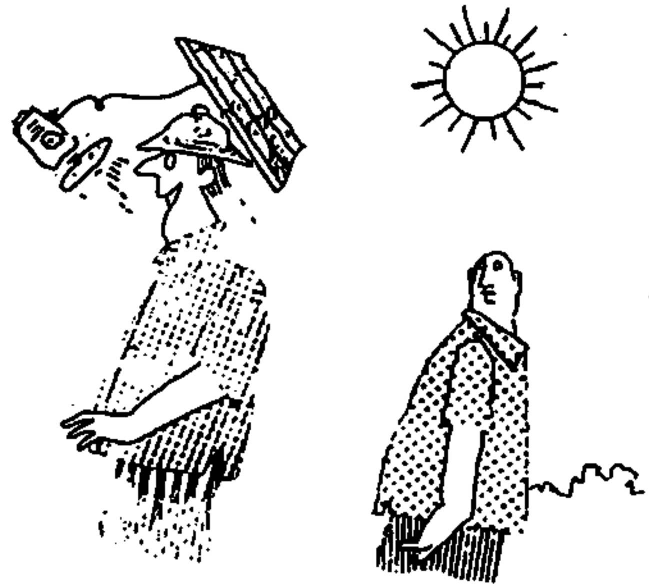

شکل 6.3: شمسی توانائی کا استعمال

3.6 ہوائی توانائی

ہوا کی توانائی پروگراموں کی مدد سے وزارت، دنیا کا سب سے بڑا ہوائی وسائل تجرباتی پروگرام چلا رہی ہے۔ جس کے تحت چنائی میں اس کے ٹیکنالوجی مرکز (C-WET) کا قیام کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد ہوا پر مبنی بجلی سیکٹر کو تعاون دینا ہے۔

یوں تو ہمارے اندازہ کے مطابق ہوا کے ذریعہ 20,000 میگاواٹ توانائی حاصل کرنے کا تھا لیکن بعض ناگزیر وجوہات پر 9,000 میگاواٹ توانائی حاصل کرنے تک ہی محدود کر دیا گیا ہے۔ اور اب ہم 1025 میگاواٹ صلاحیت کی حامل یونٹس کو نصب کیا جا چکا ہے۔

جرمنی، امریکہ، ڈنمارک اور اسپین کے بعد ہندوستان دنیا کا پانچواں ایسا ملک ہے جس نے اتنی بڑی مقدار میں ہوا کی توانائی پیدا کرنے کی گرڈ سے منسلک نظام کی ترقی دی ہے۔

3.7 بایوماس سے توانائی

بایوماس اشیاء میں جنگل اور زرعی صنعتوں پر مبنی تضیع، توانائی پر مخصوص شجرکاری کے علاوہ ماہرانہ اور اسٹیٹ آف دی ارٹ، تکنیک سے تبدیلی کے ذریعہ جنگل اور زرعی تضیع سے توانائی کی پیداوار شامل ہے۔

ملک میں بایوماس پیداوار کی صلاحیت کا اندازہ 19,500 میگاواٹ ہے۔

3.8 چھوٹی پن بجلی

ملک میں چھوٹی پن بجلی صلاحیت کا تقریباً 10,000 میگاواٹ کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ مارچ 2000ء کے آخر تک 3 میگاواٹ تک کی انفرادی صلاحیت تک کل ملا کر 217 میگاواٹ کے چھوٹے پن بجلی پراجیکٹ نصب کیے جا چکے ہیں۔ اور 131 میگاواٹ سے زیادہ کے پراجکٹ زیر تعمیر ہیں۔

3.9 آب پاشی کا مفہوم

مصنوعی طریقہ سے کھیتوں کو پانی کی فراہمی کو آب پاشی کہتے ہیں۔ زراعت میں پانی کی سب سے زیادہ اہمیت ہے جو بارش یا مصنوعی ذرائع آب پاشی سے فراہم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں زرعی اصلاح اور ترقی کے لیے مصنوعی ذرائع آب پاشی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں تاکہ معاشی خوش حالی حاصل کی جا سکے۔

3.9.1 ذرائع آب پاشی

آب پاشی کے تین اہم ذرائع ہیں:

1 کنویں: کنویں آب پاشی کا اہم ذریعہ ہیں۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں: 1 سطحی کنویں 2 نلکی دار کنویں

سطحی کنویں Surface Wells: کچھ عرصہ قبل تک ہندوستان کا قدیم اور اہم ذریعہ آب پاشی تھے۔ ان کنوؤں کی تعداد ملک میں 2.5 ملین ہے جن میں سے تقریباً نصف اتر پردیش میں ہیں۔ ایسے کنوؤں کی کھدوائی چوں کہ گراں نہیں ہوتی اس لیے خانگی افراد اپنے سرمایہ سے تعمیر کر لیتے ہیں۔ لیکن ریاستی حکومت بھی قرض اور مالی امداد دیتی ہے۔ اس قسم کے کنوؤں سے صرف 15 ایکڑ تک ہی زمین سیراب کی جا سکتی ہے۔

2 نلکی دار کنویں: نلکی دار کنویں چوں کہ گہرے ہوتے ہیں اس لیے ان کنوؤں سے کافی وسیع رقبہ یعنی 120 یا 200 ایکڑ تک اراضی کی آبیاری کی جا سکتی ہے۔ نلکی دار کنوؤں کی تعمیر پر بہت زیادہ صرفہ آتا ہے اور اس کی تعمیر میں ماہر مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم

کے کنویں اتر پردیش میں زیادہ ہیں۔اس ریاست کے بعد بالترتیب بہار، پنجاب، مہاراشٹرااور تامل ناڈو ہیں۔کنوؤں سے آبپاشی ان علاقوں میں موزوں ہے جہاں پر آب زدگی یا اسی قسم کی دوسری خامیوں کی وجہ سے نہروں سے آب پاشی مشکل ہے۔

تالاب: بارش کے موسم میں دریاؤں میں پانی کی جو زائد مقدار ہو جاتی ہے اس زائد پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے یا راست بارش کے پانی کو محفوظ کرنے کے لیے تالاب تعمیر کیے جاتے ہیں۔اس پانی کو آب پاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔تالاب چھوٹے اور بڑے دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔دکن جنوبی ہند، بالخصوص تامل ناڈو میں تالاب اہم ذریعہ آبپاشی ہیں۔عموماً تالاب حکومت کی جانب سے تعمیر کیے جاتے ہیں۔اور اسی کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔یہاں پر تقریباً 40 ہزار تالاب ہیں جو 5 ملین ہیکڑ اراضی کی آبیاری کرتے ہیں۔1980ء کے تخمینہ کے مطابق مجموعی سیراب شدہ رقبہ کا 13 فی صد تالابوں سے سیراب ہوتا ہے۔لیکن نلکی دار کنوؤں اور نہروں کی بہتر صورت گری کی وجہ تالابوں کی اہمیت گھٹ گئی ہے۔ریاستی حکومت زیادہ تر تالابوں کی تعمیر اور مرمت پر توجہ دے رہی ہیں۔

نہریں: موجودہ زمانہ میں نہریں آب پاشی کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔نہروں کی تعمیر پر صرفہ زیادہ آتا ہے اس لیے یہ حکومت کی جانب سے تعمیر کی جاتی ہیں۔اور وہی اس کی نگران کار ہوتی ہے۔نہروں سے ایک وسیع رقبہ کو سیراب کیا جاسکتا ہے۔اتر پردیش، پنجاب، ہریانہ، راجستھان، بنگال اور بہار میں نہریں اہم ذریعہ آب پاشی ہیں۔83-1982 ہے جو کہ مجموعی سیراب شدہ رقبہ کا 38 فی صد ہوتا ہے۔

نہریں 3 قسم کی ہوتی ہیں:

1 مستقل یا دوامی نہریں
2 سیلابی نہریں
3 ذخیرہ آب کی نہریں

1 مستقل یا دوامی نہریں:

مستقل یا نہریں راست دریاؤں سے پانی لیتی ہیں۔ان نہروں سے سال بھر آب پاشی کی جاسکتی ہے۔

2 سیلابی نہریں:

سیلابی نہریں بھی دریاؤں سے پانی حاصل کرتی ہیں۔لیکن صرف بارش کے موسم میں طغیانیوں پر کنٹرول کے لیے ایسی نہریں تعمیر کی جاتی ہیں۔لیکن ان سے آب پاشی کا کام لیا جاتا ہے۔

3 ذخیرہ آب کی نہریں:

اس قسم کی نہریں ڈیم یا ذخیرۂ آب سے پانی لیتی ہیں جو کہ دریاؤں پر یا وادی میں تعمیر کیے جاتے ہیں۔یہ بارش کے پانی کو جمع کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

آب پاشی کے فائدے:

آب پاشی کی ترقی سے حسب ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

1 قحطوں کا انسداد: اس میں شک نہیں کہ آج کل قحطوں کی وہ شدت نہیں رہی جو پہلے تھی تاہم اب بھی ملک کے مختلف حصوں میں ان کی وجہ سے بہت کچھ جانی اور مالی نقصان ہوتا رہتا ہے۔ اگر ذرائع حمل ونقل کی ترقی کے ساتھ ساتھ ذرائع آب پاشی کو بھی ترقی دی جائے تو قحطوں کا انسداد کامیابی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

2 انسداد قحط کے مفید نتائج: آبپاشی کی ترقی سے قحطوں کا انسداد ہوگا تو اس سے زراعت کی حالت مستحکم ہوگی۔ کاشت کاروں کی معاشی زندگی بہتر ہوگی۔ ملک جانی و مالی نقصان سے بچا رہے گا۔

3 کاشت عمیق: کاشت عمیق کے لیے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، معقول ذرائع آب پاشی بھی اس کا اہم جزو ہیں۔ ذرائع آب پاشی کو ترقی ہونے سے کاشت عمیق میں سہولت ہوگی، اور کاشت عمیق کا طریقہ عام ہوتا جائے گا۔

4 توسیع کاشت اور حکومتوں کی آمدنی: ذرائع آب پاشی کی ترقی کی وجہ سے غیر مزروعہ زمینات زیر کاشت آئیں گی۔ خشک فصلوں کی بجائے تر فصلیں اگائی جائیں گی۔ ہر دو حالتوں میں حکومتوں کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

5 بڑھتی ہوئی آبادی کے ذرائع خوراک: پچھلی ڈیڑھ صدی میں ہندوستان کی آبادی میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ اگر ذرائع آب پاشی ترقی یافتہ حالت میں ہوں تو کاشت عمیق اور توسیع کاشت کے ذریعہ بڑھی ہوئی آبادی کے لیے زیادہ ذرائع خوراک فراہم کیے جاسکتے ہیں۔

6 مقدار پیداوار اور قسم پیداوار: ہندوستان میں نہ صرف پیداوار کا اوسط کم ہے بلکہ اس کی قسم بھی عموماً اچھی نہیں ہوتی۔ ان نقائص کو دور کرنے کے لیے وسیع ذرائع آبپاشی بھی ضروری ہیں۔ ذرائع آب پاشی کی سہولتوں کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوگا۔ اور اس کی قسم اچھی ہوگی تو ہماری اجناس بین الاقوامی بازاروں میں کامیاب مقابلہ کرسکیں گی۔

7 باغبانی کی ترقی: ہندوستان میں باغبانی کی ترقی کے لیے بہت گنجائش ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک اہم رکاوٹ ناکافی ذرائع آب پاشی کی ہے۔ اگر آب پاشی کو ترقی دی جائے تو باغبانی کو بھی خاطر خواہ ترقی دی جاسکتی ہے۔

8 چارے کی فصلیں: جانوروں کے لیے چارے کی فراہمی کا مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اگر وسیع ذرائع آبپاشی موجود ہوں تو چارے کی فصلیں اگانے میں سہولت ہوگی۔

9 نہروں کے ذریعہ: سر آرتھر کاٹن کے قول کے مطابق اگر عظیم الشان نہریں تیار کی جائیں تو ان سے حمل ونقل کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور ریلوں کے مقابلہ میں شرح کرایہ کم رکھی جاسکتی ہے۔

10 اخراجات کی بچت اور مالیہ کا استحکام: ذرائع آب پاشی کی ترقی کی بناء پر جب قحطوں کا انسداد ہوگا تو وہ تمام رقم بچ جائے گی۔ جو قحطوں کے انسداد کے لیے خرچ ہوتی تھی۔ وسیع ذرائع آب پاشی کی وجہ سے جب فصلیں تلف نہ ہوں گی تو کاشت کار بروقت مال گزاری ادا کرتے رہیں گے۔ اس طرح حکومت کے مالیہ کو استحکام حاصل ہوگا۔

11 **کاشت کاروں کی آمدنی میں اضافہ:** سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ بہتر ذرائع آب پاشی سے عمدہ پیداوار حاصل ہوگی کاشت کاروں کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ اور وہ مقابلتاً معیار پر زندگی بسر کرسکیں گے۔

3.9.3 آب پاشی کا فروغ

اناج کی پیداوار بڑھانے کے لیے آب پاشی کے موجودہ طریقوں کو مستحکم بنانے کے ساتھ ساتھ دوسری آب پاشی سہولیات کی توسیع کی حکمت عملی اختیار کی گئی ہے۔ بڑے آبپاشی بڑے درمیانی، چھوٹے آب پاشی کے پراجکٹوں اور کمان علاقہ کی منظم ترقی کے ذریعہ آب پاشی کے امداد فراہم کرائی جاتی ہے۔ 1951ء میں پہلے پانچ سالہ منصوبہ کے شروع ہونے کے وقت آب پاشی کو صلاحیت 226 لاکھ ہیکٹر سالانہ تھی 2000-1999ء کے آخر تک بڑھ کر تقریباً 9433 لاکھ ہیکٹر ہوگی۔ مختلف پانچ سالہ منصوبوں کے دوران بڑے درمیانی اور چھوٹے پراجکٹوں کے تحت ترقی دی گئی۔ آب پاشی کی صلاحیت استعمال کی گئی۔

بڑے اور درمیانی آب پاشی پراجکٹ:

جن آب پاشی پراجکٹوں میں دو ہزار سے 10 ہزار ہیکٹر زراعت کے قابل زمین میں آب پاشی کی سہولیات مہیا کرائی جاسکتی ہیں۔ انہیں درمیانی آب پاشی پراجکٹ کہتے ہیں۔ اس طرح جن پراجکٹوں میں 10 ہزار ہیکٹر سے زیادہ زراعت کے قابل کمان علاقوں میں آب پاشی ہوتی ہے۔ انہیں بڑے آب پاشی پراجکٹ کہتے ہیں۔

آب پاشی میں بڑے، اوسط اور چھوٹے منصوبوں کی صلاحیت 1950-51ء میں دو کروڑ 26 لاکھ ہیکٹر سے بڑھ کر پہلے منصوبہ کے آخر میں دو کروڑ 62 لاکھ 60 ہزار ہیکٹر۔ دوسرے منصوبہ کے آخر میں 2 کروڑ 90 لاکھ 80 ہزار اور تیسرے منصوبہ کے آخر میں 3 کروڑ 35 لاکھ 70 ہزار اور 1966-69ء میں 3 کروڑ 71 لاکھ ہیکٹر ہوگئی۔ 1979-80ء تک یہ 5 کروڑ 66 لاکھ 10 ہزار اور 1984-85ء تک 6 کروڑ 52 لاکھ 20 ہزار ہیکٹر تک پہنچ گئی۔ 1989-90ء میں 8 کروڑ 10 لاکھ 90 ہزار ہیکٹر تک پہنچ گئی۔ آٹھویں منصوبہ کے آخر میں یعنی 1996-97ء تک آب پاشی کی صلاحیت 8 کروڑ 93 لاکھ 10 ہزار ہیکٹر تک حاصل کرنے اور اس کا استعمال 8 کروڑ 7 لاکھ 50 ہزار ہیکٹر میں ہونے کی امید ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

اس سبق میں آپ معاشی بنیادی ساخت کے اہم عناصر جیسے:

- ☆ رسل ورسائل
- ☆ حمل ونقل
- ☆ طاقت اور
- ☆ آب پاشی کا تفصیلی مطالعہ کرچکے ہیں

ہر جمہوری ملک کا اولین مقصد سماجی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔ ہندوستان ایک بہت بڑا جمہوری ملک ہے اس کا بنیادی مقصد بھی عوامی فلاح و بہبود ہے سماجی فلاح و بہبودی کا انحصار ملک کی معاشی ترقی پر ہوتا ہے۔ اور ملک کی معاشی ترقی کا انحصار معاشی بنیادی ساخت پر ہوتا ہے۔

مواصلاتی نظام کی ترقی سے عالمیانہ Globolisation کی صورت حال پیدا ہوئی۔

حمل و نقل کی سہولیات کے سبب طویل سافت نہایت کم وقت میں کی جاسکتی ہے۔ طاقت کے ذریعہ صنعتیانہ Industrilisation کی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ آب پاشی کے ذریعہ زرعی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوگا۔ اور اس کے نتیجہ میں سبز انقلاب کی صورت حال پیدا ہوگی۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی	اردو تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
Bio-Gas	بایوگیس	حیاتیاتی گیس	جانور کے فضلہ کو گیس میں تبدیل کیا جاتا ہے اور اس گیس سے پکوان، گھریلو بجلی اور چھوٹے مشینوں کو چلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے
Nuclear Energy	نیوکلیر انرجی	نیوکلیر توانائی	یورانیم اور تھوریم کے استعمال سے اس توانائی کو حاصل کیا جاتا ہے جسے خاص ری ایکٹر میں رکھ کر بیان بالا چیزوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔
Petrolium	پٹرولیم	پٹرولیم	یہ ایک سیال مادہ ہے جو ہائیڈرو کاربن پر مشتمل ہوتا ہے اس مادہ سے ہمہ اقسام کے کیمیائی مرکبات حاصل ہوتے ہیں جو ہمارے روزمرہ کی ضروریات میں بے حد مفید ہے۔ اس سے توانائی حاصل کی جاتی ہے۔
Setellite	سٹلائیٹ	مصنوعی سیارہ	اس سیارہ کو زمین سے خلاء کو داغا جاتا ہے۔ جس کی رفتار داغتے وقت 9.8/Sec سے چھوڑا جاتا ہے۔ جس سے ہمیں جانکاری ملتی ہے۔
Water Cycle	واٹر سیکل	آبی گردش	سمندر، زمین اور ماحولیات کے درمیان پانی کی گردش کو آبی گردش کہتے ہیں۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 آب پاشی سے کیا مراد ہے؟

2 رسل ورسائل کی درجہ بندی کیجیے؟

3 حمل ونقل کی درجہ بندی کیجیے؟

4 روایتی توانائی اور غیرروایتی توانائی کے ذرائع کے درمیان فرق کیا ہے بیان کیجیے؟

5 شمسی توانائی پر مبنی نوٹ لکھیے؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 آب پاشی سے کیا مراد ہے؟ آب پاشی کے مختلف ذرائع بیان کیجیے؟

2 برقی قوت پر ایک مفصل نوٹ لکھیے؟

3 ہندوستان میں ریلوے ٹرانسپورٹ کی اہمیت کو بیان کیجیے؟

4 ہندوستان میں پوسٹل خدمات پر اظہار خیال کیجیے؟

5 متعدی امراض کسے کہتے ہیں؟ دو بیماریوں کی مثال دیجیے اور ان کے لیے احتیاطی تدابیر پر نوٹ لکھیے؟

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 مصنوعی طریقہ سے کھیتوں کو پانی کی فراہمی کو.............................. کہتے ہیں۔

2 یورانیم اور تھوریم کے ذریعہ.............................. توانائی پیدا کی جاتی ہے۔

3 جانوروں کے فضلہ سے.............................. تیار کی جاتی ہے۔

4 تیل، قدرتی گیاس، برقی قوت، کوئلہ وغیرہ.............................. توانائی کے ذرائع ہیں۔

5 پانی سے تیار ہونے والی برقی قوت کو.............................. کہتے ہیں۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 LPG کی توضیح کیجیے: ( )

(a) Liquified Petrolium Gas (b) Lower Pressure Gas

(c) Light Petrole Gasoline (d) Leaded Petrolium Gas

2 سورج کے ذریعہ پیدا کی جانے والی توانائی کو یہ کہتے ہیں: ( )

(a) قمری توانائی (b) شمسی توانائی

(c) خلائی توانائی (d) نیوکلیر توانائی

3 PIN کی توضیح کیجیے: ( )

(a) Postal Index No. (b) Premium Index No.

(c) Public Identity No. (d) Private Index No.

4 ہندوستانی پہلے مصنوعی سیارہ کا نام یہ ہے: ( )

(a) اگنی (b) PSLV

(c) آریا بھٹ (d) روہنی

5 پہلی ریلوے لائن کونسے مقامات کے درمیان بچھائی گئی: ( )

(a) بمبئی۔کلکتہ (b) بمبئی۔پونے

(c) حیدرآباد۔سکندرآباد (d) مدراس۔دہلی

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

A		B	
1	ریڈیو	a	تھرمل پاور
2	ٹیلی ویژن	b	ترسیل ورسائل
3	ترسیل پیغام	c	آکاش وانی
4	کوئلہ سے تیار کی جانے والی توانائی	d	دماغی بخار
5	مچھر	e	دوردرشن

سبق - 7 بیرونی تجارت (Foreign Trade)

1 سبق کا خاکہ
2 تمہید
3 سبق کا متن
3.1 گھریلو اور بیرونی تجارت
3.2 بیرونی تجارت کے فائدے اور نقصانات
3.3 ہندوستان میں بیرونی تجارت کی اہمیت
3.4 شرائط تجارت
3.5 توازن ادائیگی
3.6 ادائیات کا عدم توازن
3.6.1 توازن ادائیگی
3.6.2 عدم توازن ادائیگی کے اسباب
3.6.3 توازن ادائیات کے عدم توازن کو دور کرنے کی تجاویز
4 سبق کا خلاصہ
5 زائد معلومات
6 فرہنگ اصطلاحات
7 نمونہ امتحانی سوالات
7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑ ملائیے

سبق - 7

سبق - 7 بیرونی تجارت(Forieng Trade)

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ گھریلو اور بیرونی تجارت کے درمیان فرق کے بارے میں تفصیلی جانکاری حاصل کریں گے:

+ ہندوستان میں بیرونی تجارت کی اہمیت
+ شرائط تجارت
+ توازن تجارت
+ توازن ادائی

2 تمہید

تجارت کا وجود تقسیم عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر ماہر فرد یا ہر خاندان خود ہی اپنی ضرورت کی تمام اشیا تیار کرلے تو پھر مبادلے یا تجارت کی نہ ضرورت اور نہ گنجائش۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی مہذب بلکہ نیم مہذب انسان اب ایسا نہیں ملتا جو اپنی احتیاجات رفع کرنے کے لیے دوسرے انسانوں کا کم و بیش محتاج نہ ہو، موجودہ زمانے میں پیدائش دولت کی شاندار ترقی دراصل اسی تعاون اور اتحاد عمل کا نتیجہ ہے اور اسی پر تمام تجارتی کاروبار کی بنیاد ہے۔

تجارتی کاروبار کی اس اصولی یکسانیت کے باوجود عملی طور پر تجارت کو دو بڑے شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جن میں سے ایک کو تجارت داخلہ اور دوسرے کو تجارت خارجہ یا تجارت بین الاقوامی کہتے ہیں اگر ایک ہی ملک میں رہنے والے افراد اپنی اپنی اشیا یا خدمات کا آپس میں مبادلہ کریں تو وہ تجارت داخلہ ہے۔ اس کے برعکس اگر لین دین کرنے والے افراد مختلف ملکوں کے باشندے ہوں تو وہ تجارت خارجہ ہے اور اسی کا دوسرا نام تجارت بین الاقوام ہے۔ یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ تجارت بین الاقوام کے لیے یہ ضروری نہیں کہ فریقین معاملہ قومیں یا حکومتیں ہوں عملی طور پر خرید و فروخت کرنے والے دونوں صورتوں میں عموماً افراد ہی ہوتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ تجارت داخلہ میں دونوں فریق ایک ہی ملک کے باشندے ہوتے ہیں۔ اور تجارت خارجہ میں وہ دو جداگانہ ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب رہے خود حکومت کے خرید و فروخت کے معملات تو ظاہر ہے کہ اگر وہ ملک کے اندر ہوں تو تجارت داخلہ میں شامل ہوں گے۔ اور اگر کسی غیر ملک کے افراد سے ہوں تو تجارت کا خارجہ کا جزو شمار ہوں گے مختصر یہ کہ تجارت کی ان دو قسموں کا فرق اس بات سے متعلق ہے کہ وہ کہاں کے باشندے ہیں۔ ایک ہی ملک کے یا دو جداگانہ ملکوں کے پہلی

صورت میں ان کا کاروبار تجارت داخلہ میں شمار ہوگا اور دوسری صورت میں تجارت خارجہ ہیں۔

تجارت خارجہ کے سلسلے میں جو مال و اسباب ملک کے سے باہر بھیجا جاتا ہے۔ اسے مجموعی طور پر آمد کہا جاتا ہے۔ اور جو مال و اسباب دوسرے ملکوں سے منگایا جاتا ہے، اسے مجموعی طور پر درآمد کہا جاتا ہے۔ مثلاً ہندوستان سے قسم قسم کی زرعی پیداوار یں یورپی ملکوں کو برآمد کی جاتی ہیں۔ اور ان ملکوں سے قسم قسم کی مصنوعات ہندوستان میں درآمد ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں ایک بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ درآمد میں صرف مادی اشیاء ہی شامل نہیں ہوتیں بلکہ ایسے تمام خدمات جن کی بازار میں کچھ قدر و قیمت ہو، وہ بھی آج کل درآمد و برآمد کا ایک اہم جزو بن گئے ہیں۔

3 سبق کا خاکہ

3.1 گھریلو اور بیرونی تجارت کے درمیان فرق

داخلی تجارت اور خارجی تجارت کے درمیان فرق:

خرید و فروخت کے عمل کو کاروباری اصطلاح میں تجارت (Trade) کہتے ہیں۔ ہندوستان کی تجارت کو اس کی مائیت کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1) داخلی تجارت Internal Trade

2) خارجی تجارت External Trade

داخلی تجارت یا اندرونی تجارت

ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ یہاں کے رقبے آبادی جغرافیائی حالات، وسائل معاش، ذرائع پیدائش کی تخصیص اور تقسیم کے پیش نظر خود اندرون ملک مختلف علاقوں کے مابین تجارت کی بڑی گنجائش ہے۔

اندرونی تجارت سے مراد ایسی تجارت ہے جو ملک کے مختلف اندرونی علاقوں کے مابین عمل میں آئے۔ بین صوبائی یا بین ریاستی تجارت کا شمار اندرونی تجارت میں ہوتا ہے۔ ایسی تجارت جو کسی ایک صوبہ یا ریاست کے مختلف اندرونی علاقوں کے مابین عمل میں آئے، وہ بھی اندرونی تجارت کی تعریف میں شامل ہوگی۔

ہندوستان میں اندرونی تجارت کو قدیم زمانہ سے بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہندوستان بجائے خود ایک نیم براعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اندرونی ضروریات بہت وسیع ہیں۔ ہندوستان کی معاشی زندگی میں اندرونی تجارت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

خارجی تجارت:

خارجی تجارت سے مراد وہ تجارت ہے جو ہندوستان اور مختلف بیرونی ممالک کے درمین عمل میں آئے۔

ہندوستان کی تجارت خارجہ کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ تین ہزار سال قبل مسیح میں بابل کی ممیاں ہندوستان کے نفیس ململ میں لپٹی ہوئی برآمد ہوئی ہیں۔ قدیم یونان، روم، عربستان، ایران اور چین کے ساتھ بھی ہندوستان کی تجارت جاری تھی۔ اہم برآمدی اشیاء میں سوتی مصنوعات، مختلف قسم کی دھات کی مصنوعات، ہاتھی دانت، عطر، رنگ اور مسالے وغیرہ شامل ہیں۔

خارجی تجارت اور داخلی تجارت میں فرق

	داخلی تجارت		خارجی تجارت
1	اس کے برخلاف اندرونی تجارت یا داخلی تجارت میں ایک علاقہ کسی خاص شئے کی پیداوار میں مہارت حاصل کرلیتا ہے اور اس شئے کو اندرون ملک دوسرے مقامات پر بیچا جاتا ہے۔	1	خارجی تجارت میں ایک ملک کسی خاص شئے یا استعمال کی پیداوار میں مہارت حاصل کرلیتا ہے اور وہ ان اشیاء کے بدلے میں دوسرے ملک سے اپنی ضرورت کی اشیاء حاصل کرتا ہے۔
2	اس کے برخلاف داخلی تجارت پر عام طور پر حکومت کی جانب سے کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جاتی۔	2	خارجی تجارت کے لیے حکومت کی جانب سے پابندیاں عائد کی جاتی ہیں اور اس کے لیے حکومت سے اجازت حاصل کرنا پڑتا ہے۔
3	داخلی تجارت میں سکوں کے درمیان کسی قسم کے تبادلے کی ضرورت نہیں پڑتی اسی لیے یہ ایک آسان طریقہ کار ہے۔	3	دو ممالک کے درمیان تجارت ہوتی ہے تو ان کے سکوں کے درمیان تبادلے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ طریقہ کار ہے جس پر حکومت کا کنٹرول ہوتا ہے۔
4	داخلی تجارت میں چوں کہ فاصلہ زیادہ طویل نہیں ہوتا ہے اس لیے حمل ونقل میں کسی قسم کا خطرہ نہیں پایا جاتا اور تاجر کو اپنی اشیا کا بیمہ کروانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔	4	بین الاقوامی تجارت میں اشیاء کو اکثر دور دراز کے ممالک کو بھیجا جاتا ہے اس کام میں کافی وقت لگتا ہے۔ اور طویل فاصلے کی وجہ سے فروخت شدہ اشیاء کے خراب ہونے کی بھی امکانات پائے جاتے ہیں۔
5	داخلی تجارت کی صورت میں، عوامل پیداوار جیسے محنت اصل وغیرہ آزادانہ طور پر نقل وحرکت کرسکتے ہیں۔	5	خارجی تجارت کی صورت میں، عوامل پیداوار جیسے محنت، اصل وغیرہ آزادانہ نقل وحرکت نہیں کرسکتے۔

6	دو ممالک، جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے جداگانہ ہوتے ہیں۔	6	ایک ملک کی دو ریاستیں جغرافیاں اور سیاسی اعتبار سے جداگانہ نہیں ہوتی
7	خارجی تجارت کی صورت میں، زبان روایات، رسومات، عادات، پیمانہ جات مختلف پائے جاتے ہیں۔ اس بنیاد پر علاحدہ مارکیٹ قائم کیے جاتے ہیں۔ انگلینڈ میں موٹر کار کا استعمال سیدھے بازو ہوتا ہے جب کہ امریکہ اور فرانس میں بائیں بازو ہوتا ہے۔	7	ایسے مختلف قسم کے فرق نہیں پائے جاتے۔ بلکہ یکسانیت پائی جاتی ہے۔
8	دو ممالک کی کرنسی مختلف ہوتی ہے اور زرمبادلہ بھی جداگانہ ہوتا ہے۔	8	ایک ہی قسم کی کرنسی استعمال میں آتی ہے۔
9	خارجی تجارت کا انحصار دو ممالک کے باہمی خوش گوار تعلقات، باہمی امن کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جنگ کی صورت میں تجارت بند ہو جاتی ہے۔	9	داخلی تجارت کی صورت میں ایسے سیاسی مسائل پیدا نہیں ہوتے تمام ریاستوں میں اتحاد اور امن ہوتا ہے۔
10	فاصلہ، زبان، کلچر، مذہب وغیرہ عوامل، عوام کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقلی سے روکتے ہیں۔	10	فاصلہ نہیں پایا جاتا۔ زبان میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ کلچر مشترکہ ہوتا ہے۔

3.2 بیرونی تجارت کے فائدے اور نقصانات

اگر مختلف ملکوں کے درمیان تجارت آزادانہ طور پر، بغیر کسی روک ٹوک کے جاری رہے تو اس سے تجارت میں حصہ لینے والے تمام ملکوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کی بدولت وہ ایسی اشیاء حاصل کر سکتے ہیں جنہیں یا تو وہ پیدا ہی نہیں کر سکتے یا اگر پیدا کریں تو مصارف زیادہ ہوتے ہیں۔ تجارت بین الاقوامی کی بدولت انہیں سستی اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں اور اپنی اشیا کو مختلف بیرونی بازاروں میں فروخت کر کے وہ زیادہ قیمتیں بھی حاصل کر سکتے ہیں اس کے علاوہ بین الاقوامی تجارت سے اور بھی کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

1 بین الاقوامی تقسیم عمل:

بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے تقسیم عمل Division of Labour یا تخصیص کار کے فوائد سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے۔ آدم اسمتھ کے زمانہ سے ہی یہ بات عام طور پر سے تسلیم کر لی گئی ہے کہ علاقائی تقسیم عمل سب ملکوں کے لیے فائدہ مند

ثابت ہوتا ہے۔ لیکن تقسیم عمل سے اسی صورت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب کہ مختلف ملکوں کے درمیان تجارت ہو رہی ہو۔ تجارت کی عدم موجودگی میں ہر ملک کو ایسی اشیاء پیدا کرنی پڑیں گی۔ جن کی پیدائش پر اسے فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اور جنھیں سستے داموں پر دوسرے ملکوں سے منگوایا جاسکتا ہے۔ ایسا کرنے پر اسے نہ صرف نقصان برداشت کرنا پڑے گا بلکہ خوامخواہ قومی مسائل ضائع ہوں گے البتہ اگر تجارت ہو رہی ہو تو پیداوار وسائل سے بیش ترین فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور عاملین کو ان اشیاء کے لیے وقف کیا جاسکتا ہے۔ جن کی پیدائش کے لیے وہ سب سے زیادہ موزوں ہوتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف وسائل کی بچت ہوتی ہے بلکہ قیمتوں میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔

2 ہر ملک ایسی اشیاء استعمال کرسکتا ہے جنھیں وہ پیدا نہیں کرسکتا یا جنھیں پیدا کرنے کے مصارف بہت زیادہ ہوتے ہیں:

اس طرح صارفین کو انواع اقسام کی چیزیں میسر آجاتی ہیں۔ گرم ملکوں میں پیدا ہونے والی اشیاء سرد ملکوں میں اور سرد ملکوں میں پیدا ہونے والی اشیاء گرم ملکوں میں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ اس سے معاشی خوش حالی پر خوش گوار اثر پڑتا ہے اور باشندوں کا معیار زندگی بلند ہو جاتا ہے۔

3 تجارت میں حصہ لینے والے تمام علاقوں میں اشیاء کی عاملین پیدائش کی قیمتوں میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے:

اب اگر کسی وقت کسی ملک میں کسی شئے کی قیمت میں بہت زیادہ ہو جائے تو اسے دوسرے ملکوں سے درآمد کیا جاسکتا ہے۔ جس سے اس کی قیمت گر جائے گی۔

4 پیدائش پر پیمانہ کبیر (Large Scale Production):

بین الاقوامی تخصیص کار کی وجہ سے ملک اپنے اپنے ملکوں میں پیداش کو بڑھا دے سکتے ہیں۔ کیوں کہ عاملین پیدائش کو ان ہی کاموں میں مشغول کیا جاسکتا ہے۔ جن کے لیے وہ موزوں ترین ہوتے ہیں۔ اب چوں کہ آزاد تجارت کی وجہ سے بازار وسیع ہو جاتا ہے اس لیے ملک بڑے پیمانہ پر اشیاء پیدا کر کے پیدائش پر پیمانہ کبیر کی کفالتوں سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

5 انسداد قحط:

خشک سالی کے زمانہ میں غلہ دوسرے ملکوں سے درآمد کر کے ملک کو فاقہ کشی سے بچایا جاسکتا ہے۔ اگر کسی ملک کے پاس فالتو پیداوار ہو تو ضرورت مند ملکوں کو برآمد کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ساری دنیا کو ایک معاشی اکائی میں متحد کیا جاسکتا ہے۔

6 حکماتی ایجادات اور انکشافات سے سب کا مستفید ہونا:

تجارت بین الاقوام کی عدم موجودگی میں مختلف ملکوں کی ایجادات و اختراعات سے ساری دنیا کے صارفین محروم رہتے ہیں اور نہ صرف معاشی طور پر ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں کا فرق برقرار رہتا ہے بلکہ دن بہ دن کی یہ خلیج وسیع تر ہوتی جاتی ہے لیکن بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ان ایجادات سے سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

7 بین الاقوامی تجارت سے برقراری امن میں مدد ملتی ہے:

آزاد تجارت کی وجہ سے دنیا کے تمام ملکوں کی خام پیداواروں سے استفادہ کے مساوی مواقع حاصل رہتے ہیں۔ اس لیے مختلف ملکوں کے درمیان رقابت پیدا ہونے نہیں پاتی۔ اگر کسی ملک کی خام پیداواروں سے کوئی ملک استفادہ کرے اور کوئی محروم رہے تو اس سے آپسی تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ بگاڑ بڑھ کر جنگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ دنیا کی اکثر جنگیں اسی لیے لڑی گئی ہیں کہ وسائل قدرت سے مالا مال ملکوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنی نوآبادی بنالیا جائے۔ آزاد تجارت سے چوں کہ ملکوں کی اہم ضروریات فراہم ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا بین الاقوامی تجارت سے تمام متعلقہ ملکوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدم اسمتھ اور اس کے پیرو آزاد تجارت کی پر زور حمایت کرتے رہے۔ جس قدر وسیع پیمانہ پر ملکوں کے درمیان تجارت ہوگی اسی قدر زیادہ تخصیص کار کے فائدے حاصل ہوں گے۔

آزاد تجارت کی بدولت معاشی وسائل کو پورے طور استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس طرح معاشی خوش حالی اپنے عروج پر پہنچ سکتی ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے نقصانات:

نظری حیثیت سے تخصیص کار، جو کہ تجارت بین الاقوام کی بنیاد ہے، کے فوائد سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا لیکن عملی طور پر بعض ملکوں بالخصوص پس ماندہ ملکوں کو آزاد تجارت کے کچھ ایسے تلخ تجربات ہوتے ہیں جن کی بناء پر تصویر کے دوسرے رخ سے بھی پہلو تہی نہیں کی جا سکتی آزاد تجارت کے فائدوں کے ساتھ ان کے نقصانات کا تذکرہ بھی بے محل نہ ہوگا۔

1) تجارت بین الاقوام کی صورت میں یہ ممکن ہے کہ حال کی بہتری کے لیے مستقبل کو بھینٹ چڑھا دیا جائے مثلاً کوئی پس ماندہ ملک بین الاقوامی تجارت سے مستفید ہونے کی خاطر اپنی معدنی دولت کو برآمد کر دے اور جب خود اپنی صنعتی ترقی کے لیے ان کی ضرورت پڑے تو ان کی کمی محسوس کرے۔

2 آزاد تجارت کی وجہ سے جب کوئی ملک سستی بدیشی اشیاء کا خوگر ہو جاتا ہے تو ملکی صنعتوں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے اور ملک کی دستکاریاں اور گھریلو صنعتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہ سب ہمارے ملک ہندوستان میں ہو چکا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہماری دستکاریوں کا ہر سو شہرہ تھا لیکن سستی برطانوی مصنوعات کی ریل پیل کی وجہ سے وہ دم توڑنے لگیں اور اکثر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔
صنعتی طور پر پس ماندہ ملکوں کو آزاد تجارت کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے۔

3 بین الاقوامی تجارت کی بدولت، تخصیص کار کی بناء پر ملک کو صرف چند اشیاء کی پیدائش پر انحصار کرنا پڑتا ہے جس کے نتائج بسا اوقات اچھے نہیں ہوتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے تمام انڈے ایک ہی ٹوکری میں رکھ دئے جائیں۔ اگر دوسرے ملک ان اشیاء کا بدل دریافت کر لیں جن کی پیدائش کو کسی ملک نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ یا وہ صنعت کسی وجہ سے کساد بازاری کا شکار ہو جائے تو ملک کے سارے باشندوں کی معاشی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ مزید برآں ملک کی ہمہ گیر ترقی کے لیے بھی

یہ بات اچھی نہیں ہے کہ کوئی ملک صرف ایک ہی قسم کی شئے کی پیدائش کے لیے اپنے آپ کو وقف کرے مثلاً ایک ملک صرف مصنوعات تیار کرے اور دوسرا صرف زرعی پیداوار۔ اس طرح کی لنگڑی ترقی کسی وقت بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہوسکتی۔

4 شہنشاہیت قائم کرنے والے، تاجروں کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہیں۔ تاجروں کے قدم جمتے ہیں سیاسی اقتدار حاصل ہوجاتا ہے۔ ہندوستان کی ہی مثال لیجیے۔ انگریز یہاں تاجرین بن کر آئے اور حکمران بن بیٹھے۔

5 ایک ملک کا دوسرے ملک پر حد سے زیادہ انحصار خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ بالخصوص جنگ کے زمانہ میں جب کہ تجارت میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ گذشتہ دونوں عالم گیر جنگوں میں ہندوستان کو اس کا بڑا تلخ تجربہ ہوچکا ہے۔ جنگ کے زمانہ میں ہندوستان معمولی روزمرہ کی برتنے کی چیزوں کے لیے ترس گیا تھا۔

6 بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ملک میں ایسی اشیاء بھی راہ پالیتی ہیں۔ جن کے استعمال سے ملک کے باشندوں کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے یا جن کی وجہ سے لوگ تن آسانی اور عیش وعشرت کی زندگی کے خوگر ہوجاتے ہیں۔ مثلاً نشہ آور چیزوں یا تعیشات کی درآمد۔

7 بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ایک ملک کی معاشی مشکلات دوسرے ملک میں سرائیت کرجاتی ہیں۔ مثلاً 1929ء میں امریکہ کی کساد بازاری کا دوسرے ملک بھی تجارت کی وجہ سے شکار ہوگئے تھے۔ اگر امریکہ میں قیمت اور نتیجتاً لوگوں کی آمدنی کم ہوجائے تو بیرونی مال کی طلب امریکہ میں کم ہوجائے گی جس کی بناء پر دوسرے ملکوں میں بھی قیمتیں اور آمدنی کم ہوجائے گی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ 1929ء کی کساد بازاری امریکہ سے شروع ہوئی اور پھر بتدریج ساری دنیا کو اس نے لپیٹ میں لے لیا۔

8 تجارتی رقابتیں جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ جب کئی ملک بازاروں کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں تو آپسی کشمکش شروع ہوجاتی ہے۔ جس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ گزشتہ دونوں عالم گیر جنگوں کی بڑی وجہ جرمنی کی یہ خواہش تھی کہ اسے اپنے مال کی نکاسی کے لیے بازار حاصل ہوجائیں۔

3.3 ہندوستان میں بیرونی تجارت کی اہمیت

تاریخی پس منظر:

1869ء میں سویز نہر کے کھلنے کے بعد سے ہندوستان کی تجارت کا نیا دور شروع ہوا۔ اس کے بعد سے ہندوستان کی بیرونی تجارت رفتہ رفتہ بڑھتی رہی اور یہ 1869ء کے 9 کروڑ سے بڑھ کر 14-1913ء میں 376 کروڑ تک پہنچ گئی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران بیرونی تجارت قدرتاً گھٹ گئی۔ جنگ ختم ہونے کے فوراً بعد 22-192 کے درمیان ہندوستانی تجارت کو جاپانی مقابلہ کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن 23 سے بیرونی تجارت پھر بڑھنے لگی اور 29-28 میں 204 کروڑ تک پہنچ گئی۔ 30 کے بعد کے برسوں میں جو عظیم سرد بازاری پھیلی اس میں زراعتی قیمتیں بہت گر گئیں اور چوں کہ ہندوستان زرعی اشیاء برآمد کی جاتی تھیں۔ اسی لیے اس کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

دوسری جنگ عظیم اوراس کے بعد ہندوستان کی بیرونی تجارت:

دوسری جنگ عظیم کے زمانہ میں ہماری بیرونی تجارت کی ساخت اس کی سمت اوراس کے حجم میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اگر چہ دوران جنگ مجموعی تجارت قبل از جنگ کے زمانہ سے کم رہی لیکن توازن تجارت واضح طور سے ہمارے حق میں رہا۔42-41 کے 8 کروڑ کے مقابلہ میں 44-43 میں ہم نے 84 کروڑ کا زائد مال برآمد کیا۔

بیرونی تجارت لڑائی کے بعد:

دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندوستانی حکومت اسپورڈ کنٹرول نرم کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ اشیاء کی بڑی ہوئی۔طلب پوری ہوئی اور صنعتی آلات کی فروخت اور نئے آلات کی درآمد ہو سکے جو دوران جنگ رکے ہوئے تھے۔یہ بھی توقع تھی کہ درآمدات پر پابندیاں نرم ہونے کی وجہ سے بازار میں بیرونی مال کی بھرمار ہو جائے گی اوراس طرح افراط زر کا رجحان رک جائے گا۔دوسری عالمی جنگ کے بعد پیدا ہو گیا تھا۔ستمبر 49ء میں روپے کی قیمت میں کمی کے ساتھ ہماری بیرونی تجارت میں نیا موڑ آیا۔درآمدات گھٹ گیئں اور برآمدات میں اضافہ ہونے لگا۔لڑائی کی وجہ سے امریکہ نے بڑے پیمانہ پرخریداری اور چیزوں کا ذخیرہ کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے ہماری برآمدات اتنی بڑھ گئی جتنی پہلے کبھی نہیں بڑھی تھیں۔گزشتہ عرصوں کے دوران میں دنیا کے مختلف ملکوں کے ساتھ ہندوستان کی تجارتی تعلقات میں کافی اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ان تبدیلیوں کے لیے دوعوامل ذمہ دار قرار دیے جاتے ہیں۔پہلا عنصر تو نظام کے اندر بدلتی ہوئی معاشی مجبوریاں اوراس کے نتیجہ میں عامل پیدا ہونے والی پالیسی تغیرات ہیں۔دوسرا عامل نظام کے اندر،اور نظام کے باہر سیاسی مجبوریوں میں تبدیلیاں اوراس سے مختلف ملکوں کے ساتھ ہمارے سیاسی تعلقات میں ہونے والی تبدیلیاں ہیں۔

ذیل میں ہم ہندوستان میں بیرونی تجارت کی اہمیت کو پیش کرتے ہیں:

1 بیرونی تجارت کے بدولت ہندوستان کو ایسی چیزیں دستیاب ہو جاتی ہیں جو خود ان کے ہاں فائدہ مند نہیں ہوسکتی تھیں۔یا اگر ہوتی بھی ہیں تو ناکافی مقدار میں مثلاً بیرونی تجارت کے بغیر ہندوستان کو پٹرول ملتا اور سعودی عرب کو چائے کی پتی۔

2 بیرونی تجارت خارجہ کی بہ دولت اکثر ملکوں کو ان کی ضرورت کی چیزیں بہت ہی مل سکتی ہیں۔

3 ہر ملک اپنے وسائل قدرت اور اپنی انسانی قابلیتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔اگر تجارت خارجہ نہ ہوتی تو نہ ہندوستان اتنے روغن دار تخم اگا تا نہ انگلستان اتنا کپڑا تیار کرتا۔

4 بیرونی تجارت کی بہ دولت مسابقت کا میدان وسیع ہوتا ہے بڑے بڑے اجارے نہیں پیدا ہونے پاتے اور قیمتیں بے ضرر گراں نہیں ہونے پاتیں۔

5 مختلف ملکوں کے مابین تجارتی تعلقات بڑھنے سے باہمی اجنبیت رفع ہوتی ہے۔یگانگت کا احساس بڑھتا ہے۔ہر ایک کی خوش حالی کے ساتھ واسطہ ہونے لگتا ہے اوراس طرح تو ی اعداد کم ہونے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔کہ دنیا سے ہمیشہ کے لیے جنگ وجدال ناپید ا ہو جائے۔

3.4 شرائط تجارت

بین الاقوامی تجارت میں پالیسی ساز تجارت کی شرائط کے تصور کی وسیع طور پر ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ جب آزاد اور کھلی معیشتوں میں تجارت ہوتی ہے تو دونوں ممالک فروخت کے لیے کچھ اشیاء پیش کرتی ہیں۔ مبادی تبادلہ تناسب جس پر ایک دوسرے کے ساتھ اشیاء کا تبادل کیا جاتا ہے۔ اس کو اکثر اصطلاح میں تجارت شرائط کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تجارت کے شرائط سے مراد ایسی شرائط ہیں۔ جن پر دو ممالک ایک دوسرے کے ساتھ تجارت کرتے ہیں۔ یہ اشیاء خرید اور اشیاء فروخت کی مقداروں کو اور اس قیمت سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ جنہیں درآمدات کے بدلے میں دینا پڑتا ہے۔ یہ ان شرحوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ جن پر ایک ملک اپنی اشیاء کا دوسری اشیاء سے تبادلہ کرتے ہیں۔ چوں کہ دونوں جانب سے کئی اشیاء ایک وقت برآمد اور درآمد قیمتوں کے اشاریہ اور برآمد قیمتوں کے اشاریہ درمیان تناسب کو بطور پیائش استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مختلف مصنفین نے تجارت کی شرائط کے مختلف تصورات پیش کیے ہیں۔ میر نے ان مختلف تصورات کی تین وسیع گروپوں میں درجہ بندی کی ہے۔ تجارت کی ان شرائط کا تعلق اشیاء کے درمیان بین الاقوامی تبادلہ کے حقیقی تناسب سے ہے۔ اسی گروہ میں

تجارت کی خالص بارٹر شرائط

تجارت کی خام شرائط

تجاری کی آمدنی شرائط سے بحث کی گئی ہے۔

تجارت کی شرائط جن کا تعلق پیداواری وسائل کے درمیان باہمی تبدیلی سے ہوتا ہے۔ اسی گروہ میں ہم یہ چیزیں رکھتے ہیں۔

واحد عنصر شرائط تجارت

دوہری عنصری تجارت

تجارت کی شرائط کی تجارت سے حاصلات کو افادی تجربہ بین کیا جاتا ہے۔

تجارت کے حقیقی مصارف

تجارت کے افادیتی شرائط۔

3.5 توازن تجارت

مختلف ملک ایک دوسرے کے ساتھ تجارت کرتے ہیں اور عموماً اپنی برآمدات کے ذریعہ درآمدات کی قیمت کی پابجائی کر دیتے ہیں۔ اس طرح تجارت میں توازن برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ توازن تجارت صرف مرئی تجارتی اشیاء کی برآمدات در آمدات لی مالیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ان اشیاء کی درآمد و برآمد چوں کہ ڈھکی چھپی نہیں ہوتی بلکہ کھلے بندوں اعلانیہ ہوتی ہے اور کروڑ گیری کے عہدہ داران کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ اس لیے اشیاء کی تجارت کو مرئی تجارت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ

ضروری نہیں ہے کہ مال برآمد کرنے والے ہی مال درآمد کریں اس لیے تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پیش آسکتی ہے۔

(a) برآمدی اور درآمدی اشیاء کی مالیت بالکل مساوی ہو۔ ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ توازن تجارت متوازن ہے۔

(b) برآمدی اشیاء کی مالیت درآمدی اشیاء کی مالیت سے زیادہ ہو یہ صورت موافق توازن تجارت Favourable Balance of Trade کی صورت ہوگی۔

'موافق' اور نا موافق، توازن تجارت کی اصطلاحات کو تاجرین کی یادگار کے طور پر برقرار رکھا گیا ہے۔ تاجرین کا خیال تھا کہ توازن تجارت کو موافق، رکھ کر ہی کسی ملک کو دولت مند بنایا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اس طرح دوسرے ملکوں سے زائد بر آمدات کے معاوضہ میں سونا حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس زمانہ میں 'دولت' کا مفہوم محض سونا تھا۔ زائد درآمدات کو ملک کے لیے نا موافق، سمجھا جاتا تھا۔ کیوں کہ اس صورت میں سونا ملک سے باہر چلے جانے کی وجہ سے ملک کے مفلس ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ لیکن اب یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ توازن تجارت ہمیشہ ملک کے موافق رہے گو ہر ملک کی کوشش یہ ہی ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے بر آمدات اور درآمدات میں توازن قائم رہے۔ لیکن شاذ و نادر ہی کسی ملک کا توازن تجارت متوازن رہتا ہے۔ اس طرح توازن تجارت، نا موافق ہونے کے باوجود ادائیات میں توازن قائم کیا جاسکتا ہے۔

3.6 توازن ادائیات

توازن ادائیات کی اصطلاح توازن تجارت سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتی ہے کیوں کہ توازن تجارت میں صرف مرئی مدات میں انہیں اس لیے شامل کیا جاتا ہے کہ بندرگاہوں پر کروڑ گیری کے عہدہ داروں کے پاس جو رجسٹر ہوتا ہے اس میں ان کا اندراج رہتا ہے لیکن بہت ساری ایسی غیر مادی چیزیں ہوتی ہیں جن کا کروڑ گیری کے رجسٹرات میں اندراجسٹرات میں اندراج نہیں ہوتا اس لیے انہیں غیر مرئی Unvisible یعنی نظر نہ آنے والی چیزیں کہا جاتا ہے۔ توازن ادائیات میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی اشیاء شامل ہوتی ہیں۔ کوئی ملک دوسرے ملکوں کو صرف تجارتی اشیاء کی درآمدات کی قیمت ہی ادا نہیں کرتا بلکہ نیک کا ری، بیمہ اور مال بردار جہازوں کی خدمات کا معاوضہ بھی ادا کرتا ہے۔ اگر انہیں دوسرے ملکوں نے فراہم کیا ہے۔ اس طرح بیرونی ملکوں میں تعلیم پانے والے طلبہ کا خرچ، سیاحوں کے اخراجات، قرض لیے ہوئے سرمایہ کا سود وغیرہ کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں کو ادائیاں کرنی پڑتی ہیں۔ لہذا ہم کہ سکتے ہیں کہ بین الاقوامی تجارت میں ادائیات یا وصولیات کا سوال صرف اشیائے تجارت کی وجہ سے ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ تمام قسم کے تجارتی، مالی اور سٹہ کے کاروبار کی وجہ سے بھی ایک ملک کو دوسرے ملک کو ادائیات کرنی پڑتی ہیں۔ لہذا کسی ملک کی ادائیات کے سارے منصوبہ کو جس میں تمام قابل ادائی اور واجب الوصول رقمیں شامل ہوتی ہیں۔ توازن ادائیات کہا جاتا ہے۔ ان ادائیات کا حساب و کتاب کسی بھی مدت کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بالعموم ایک سال کی مدت لی جاتی ہے توازن ادائیات میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مدات شامل کی جاتی ہیں۔ مرئی مدات مادی اشیاء پر

مشتمل ہوتی ہیں اور غیر مرئی مدات میں غیر مادی وسرمایہ وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

ذیل میں توازن ادائیات کا تختہ پیش کیا جاتا ہے جس سے توازن ادائیات کی مختلف مدیں آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں:

توازن ادائیات

	واجب الادا رقومات		واجب الوصول رقومات
I	تجارتی کاروبار	I	تجارتی کاروبار
1	درآمدات اشیاء	1	برآمدات اشیاء
2	غیر ملکوں کے بیرونی ملک اخراجات	2	خدمات جو غیر ملکوں کو بہم پہنچائی گئیں
3	بیرونی ممالک سے قرض لیے ہوئے سرمایہ کا سود	3	غیر ملکیوں کے اندرون ملک اخراجات
4	متفرق مدات مثلاً تحائف، عطیات وغیرہ جو	4	بیرونی ملکوں کو دیے ہوئے قرضہ جات کا سود
5	بیرونی ملک بھیجے گئے	5	متفرق مدات مثلاً تحائف عطیات وغیرہ جو بیرون ملک سے حاصل ہوں
II	مالیاتی یا سرمایہ کے کاروبار	II	مالیاتی یادکاروبار سرمایہ
1	غیر ملکیوں کو دیے گئے طویل مدتی قرضہ جات	1	طویل مدتی قرضہ جات جو دوسرے ملکوں سے حاصل کیے گئے ہوں
2	غیر ملکیوں کو دئے گئے قلیل مدتی قرضہ جات	2	قلیل مدتی قرضہ جات جو دوسرے ملکوں سے حاصل کیے گئے ہوں
III	سٹہ کے کاروبار	III	سٹہ کے کاروبار
1	سٹہ کی غرض سے بیرونی کرنسی کی خریدی	1	سٹہ کی غرض سے بیرونی کرنسی کی فروخت
2	بیرونی ممالک کو سرمایہ کی روانگی	2	بیرونی ملکوں سے اپنے ملک کو سرمایہ کی آمد

3.6.1 ادائیگی کا عدم توازن (Disequilibruim in Balance of Payment)

جب کسی ملک کے مبادلات خارجہ کے محفوظات میں مسلسل اضافہ یا تخفیف ہونے لگے تو یہ ادائیات کے عدم توازن کی علامت ہوتی ہے۔ محفوظات کے اضافہ کی وجہ سے اگر عدم توازن پایا جائے تو ملک کو اسے فوراً درست کرنے کی زیادہ فکر نہیں ہوتی لیکن اگر اس کے محفوظات خارجہ مسلسل گھٹنے لگیں تو اس صورت حال کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اسی صورت میں محفوظات کے یکلخت ختم ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے لہٰذا ایسی حالت کو جس میں کوئی ملک یہ محسوس کرے کہ اس کے خارجی محفوظات ختم

ہو رہے جا رہے ہیں تو اسے عدم توازن کی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

توازن ادائیات کی کسی خاص کیفیت کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا کہ اس میں توازن نہیں پایا جانا آسان نہیں ہے۔ اگر کسی ملک کی وصولیات اور ادائیات میں عارضی طور پر عدم توازن پایا جائے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ خود بخود دور ہو جائے یا عدم توازن اتنا معمولی ہو کہ اس سے ملک کے خارجی فاضلات کچھ زیادہ متاثر نہ ہو تو ان حالات کو عدم توازن کی کیفیت سے موسوم نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ کبھی کبھار عارضی وجوہات کی بناء پر کسی ملک کی ادائیات اس کی وصولیات سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ بسا اوقات ملک کی ترقی کی خاطر دوسرے ملکوں سے اشیائے اصل یعنی مشینیں اور آلات داوزار درآمد کرنے پڑتے ہیں۔ جس کی بدولت توازن ادائیات میں خسارہ رو نما ہو جاتا ہے۔

لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر توازن ادائیات میں بین الاقوامی قرضہ کے لین دین کی بناء پر خسارہ یا بچت پائی جائے تو ایسا ہونا بالکل حق بجانب ہے اور ایسا عدم توازن حقیقت میں عدم توازن کہلانے کے مستحق نہیں ہے۔

3.6.2 عدم توازن ادائیات کے اسباب

مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ بسا اوقات بعض بنیادی معاشی قوتوں کے عمل پیرا ہونے کی وجہ سے بھی ملک کے توازن ادائیات میں عدم توازن پایا جاتا ہے۔ جیسے کوئی سیاسی بے چینی یا انقلاب اعتماد کا خاتمہ کر دے جس کی بناء پر ملکی سرمایہ بیرون ملک پرواز اختیار کرے یا جنگ چھڑ جائے جو ملک کی ساری معاشی زندگی کو تہہ و بالا کر دے تو اس قسم کے حالات بھی ملک کے توازن ادائیات میں خلل پیدا کر سکتے ہیں۔

توازن ادائیات میں عدم توازن کا اہم سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی ملک نے دوسرے ملکوں سے بھاری قرض حاصل کیے ہوں لیکن ان قرضوں کو سرمایہ کاری Investment کے لیے استعمال نہ کیا ہو یعنی ان سے اشیائے اصل میں اضافہ کرنے کی بجائے اشیاء صرف پر خرچ کیا ہو تو ایسی صورت میں یہ قرضہ وبال جان بن جاتے ہیں۔

آج کل دنیا سکڑ کر اتنی مربوط ہوگئی ہے کہ ایک ملک کے معاشی حالات کا اثر دوسرے ملک پر پڑنا ضروری ہے کسی ایک ملک کے بگڑے ہوئے معاشی حالات دوسرے ملکوں کی معاشی زندگی کو بھی متاثر کر دیتے ہیں اور نتیجتاً توازن ادائیات میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

معاشیات کا جدید نظریہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ملک کے اندرونی معاشی حالات اور توازن ادائیات کی کیفیات ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جب کسی ملک کو بیرونی کرنسی کی فاضل مقدار حاصل ہوتی ہے۔ اور جب اس فاضل بیرونی کرنسی کے عوض میں مقامی کرنسی حاصل ہوتی ہے تو مقامی کرنسی کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور برعکس صورت یعنی ادائیات میں خسارہ کی وجہ سے مقامی کرنسی کی رسد سکڑ جاتی ہے۔

فاضل ذر مبادلہ کی وجہ سے جب ملک میں زر کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے عام طور پر قیمتیں بڑھ جاتی ہیں

لیکن بعض اشیاء کی قیمتوں میں دوسری اشیاء کی قیمتوں کے مقابلہ میں زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔قیمتوں کی اضافہ کی وجہ سے ان اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ملکی اشیاء مہنگی ہو جانے سے درآمدی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ برآمدات کے مقابلہ میں درآمدات کے اضافہ سے توازن ادائیات میں خسارہ پیدا ہوتا ہے۔

توازن ادائیات میں جب عدم توازن پیدا ہوتا ہے تو ایک عمل ایسا شروع ہوتا ہے جس کی بناء پر خود بخود دوبارہ توازن قائم ہو جاتا ہے۔البتہ اس کے لیے کافی طویل مدت درکار ہوتی ہے۔جس زمانہ میں ملک میں معیارطلاء Gold Standard رائج تھا اس وقت اگر توازن ادائیات کسی ملک کے مخالف ہو جاتا تھا۔تو ادائیات میں توازن قائم کرنے کی خاطر سونا ملک سے باہر بھیجنا پڑتا تھا۔اس طرح سونے کی مقدار میں کمی ہو جانے کی وجہ سے زر کی رسد میں کمی ہو جاتی تھی۔ برآمدات کے اضافہ اور درآمدات کی کمی کی وجہ سے ادائیات میں توازن قائم ہو جاتا تھا۔اسی لیے جلاترین توازن قائم کرنے کے لیے حکومت کو مداخلت کرنی پڑتی ہے اور وہ مختلف تدابیر اختیار کر کے توازن ادائیات میں توازن قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

3.6.3 توازن ادائیات کے عدم توازن کو دور کرنے کی تدابیر

ذیل میں ہم ادائیات کے عدم توازن کو دور کرنے کی دو تدبیروں کا ذکر کریں گے۔تفریط زر اور زر کی بیرونی قدر کی تخفیف۔

تفریط زر (Deflation):

مخالف توازن ادائیات دراصل ایک علامت ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ بدیشی اشیاء کی مانگ (خواہ اس کا تعلق اشیائے صرف سے ہو یا اشیائے اصل سے) زیادہ بڑھ گئی ہے۔مانگ کے اس طرح بڑھنے کا ایک اہم سبب افراط زر Inflation ہوتا ہے۔ افراط زر کی وجہ سے مصارف پیدائش اور قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔جو برآمدات کی زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ایسی صورت میں مخالف توازن ادائیات کا پایا جانا بدیہی ہے۔

ادائیات کا عدم توازن چوں کہ افراط زر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کا علاج یہی ہو سکتا ہے کہ افراط زر پر قابو پانے کی کوشش کی جائے یا دوسرے الفاظ میں تفریط زر کا مسلک اختیار کیا جائے تا کہ قیمتوں میں کمی ہو سکے۔تفریط زر کا مطلب ہی قیمتوں اور آمدنیوں کی تخفیف ہے جس کی بناء پر بدیشی مال کی طلب محدود ہو جاتی ہے۔مزید برآں ملک میں شرح سود کے اضافہ کی وجہ سے بیرونی سرمایہ ملک میں داخل ہوگا۔اور اس طرح بھی توازن ادائیات میں سدھار پیدا ہو جائے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ کس حد تک تفریط زر کی پالیسی پر عمل کیا جانا چاہیے تو اس کا انحصار برآمدی و درآمدی اشیاء کی طلب کی تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔

زر کی بیرونی قدر کی تخفیف:

زر کی بیرونی قدر کو گھٹانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سونے یا دوسرے ملکوں کی کرنسیوں کے تعلق سے ملکی کرنسی کی قدر میں کمی

کر دی گئی ہے۔ بیرونی قدر زر کی تخفیف کی وجہ سے بدیشیوں کے لیے سودیشی اشیاء سستی ہو جاتی ہیں۔ اس لیے انہیں ترغیب ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اشیاء ایسے ملک سے خریدیں اس کے برعکس بدیشی اشیاء مہنگی ہو جانے کی وجہ سے ملک میں بدیشی مال کی مانگ گھٹ جاتی ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ زر کی قدر میں کمی کرنے والے ملک کی برآمدات میں اضافہ اور درآمدات میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس طرح توازن ادائیات کے خسارہ کو دور کر کے دوبارہ توازن قائم کیا جا سکتا ہے۔

اب تک ہم نے ملک کی ادائیات کے عدم توازن دور کرنے کے لیے صرف دو تدبیروں کا ذکر کیا ہے یعنی تفریط زر اور بیرونی قدر زر کر تخفیف پہلی صورت میں شرح مبادلہ کے استحکام کی خاطر ملکی معیشت کو تفریط زر کا شکار بنایا جاتا ہے اور دوسری صورت میں ملکی معیشت کے استحکام کی خاطر شرح مبادلہ یعنی زر کی بیرونی قدر میں کمی کی جاتی ہے لہذا ہمیں ادائیات کے عدم توازن کو دور کرنے کے لیے ایسی تدابیر پر غور کرنا چاہیے جن سے مذکورہ بالا دونوں مقاصد پورے ہو جائیں یعنی ملکی معیشت اور شرح مبادلہ دونوں میں استحکام برقرار رہے۔ ان تدبیروں کا مقصد زر مبادلہ کی طلب کو قابو میں رکھنا ہوتا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دو قسم کی تدبیریں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق زر مبادلہ کی نگرانی سے ہے اور دوسری قسم کا تجارتی پابندیوں Trade Restrictions سے اب ہم ان دونوں قسم کی تدبیروں پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ پہلے ہم نگرانی مبادلہ کے مسئلہ کو لیں گے۔ لیکن چوں کہ مبادلہ پر نگرانی قائم کر کے شرح مبادلہ میں استحکام پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مستحکم یا بدلتی ہوئی شرح مبادلہ:

ہر زمانہ میں ملکوں کا مطمع نظر یہ رہا ہے کہ شرح مبادلہ میں استحکام پیدا کیا جائے۔ مبادلہ کی شرحوں میں اگر مسلسل کمی بیشی ہوتی رہے تو اس سے بین الاقوامی تجارت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اور ملکوں کے باہمی تعلقات میں ایک غیر یقینی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ شرح مبادلہ میں استحکام پیدا کرنے کی خاطر ہی زر کا بین الاقوامی فنڈ قائم کیا گیا تھا۔ لیکن فنڈ جس قسم کا استحکام چاہتا تھا ایسا استحکام قائم رکھنا بہت سے ملکوں کے لیے مشکل ہو گیا اور انہوں نے فنڈ سے مشورہ کیے بغیر وقتاً فوقتاً شرح مبادلہ میں تبدیلیاں کرنی شروع کر دیں۔ فنڈ کو قائم ہوتے تین ہی سال ہوئے تھے کہ 1949ء میں 22 ملکوں نے اپنے زر کی قدر کو گھٹا دیا Devalued اس سے یہ سمجھا جانے لگا کہ کسی مقررہ شرح مبادلہ کو برقرار رکھنا بہت دشوار ہے لہذا مستحکم یعنی وابستہ مبادلہ کی شرحوں کی بجائے آزاد یا طلب و رسد کے حالات کے لحاظ سے بدلتی ہوئی شرحیں مقررہ شرح کو اپنی اصلی حالت پر برقرار رکھنے کے لیے زیادہ موثر ثابت ہونے لگیں۔

مبادلہ کی شرحیں دو نوعیت کی ہو سکتی ہیں۔ ایک ایسی شرح جو مستحکم یا وابستہ ہو۔ دوسرے ایسی شرح جو لچک دار، آزاد یا بدلتی ہوئی ہو۔ اس کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ کونسی قسم کی شرح زیادہ مفید رہتی ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

اشیاء کا تبادلہ راست اشیاء سے ہونے کے عمل کو بارٹر نظام کہتے ہیں۔ یہ نظام آج بھی بین الاقوامی طور پر موجود ہے۔ ہندوستان کی معاشی ترقی میں بیرونی تجارت کا رول نہایت اہم ہے۔ لگ بھگ 220 ملکوں کو 9300 سے زائد اشیاء برآمد کی گئی اسی مدت کے دوران تقریباً 180 ممالک سے 825 سے زیادہ اشیاء درآمد کی گئی۔ مجموعی تجارت کی قیمت 1950-51 میں 1214 کروڑ روپئے سے بڑھ کر 1999-2000ء میں 367507.58 کروڑ روپے ہوگئی۔ 1999-2000ء کے دوران ہندوستان کی مجموعی برآمدات 162924.92 کروڑ روپے کی مالیت کی تھیں۔ اسی عرصہ میں درآمدات کی مالیت 204582.66 کروڑ روپے کی تھی۔ یعنی 41657.47 کروڑ روپے کا تجارتی خسارہ ہوا۔

5 زائد معلومات

1997ء سے 2002ء تک کے لیے اکزم پالیسی Exim Policy وضع کرلی گئی ہے۔ جس کی رو سے اس پالیسی میں سابقہ پالیسی سے حاصل فوائد کو مربوط کرنے اور ٹھوس بنانے اور سرمایہ کاری کے عمل کو آگے بڑھانے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

نئی دہلی میں قائم بیرونی تجارت کا بھارت انسٹیٹیوٹ ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے جو ملازمین کو بین الاقوامی تجارت کی جدید ٹیکنک کی تربیت، بیرونی تجارت کے مسائل پر تحقیق کا بندوبست، مارکیٹنگ تحقیق کا انتظام، اشیاء کا سروے، علاقے کا سروے اور تحقیق اور منڈی جائزہ سے حاصل اطلاعات کی تشہیر جیسے کاموں میں مشغول ہیں۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی	اردو تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
E-Commerce	ای۔کامرس	الیکٹرانک کامرس	یہ اشیاء کی لین دین کا جدید طریقہ ہے۔
Exim Policy	اکزم پالیسی	ایکسپورٹ، امپورٹ پالیسی	اس پالیسی کا اعلان 10ویں پنچ سالہ منصوبہ (2002-2007) میں 31/مارچ 2002ء کو کیا گیا۔ عالمی تجارت میں 2007ء تک ایک فی صد اضافہ کرنا۔
FTZ	ایف ٹی زیڈ	فری ٹریڈ زون	آزادانہ تجارت کے زونس کی شروعات یکم/جولائی 1999ء سے شروع ہوئی۔

G-15	جی۔15	گروپ۔15	15 ممالک کا گروپ کا اتحاد قائم کیا گیا تا کہ تجارتی اور معاشی سرگرمیوں میں ترقی ہو۔
WTO	ڈبلیوٹی او	عالمی تجارتی تنظیم	ہندوستان عالمی تجارتی تنظیم میں بانی ممبر کی حیثیت سے 1995ء میں شریک ہوا۔ یہ تنظیم عالمی تجارت کے مختلف قواعد بنادیے ہیں

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 شرائط تجارت کسے کہتے ہیں؟

2 توازن تجارت سے کیا مراد ہے؟

3 توازن ادائی کسے کہتے ہیں؟

4 داخلی تجارت سے کیا مراد ہے؟

5 بیرونی تجارت سے کیا مراد ہے؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 گھریلو تجارت اور بیرونی تجارت میں فرق بیان کیجیے

2 ہندوستان میں بیرونی تجارت کی اہمیت واضح کیجیے

3 بین الاقوامی تجارت کے فائدے اور نقصانات بیان کیجیے

4 توازن ادائیگی میں عدم توازن کے اسباب کیا ہیں؟ اسے کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

5 توازن ادائیگی کے مختلف مدات کیا ہوتے ہیں بیان کیجیے

7.3 معروضی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 جب کسی ملک کے زر کی بیرونی قدر کو دوسرے ملک کے زر کی قدر کے مقابلہ میں گھٹالیا جاتا ہے تو اسے.................. کہا جاتا ہے

2 اشیاء وخدمات کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کے عمل کو .... کہتے ہیں۔

3 کسی ملک کے برآمدات کی قدر کی مالیت درآمدات کی قدر کی مالیت کے مساوی ہوتا ہے .... کہتے ہیں۔

4 جب کسی ملک کی نظر آنے والی اشیاء اور نظر نہیں آنے والی اشیاء کے برآمدات کی مالیت اگر درآمدات کی مالیت کے مساوی ہوتا ہے .... کہتے ہیں۔

5 اشیاء وخدمات کے قیمتوں کی سطح میں مسلسل کمی کے عمل کو .... کہتے ہیں۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 گھریلو صنعتوں کے تحفظ کے لیے حکومت کی جانب سے درج ذیل اقدام کیا جاتا ہے کہ تاکہ بیرونی ممالک کی صنعتوں کی مسابقت سے محفوظ رہ سکیں: ( )

(a) ٹیریف Tarrif (b) سبسیڈی
(c) خام مال کی مفت فراہمی (d) مکمل طور پر ٹیکس سے استثنیٰ

2 اگر ملک میں افراط زر اور اشیاء کی پیداوار میں انجماد دونوں ایک ساتھ موجود ہوں تو اس صورت حال کو کیا کہتے ہیں: ( )

(a) افراط زر (b) تقلیل (Deflation)
(c) ان میں سے کوئی بھی نہیں

3 یورو Euro کسے کہتے ہیں: ( )

(a) یوروپی یونین کرنسی کو (b) امریکی کرنسی کو
(c) برطانوی کرنسی کو (d) ہندوستانی کرنسی کو

4 ایسی تمام درآمد اشیاء جو دوبارہ برآمد کرنے کے لیے حاصل کی جائے اس تجارت کو کیا کہتے ہیں: ( )

(a) باز برآمدی تجارت EntrePot Trade (b) خارجی تجارت Exit Trade
(c) برآمدی تجارت (d) ان میں سے کوئی نہیں

5 بین الاقوامی تجارت میں بعض اوقات قیمت اتنی کم کردی جاتی ہے جو لاگت پیداوار سے بھی کم ہوتی ہے۔ اسے کیا کہتے ہیں: ( )

(a) Dumping ٹمپنگ (b) Depflation تفریط زر
(c) Inflation افراط زر

7.3.3 جوڑیاں ملایئے

	A		B
1	کسی ملک کے برآمدات اور درآمدات کی مالیت کا فرق	a	کم قدری
2	برآمدات اور درآمدات کی عدم موجودگی	b	توازن
3	ملک کی کرنسی کی قدر کو گھٹا لینا	c	بند معیشت

سبق - 8 ہندوستانی معیشت کا جائزہ
Overview of the Indian Economy

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 آزادی سے پہلے ہندوستانی معیشت

3.2 بوقت آزادی ہندوستانی معیشت

3.3 ہندوستانی معیشت کی بنیادی خصوصیات

3.4 ہندوستانی معیشت کے اہم شعبے

3.5 پیشہ ورانہ ساخت اور معاشی ترقی

3.6 ابتدائی، ثانوی اور ثالثی شعبے

3.7 مختلف شعبوں کا باہمی انحصار

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑ ملایئے

سبق - 8 ہندوستانی معیشت کا جائزہ

Overview of the Indian Economy

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم درجہ ذیل عنوانات پر معلومات حاصل کریں گے:

+ ہندوستانی معیشت کی بنیادی خصوصیات
+ ہندوستانی معیشت کے اہم شعبہ
+ ابتدائی، ثانوی اور ثالثی شعبے
+ مختلف شعبوں کا باہمی انحصار

2 تمہید

پچھلے سبق ں ہم نے داخلی اور خارجی تجارت، اس کے شرائط اور توازن پر مفصل معلومات حاصل کی ہیں جب کہ اس سبق میں ہندوستانی معیشت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ہر جس میں ہندوستانی معیشت کی بنیادی خصوصیات، اس کے اہم شعبہ جات اور ان کے باہمی انحصار شامل ہیں۔

3 سبق کا متن

3.1 آزادی سے پہلے ہندوستانی معیشت

آزادی سے پہلے ہندوستان میں برطانوی حکومت قائم تھی۔ اس حکومت نے نئے سیاسی اور معاشی نظام کو جنم دیا تھا۔ جس کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ہندوستان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غیر ترقی یافتہ ملک رہے۔ چنانچہ برطانوی حکومت نے ہندوستان میں ایسی پالیسیاں اختیار کیں جو حقیقت میں برطانوی مفاد کے لیے سودمند ثابت ہوئیں اور اس کا راست نتیجہ برطانیہ کی ترقی کی صورت میں نمودار ہوا۔

ہندوستان کے دیہاتوں میں برطانوی عہدیداروں نے زمین داری نظام رائج کیا اور اس کے تحت دیہی معیشت کو منظم کیا۔ لیکن زمین داری نظام کی بدولت زرعی ترقی حاصل نہ ہو سکی بلکہ زراعت تجارتی نقطہ نظر سے آگے بڑھنے لگی۔ دوسرے الفاظ میں زراعت کو تجارتی بنا دیا گیا اور تجارتی فصلیں اگائی جانے لگیں جس سے برطانیہ کو خام مال دستیاب ہونے لگا۔ اور برطانوی صنعتی ترقی کی

رفتار تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ بہر حال برطانوی حکومت نے ہندوستانی معیشت کو ملحوظ خاطر نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان میں ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں ہندوستانی صنعتی زرعی اور معاشی لحاظ سے ناکامی کا شکار ہو جائے اور برطانوی دور حکومت طویل عرصہ تک ہندوستان میں برقرار رہ سکے تاکہ ہندوستان کی حقیقی دولت سے برطانیہ استفادہ کرتا رہے۔

ہندوستانی معیشت میں جو حالات پیدا کیے گئے ہیں اس کا اثر اس طرح نمودار ہوا۔

ہندوستانی دست کاریوں کی تباہی و بربادی ہوئی اور اس سے رہی سہی صنعتی معیشت مکمل طور پر غیر ترقی یافتہ ہو گئی۔ نئے زمینی نظام کو اختیار کیا گیا جس نے زرعی ترقی پر انتہائی برا اثر ڈالا۔ یعنی زراعت تجارتی بن کر رہ گئی۔

ہندوستانی معیشت میں صنعتی بحران پیدا ہوا۔ کیوں کہ ہندوستان بطور برطانوی نوآبادیاتی معیشت کے بھی صنعتی میدان میں قدم رکھ نہیں سکا بلکہ مزدوروں اور صنعت کاروں کے باہمی تعلقات ناخوش گوار ہو گئے۔ جس سے برطانوی حکومت کو زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔ برطانوی دور حکومت میں سیاسی سماجی اور معاشی پالیسی اس طرح مرتب کی گئی کہ اس سے ہندوستانی معیشت ہمیشہ کے لیے ترقی پذیر رہ گئی۔

3.2 ہندوستانی معیشت بوقت آزادی

ہندوستان جب 1947ء میں آزاد ہوا تو اس وقت انتہائی سنگین حالات سے دوچار تھا۔ ایک طرف زراعت تجارت بن چکی تھی اور دوسری طرف معاشی دولت کا اخراج عمل میں آچکا تھا جس کے نتیجہ میں صنعتی ترقی پستی کا شکار ہو گئی۔ اس طرح ہندوستانی معیشت میں آزادی کے بعد پہلے تین برسوں یعنی 50-1947ء تک کا دور کا آغاز ہوا۔ جس میں حالات بڑی حد تک غیر مستحکم رہے۔ اور معیشت کو ترقی کا سلسلہ جاری رکھنے میں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ آزادی کے فوری بعد پہلا قدم صنعتی میدان میں اٹھایا گیا۔ یکم اپریل 1948ء پہلی صنعتی پالیسی قرارداد پاس کی گئی جس کا عین مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی معیشت میں صنعتی لحاظ سے ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں برطانوی دور حکومت کے پیدا شدہ صنعتی بحران کو دور کیا جا سکے۔ اور صنعتوں کی ترقی کے لیے حکمت عملی شروع کی جائے۔ لہذا آزاد ہندوستان کی صنعتی ترقی کے لیے صنعتی پالیسی اختیار کی گئی دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ۔ انگریزوں کے رائج کردہ نظام زمینداری کو ختم کیا گیا جو کوئی آسان کام نہ تھا۔ چوں کہ زمین دار بہ آسانی زمین داری نظام کے خاتمہ کے لیے تیار نہ تھے بلکہ انہوں نے عدالت کے دروازے کھٹکھٹائے اور حکومت ہند نے زمین داری نظام کے خاتمہ کو قانونی بنا دیا۔ اس طرح ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ جس میں زمین داری نظام کا خاتمہ ہوا۔

تیسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ ہندوستانی معیشت کی زراعی ترقی میں اضافہ کی خاطر زراعت کو تجارت سے خانگیانے کی کوشش کی گئی۔ یعنی زیادہ سے زیادہ غذائی فصلیں اگانے کی ہمت افزائی کی گئی اور کاشت کار حکومت کی جانب سے تحفظ بھی فراہم کیا گیا۔ یعنی زمین داری اصلاحات رائج کی گئیں اور قول دار کے لیے قوانین پاس کیے گئے بہر حال آزادی کے بعد ہندوستانی معیشت نے زرعی

شعبہ کو معاشی ترقی کی بنیاد بنائی گئی اور تیزی سے زرعی ترقی کے حصول کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ چوتھا قدم یہ اٹھایا گیا کہ ہندوستانی معیشت میں قومی آمدنی کے تعین کے لیے 1949ء میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے صدر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ مقرر ہوئے اس کمیٹی نے قومی آمدنی کے بارے میں آزادی کے بعد پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر تخمینہ پیش کیا۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معیشت میں قومی آمدنی اور فی کس آمدنی دونوں ہی سطوحات بہت پست تھیں۔ چنانچہ بوقت آزادی ہندوستان کی فی کس آمدنی 149 روپے تھی جس سے فی کس صرف کی پتی کا پتہ چلتا ہے۔

ہندوستان کی معاشی تاریخ میں 1950ء سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ 1950ء میں آزاد ہندوستان کا دستور نافذ کیا گیا۔ اور معیشت کو مخلوط قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ منصوبہ بندی کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس طرح معیشت منصوبہ بند ترقی حاصل کرنے لگی اور 1951ء سے پنج سالہ منصوبے باقاعدگی سے رائج کیے گئے۔

اب تک 8 پنج سالہ اور تین سالانہ منصوبے مکمل ہو چکے ہیں۔ یعنی ہندوستان کی منصوبہ بندی کی تاریخ اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ ہماری معیشت میں منصوبہ بندی کا دور 43 سال مکمل کر چکا ہے اور اس وقت معیشت میں 9 واں پنج سالہ منصوبہ رائج کیا گیا جس کی مدت 1997ء سے 2002ء تک رکھی گئی۔

3.2 ہندوستانی معیشت کے بنیادی خصوصیات

ہندوستانی معیشت میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کہ ایک غیر ترقی یافتہ ملک میں پائی جاتی ہیں اگرچیکہ ہندوستان نے آزادی کے بعد اپنی قومی آمدنی اور کسی حد تک فی کس آمدنی میں اضافہ کیا ہے اسی لحاظ سے یہ ترقی پذیر ملک کہلاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہندوستان کی آبادی کی ایک کثیر تعداد غریبی اور مفلسی میں مبتلا ہے۔ ہندوستانی معیشت کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1 فی کس آمدنی میں کمی:

ہندوستانی عوام کی فی کس آمدنی 84-1983ء میں 71-1970ء کی قیمتوں میں 749 روپے اور مروجہ قیمتوں پر 2,201 روپے فی کس تھی۔ ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ 1989ء کے مطابق ہندوستان کی فی کس آمدنی 89-1988ء میں 290 ڈالر تھی ۔ اس رپورٹ کے مطابق 87-1980ء کے دوران معیشت کی نشوونما کی شرح 5.0 فی صد سالانہ رہی لیکن اس دوران میں آبادی میں بہت زیادہ اضافہ کی وجہ فی کس آمدنی میں اضافہ 2.8 فی صد سالانہ کی شرح سے ہوا۔ اب ہندوستان کی تقریباً نصف آبادی غربت اور تغذیہ کی کمی کا شکار رہے۔ شیر خوار بچوں کی اموات اور ناخواندگی بہت زیادہ ہے۔

چند ایک ممالک کو چھوڑ کر ہندوستان کی فی کس آمدنی دنیا کے ممالک میں انتہائی کم ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں ہندوستان فی کس آمدنی کے اعتبار سے چین، پاکستان اور سری لنکا کے بعد چوتھے نمبر پر ہے۔

جدول 8.1

مختلف ممالک کی فی کس آمدنی امریکی ڈالر میں

ممالک	1960	1982	نشو ونما کا فی صد
سوئٹزرلینڈ	1,460	17,010	1.9
امریکہ	2,500	13,160	2.2
مغربی جرمنی	1,220	12,460	3.1
برطانیہ	1,260	9,660	2.1
جاپان	420	10,080	6.1
ہندوستان	70	260	1.4

جدول سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کی فی کس آمدنی ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں کس قدر کم ہے اور یہ کہ نشو نما کا فی صد ترقی یافتہ ممالک کے مقابلتاً بے انتہا کم ہے۔

2 زرعی شعبہ کی اہمیت:

ہندوستان میں باوجود یہ کہ غیر زرعی شعبوں کو ترقی دینے کی مسلسل کوششیں کی جارہی ہیں پھر بھی زرعی شعبہ کی اہمیت جوں کی توں برقرار ہے۔ آبادی کا ایک بڑا حصہ زراعت ہی سے روزگار حاصل کرتا ہے۔ قومی آمدنی میں زراعت کا حصہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ 1981ء میں 76فی صد آبادی زراعت سے وابستہ تھی۔ اور قومی آمدنی کا 37فی صد اسی شعبہ سے حاصل ہوتا تھا۔ اگر اس میں بالواسطہ طور پر زرعی شعبہ سے وابستہ افراد اور ان کی آمدنی کو شامل کیا جائے تو اس شعبہ کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل جدول میں زراعت سے وابستہ افراد کا فی صد اور اس شعبہ سے حاصل ہونے والی آمدنی کے فی صد کو ترقی یافتہ ممالک سے تقابل کر کے بتایا گیا ہے۔

جدول 8.2

(زرعی پیشہ سے وابستہ افراد کا فی صد اور مختلف شعبوں سے ہونے والی آمدنی کا فی صد 1982ء میں)

ترقی یافتہ ممالک	زراعت پیشہ کارگزار آبادی کا فی صد	مختلف شعبوں کی کل خام قومی آمدنی		
		زراعت	صنعت	خدمات
برطانیہ	2	2	33	65
امریکہ	2	3	33	64
مغربی جرمنی	4	2	46	52
جاپان	12	4	42	54
غیر ترقی یافتہ ممالک				
مصر	50	20	34	46
پاکستان	57	31	25	44
چین	69	37	41	22
ہندوستان	71	33	26	41

جدول کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں زراعت سے روزگار حاصل کرنے والوں کا فی صد انتہائی کم ہے۔سوائے جاپان کے یہ دو اور چار فی صد کے درمیان ہے۔اس کے برعکس غیر ترقی یافتہ ممالک میں زراعت میں روزگار کا فی صد اور آمدنی بہت زیادہ ہے ان ممالک میں بھی ہندوستان کا روزگار کا فی صد سب سے بڑھ کر یعنی 71 فی صد ہے۔

پیشہ ورانہ پیٹرن کے مطابق ہندوستانی معیشت بنیادی اشیاء پیدا کرنے والی معیشت ہے۔ ہر دس افراد میں سے سات افراد زراعت سے روزگار حاصل کرتے ہیں۔

3 کثیر آبادی:

کثیر آبادی ہندوستان کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔آبادی کی شرح میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔1941-50ء کے درمیان آبادی کے اضافہ کی شرح جہاں 1.31 فی صد سالانہ تھی وہ 1971-80ء کے دوران 2.5 فی صد سالانہ ہوگئی۔آبادی کے اس تیز رفتار اضافہ کی اہم وجہ شرح اموات کی کمی ہے۔بڑھتی ہوئی آبادی ترقی پذیر معیشت کے لیے بوجھ ہوتی ہے۔کیوں کہ جو ترقیاتی کام کیے جاتے ہیں۔بڑھتی ہوئی آبادی سے روزگار کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔چھٹے منصوبے کے دوران افرادی طاقت میں 34 ملین تک اضافہ ہوا۔

4 بڑھتی ہوئی بے روزگاری:

بڑھتی ہوئی آبادی کے تناسب سے روزگار کے کافی مواقع نہ ہونے کی وجہ بے روزگاری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔موجودہ بے روزگاروں کی ایک نئی کھیپ آجاتی ہے جس سے اس تعداد میں اضافہ ہوتا ہی رہتا ہے۔1985ء میں 15 تا 59ء سال کے عمر کے بے روزگاروں کی تعداد 8.67 ملین ہندوستان میں مسئلہ معروف کامل بے روزگاری کا ہی نہیں بلکہ نیم بے روزگاری کا بھی ہے۔بے روزگاری دیہاتوں میں زیادہ شہروں میں پائی جاتی ہے۔کیوں کہ ایک تو شہروں میں افراد کے انجذاب کے مواقع نہیں رہتے۔شہروں میں نیم بے روزگاری اور کامل بے روزگاری پائی جاتی ہے۔

5 ہندوستانی معیشت کی ایک اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں سرمایہ کی قلت ہے فی کس سرمایہ بہت ہی کم ہے جس کا اندازہ خام فولاد اور برقی قوت کی فی کس شرح سے لگایا جاسکتا ہے۔یہ دونوں چیزیں کسی ملک کی ترقی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

مندرجہ ذیل جدول سے فی کس فولاد کی پیداوار اور قوت کے فی کس استعمال کا تقابل ترقی یافتہ ممالک سے کیا گیا ہے۔

جدول 8.3

1980ء میں فی کس فولاد کی پیداوار اور توانائی

ممالک	فی کس فولاد کی پیداوار (کلوگرام)	توانائی کا فی کس صرف (کلوگرام کوئلہ کے مساوی)
امریکہ	266	10,628
برطانیہ	202	4,791
روس	557	5,551

3,557	951	جاپان
190	14	ہندوستان

مندرجہ بالا جدول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تشکیل اصل کی شرح ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں کس قدر کم ہے ہندوستان میں تشکیل اصل کی شرح تقریباً 20یا22فی صد ہے۔

6 انسانی سرمایہ کی ناقص نوعیت:

ہندوستانی آبادی کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ ناخواندگی ملک کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے دیہاتوں میں خواندگی بہت ہی کم ہے۔ جس کی وجہ دیہی عوام قدامت پرست توہم پرست اور دیگر سماجی برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

1951ء میں خواندہ افراد کا فی صد 16.6 تھا۔ 1981ء تک اس میں 37فی صد تک ہی اضافہ ہوسکا۔ ترقی یافتہ ممالک میں ناخواندگی کا فی صد 5 سے بھی کم ہے۔ جب کہ ہندوستان میں یہ 63فی صد ہے۔

7 دوہری معیشت:

ہندوستانی معیشت میں دوسرے غیر ترقی یافتہ ممالک کی طرح دوہراپن پایا جاتا ہے۔ ایک ہی صنعت میں انتہائی عصری تکنیک کے ساتھ ساتھ بہت ہی پرانی اور فرسودہ تکنیک بھی ملتی ہے۔ مثلاً ایک طرف زراعت میں پیدائش کے ہر مرحلے میں جدید مشینیں جیسے زمین کو جوتنے کے لیے ٹریکٹر، کھاد ڈالنے کے لیے ڈرل اور فصل کی کٹائی کے لیے تھریشر استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور بہترین تخم اور مناسب کھاد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اکثر کسان زمین جوتنے کے لیے ہل اور بیل استعمال کرتے ہیں۔ حمل ونقل کے شعبہ میں جہاں بیل گاڑی استعمال ہوتی ہیں۔ وہیں پٹرول اور ایندھن سے چلنے والی تیز رفتار گاڑیاں بھی ہوتی ہیں۔ غرض معیشت کے ہر شعبہ میں دوہرا معیار پایا جاتا ہے۔

8 ٹکنالوجی کی عدم ترقی:

ٹکنالوجی کی عدم ترقی کے باعث پیدائش طریقے قدیم اور فرسودہ ہیں۔ جس کی وجہ سے سرمایہ اور محنت کی قوت پیداواری بہت کم ہوتی ہے۔ زراعت میں فی ہیکٹر پیداوار کی کمی اور صنعتوں میں مزدوروں کی قوت پیداواری کی اصل وجہ فرسودہ ٹکنالوجی ہے۔ ہندوستان میں کسانوں کی اکثریت اس قدر مفلس ہے کہ ضروری پیدائشی اشیاء جیسے بہتر تخم، کھاد اور فصلوں کی ادویات تک خرید نہیں سکتے۔

ہندوستان میں نئی تکنیک کے استعمال میں چندرکاوٹیں ہیں۔ نئی تکنیک گراں ہوتی ہے۔ اس کے لیے ماہر اور تربیت یافتہ عملہ کی ضرورت ہے۔ جدید تکنیک کی وسعت کے لیے اصل کی فراہمی کے ساتھ ساتھ کافی تعداد میں عملہ کی تربیت کے انتظامات ضروری ہیں جدید تکنیک کو بہت ہی محدود طور پر منظم صنعتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے وہ ہندوستان کے سماجی اور معاشی ڈھانچے کا جز نہ بن سکی۔

9 معاشی تنظیم:

ہندوستانی معیشت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کی معاشی تنظیم بہت ہی ناقص اور غیر کارکرد ہے۔ معاشی ترقی میں معاون اداروں کا پائیتمسر سے وجود ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ انتہائی غیر ترقی یافتہ حالت میں ہیں۔

دیہی معاشی تنظیم بے حد پسماندہ ہے وہاں معاشی کاروبار کے لیے کسی قسم کی سہولتیں نہیں ہیں۔

معاشی ادارؤں کی خامیوں اور نقائص کو دور کرنے کے لیے ایمان داری کار کرد نظم و نسق بھی ضروری ہے۔ ہندوستان میں کارکرد اور بامہارت عملہ کا فقدان ہے۔

3.3 ہندوستانی معیشت کے اہم شعبے

کسی ملک میں پیشوں کی ساخت سے اس ملک میں برسرِ روزگار افراد کی تعداد اور ان کی مختلف پیشوں میں تقسیم کی صراحت ہوتی ہے۔ پیشوں کی ساخت کے مطالعہ سے پیداواری اور غیر پیداواری افراد کی تعداد کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی صنعتی ساخت اور معیشت کی ترقی کی سطح کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ملک کی معاشی ترقی میں پیشہ وارانہ ساخت بہت اہم رول ادا کرتی ہے۔

1 قوت کار کی شمولیت Work Force Participation

ملک میں کام کرنے والی آبادی کے تخمینوں کی بدولت قوت کار کی موجودگی کے متعلق معلومات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ عام طور پر ہر ملک میں کام کرنے والی آبادی عمر کی ترکیب صنعتی کی ترکیب متوقع عمر کام کی موجودگی اور کام کے تصور پر منحصر ہوتی ہے۔ ہنر مند آبادی یا اہل حرفہ پر اثر ڈالنے والے عوامل مختلف اوقات اور ممالک میں یکساں نہیں ہوتے۔ اس طرح ایک ملک سے دوسرے ملک میں آبادی میں ہنر مند آبادی کی نسبت علاحدہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر 1971ء میں ہندوستان کی آبادی کے 34.7 فی صد کا شمار کارگزار آبادی میں ہوتا تھا جب کہ برطانیہ میں 45 فی صد کا شمار کارگزار آبادی میں ہوتا تھا۔ جب کہ برطانیہ میں 45 فی صد جاپان میں 50 فی صد آبادی کارگزار ہے۔ 1981ء کے اعداد و شمار کے مطابق مجموعی آبادی میں کارگزار آبادی 37.5 فی صد تھی۔ اس کے علاوہ برسر روزگار آبادی میں مردوں اور عورتوں کا تناسب ایک نہیں ہوتا۔ کارگزار آبادی میں عورتوں کی بہ نسبت مردوں کا تناسب یکساں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں عورتوں کی بہ نسبت مردوں کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔ 1971ء میں مردوں کا تناسب 52.7 فی صد اور عورتوں کا تناسب 14.2 فی صد تھا۔

جدول8.4

ہندوستان میں آبادی کی پیشہ درانہ تقسیم (فی صد میں)

1981	1971	1961	1951	شعبے
70.6	72.1	72.1	72.1	(1) زراعت اوراس سے متعلقہ شعبے
42.1	43.3	43.3	50.0	a- کاشت کاری
26.3	26.3	26.3	19.7	b- زرعی مزدوری
2.2	2.5	2.5	2.4	c- افزائش مویشیاں، جنگلات اور ماہی گیری
12.9	11.5	11.2	10.6	(2) صنعتی شعبے
0.5	0.6	0.6	0.6	a- کان کنی
10.9	9.4	9.4	9.0	b- بڑے اور چھوٹے پیانے کی صنعتیں
1.5	1.2	1.2	1.0	c- تعمیرات
16.5	16.7	16.7	17.3	(3) خدماتی شعبے
5.8	5.6	5.6	5.3	a- تجارت اور کامرس
2.5	2.4	2.4	1.5	b- حمل ونقل اور مواصلات
8.2	8.7	8.7	10.5	c- دیگر خدمات

ذیل کا جدول ہندوستان میں قوت کار کی شمولیت کے رجحان کو پیش کرتا ہے۔

جدول5

افراد	سال
39.1	1951
43.1	1961
34.2	1971
37.5	1981

مندرجہ بالا جدول میں منصوبہ بندی کے آغاز کے بعد سے پیشوں کی ساخت کی تفصیل دی گئی ہے۔ آزادی سے قبل تو صنعتی اور خدماتی شعبہ میں روزگار کا فی صد بہت ہی کم تھا۔ اور زراعت ہی ایک اہم ذریعہ روزگار تھا۔ لیکن 1951ء کے بعد سے جب کہ منصوبوں کا آغاز کیا گیا۔ اور دوسرے منصوبے میں صنعتوں کو بہت زیادہ اہمیت دیے جانے کے باوجود پیشوں کی ساخت میں کوئی

نمایاں تبدیلی نہیں ہوتی۔ زراعت اور اس سے متعلقہ شعبوں میں روزگار کا فی صد 1951ء میں 72.1 تھا لیکن تین دہوں کے بعد صرف 70.6 فی صد کی حد تک ہی گھٹا ہے یعنی 2.5 فی صد کی ہی کمی واقع ہوئی۔ صنعتی شعبہ میں روزگار۔۔

صنعتی شعبہ میں روزگار حاصل کرنے والے 1951ء میں 10.6 فی صد تھے 1981ء تک اس میں 12.9 فی صد تک اضافہ ہوا۔ تیس سالوں کے دوران یہ اضافہ نا قابل لحاظ ہے خدماتی شعبہ میں 1951ء سے 1981ء تک روزگار کے فی صد میں 17.3 سے 16.5 تک کمی واقع ہوئی۔

اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دوسرے اور تیسرے شعبہ کی صلاحیت میں اس قدر اضافہ نہیں ہوا تھا کہ وہ بڑھتی ہوئی آبادی کو روزگار فراہم کرسکے۔

3.4 پیشہ ورانہ ساخت اور معاشی ترقی

کولن کلارک کے مطابق معیشت کی ترقی اور پیشوں کی ساخت میں بہت قریبی تعلق ہوتا ہے۔ فی کس حقیقی آمدنی کی بلند سطح کا تعلق تیسرے شعبہ سے آبادی کے ایک بڑے حصہ کا وابستہ ہوتا ہے۔ فی کس حقیقی آمدنی کی کمتر سطح کا تعلق آبادی کے زیادہ تر حصہ کا بنیادی شعبہ سے روزگار حاصل کرنا ہے۔ جی بی فشر کے مطابق جیسے جیسے معیشت ترقی کرتی جاتی ہے۔ روزگار اور سرمایہ کاری بنیادی شعبہ سے دوسرے شعبہ میں منتقل ہونے لگتی ہے جب معیشت مزید ترقی کرنے لگتی ہے تو روزگار اور سرمایہ کاری تیسرے شعبہ میں منتقل ہونے لگتی ہے۔ پروفیسر سنگر (Prof. Singer) کا کہنا ہے کہ معاشی ترقی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ بنیادی شعبہ پر انحصار کرنے والے افراد کے 80 فی صد کو گھٹا کر 15 فی صد کی سطح پر لایا جائے۔ ہندوستان میں پیشوں کی ساخت کے جدول کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ 1951ء سے 1981ء تک بنیادی شعبہ پر انحصار کرنے والوں کی فی صد میں 72.1 سے 70.6 فی صد کی بہت معمولی تبدیلی ہوئی ہے۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہندوستان کی معیشت کی پسماندگی میں کوئی خاص فرق نہیں ہوا ہے۔ ہندوستانی معیشت بہت ہی سست رفتار سے ترقی کررہی ہے۔

منصوبہ بندی کمیشن کے مطابق پیشہ ورانہ ساخت کو اس طرح تبدیل کیا جائے کہ کارگزار آبادی کا صرف 60 فی صد ہی ابتدائی یا بنیادی شعبہ سے وابستہ رہے اور باقی 40 فی صد آبادی کو دوسرے اور تیسرے شعبہ سے روزگار ملنا چاہیے۔ اسی صورت میں زرعی شعبہ کو بھی منفعت بخش بنایا جاسکتا ہے اور قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔

ہندوستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر مستقبل قریب میں اس قسم کی تبدیلی مشکل ہے۔ آبادی پر کنٹرول کرنے کی ہر ممکن کوششیں کی جانی چاہیے تا کہ معاشی ترقی کی رفتار کو تیز تر کیا جاسکے۔

ہندوستانی منصوبہ بندی کمیشن نے ہندوستان کے پیشہ ورانہ نمونے میں تبدیلی لازمی قرار دی ہے۔ تا کہ کام کرنے والی آبادی کا بوجھ زراعت سے کم کیا جاسکے۔ اور کم از کم 40% کام کرنے والی آبادی کا بوجھ زراعت سے کم کیا جاسکے۔ اور کم از کم 40% کام کرنے والی آبادی ثانوی اور ثالثی شعبوں میں رکھی جائے تا کہ تیزی سے قومی آمدنی روز آمدنی فی کس میں تیزی سے اضافہ کیا جاسکے۔

اس طرح ہندوستانی معیشت غیر ترقی یافتہ بن سکتی ہے۔ لیکن ہندوستانی معیشت کے موجودہ حالت کے روشنی میں پیشہ ورانہ آبادی کے نمونے میں تبدیلی مستقل قریب میں مشکل نظر آتی ہے اس کی وجہ آبادی میں بے تحاشہ اضافہ بتائی جاتی ہے ۔ اگر آبادی میں اضافہ پر قابو پایا جائے تو ایسی صورت میں آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ جو معاشی ترقی کے لیے مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

3.5 ابتدائی، ثانوی اور ثالثی شعبے

ہندوستان میں تمام پیداواری امور کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1 ابتدائی یا بنیادی شعبے
2 ثانوی شعبے
3 ثالثی شعبے

1 ابتدائی یا بنیادی شعبے:

ایسے تمام انسانی کام جن کا تعلق قدرت یا اس کے طبعی ماحولیات سے ہوتا ہے بنیادی شعبے میں شامل کیے جاتے ہیں۔ اسے ابتدائی شعبے اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ یہ انسان کا قدیم ترین اور اولین پیشہ تھا۔ جیسے زراعت، مویشی، جنگلات، ہمکیات، کان کنی وغیرہ۔

اس کے علاوہ شکار، مویشیوں کی نگہداشت وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ترقی پذیر مما لک جیسے ہندوستان میں آبادی کا بڑا حصہ اس شعبہ سے وابستہ ہے۔ جیسے ہندوستان میں 65 فی صد کارگر مزدور اس شعبہ سے وابسطہ ہے۔

شکل 8.1 : ابتدائی پیشے

شکل 8.2 : ثالثی پیشے

2 ثانوی شعبے:

ایسے تمام پیدائشی کام جن کا تعلق مصنوعات کی تیاری سے ہوتا ہے ثانوی شعبے میں شامل کیے جاتے ہیں جیسے صنعت وغیرہ۔ یہ صنعتیں خام مال کے لیے ابتدائی شعبہ پر انحصار کرتی ہے۔

3 ثالثی شعبے:

ایسے تمام کام جو خدمات کی شکل میں فراہم ہوتے ہیں۔ انہیں ثالثی شعبے میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے ٹرانسپورٹ، ذخیرہ اندوزی، مواصلات، تجارت، ہوٹل، موٹل، بینک کاری، انشورنس، ڈیفنس وغیرہ۔

ابتدائی، ثانوی اور ثالثی پیشوں کے درمیان فرق ایک مثال کے ذریعہ بہتر طور پر واضح کیا جاتا ہے۔

جیسے ایک کسان گیہوں کی فصل اگاتا ہے کسان کا یہ کام ابتدائی پیشہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ ایک بیکر گیہوں سے روٹی بناتا ہے۔ بیکر کے اس کام کا ثانوی شعبے میں شامل کیا جاتا ہے۔ ایک تاجر تیار شدہ روٹی کو اپنی دکان میں فروخت کرتا ہے۔ تاجر کے اس کام کو ثالثی پیشہ میں شامل کیا جاتا ہے۔

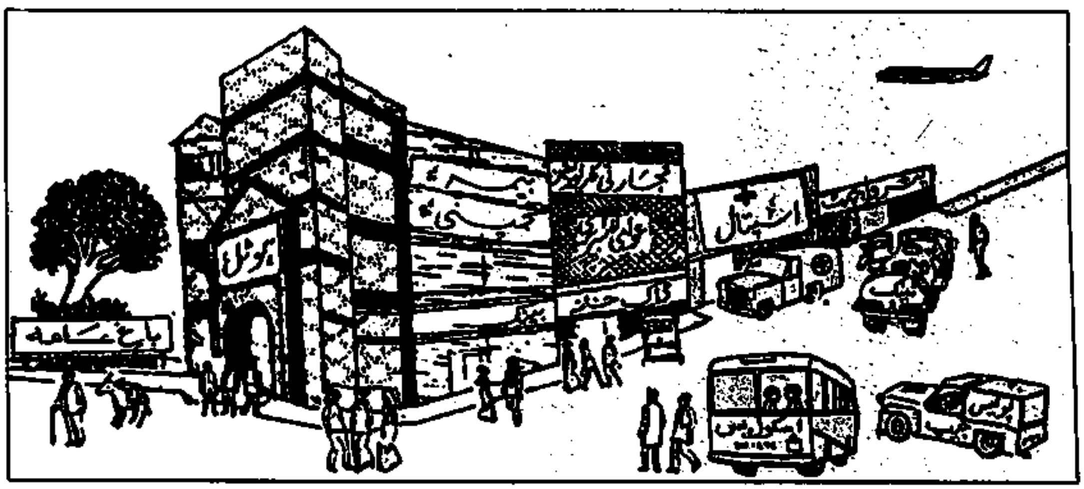

شکل 8.3 : ثالثی پیشے

ایسے تمام مزدور جن کی عمر 15 تا 60 سال کے درمیان ہو اور پیدائشی عمل میں مصروف ہو انہیں کارگزار مزدور کہتے ہیں۔

پیشوں کی ساخت سے مراد آبادی کی تقسیم، پیشوں کی بنیاد پر کی جائے ذیل میں ہندوستان میں آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم کو پیش کیا جاتا ہے۔

جدول 8.5

ہندوستان میں آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم (فی صد میں)

شعبہ جات	1951	1961	1971	1981
(1) زراعت اور اس سے متعلقہ شعبے	72.1	72.1	72.1	70.6
a- کاشت کاری	50.0	43.3	43.3	42.1
b- زرعی مزدوری	19.7	26.3	26.3	26.3
c- افزائش مویشیاں، جنگلات اور ماہی گیری	2.4	2.5	2.5	2.2
(2) صنعتی شعبے	10.6	11.2	11.5	12.9
a- کان کنی	0.6	0.6	0.6	0.5
b- بڑے اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں	9.0	9.4	9.4	10.9
c- تعمیرات	1.0	1.2	1.2	1.5
(3) خدماتی شعبے	17.3	16.7	16.7	16.5
a- تجارت اور کامرس	5.3	5.6	5.6	5.8
b- حمل و نقل اور مواصلات	1.5	2.4	2.4	2.5
c- دیگر خدمات	10.5	8.7	8.7	8.2

3.6 مختلف شعبوں کا باہمی انحصار

پروفیسر کولن کلارک (Colin Clark) کے مطابق معیشت کی ترقی اور پیشوں کی ساخت میں بہت قریبی تعلق پایا جاتا ہے۔ فی کس، حقیقی آمدنی کی بلند سطح کا تعلق ثالثی پیشہ سے آبادی کے ایک بڑے حصے کا وابستہ ہونا ہے۔ فی کس حقیقی آمدنی کی کم تر سطح کا تعلق آبادی کے زیادہ تر حصے کا بنیادی شعبے سے روزگار حاصل کرنا ہے۔

جی بی فشر کے مطابق جیسے جیسے معیشت ترقی کرتی جاتی ہے تو روزگار اور سرمایہ کاری بنیادی شعبے سے دوسرے شعبے میں منتقل ہونے لگتی ہے۔ جب معیشت مزید ترقی کرنے لگتی ہے تو روزگار اور سرمایہ کاری ثالثی شعبہ میں منتقل ہونے لگتی ہے۔

منصوبہ بند کمیشن کے ماہرین کے مطابق پیشہ ورانہ ساخت کو اس طرح تبدیل کیا جائے کہ کارگزار آبادی کا صرف 60 فی صد حصہ ہی بنیادی شعبہ سے وابسطہ رہے اور باقی 40 فی صد آبادی کو ثانوی اور ثالثی شعبہ سے روزگار ملے۔

معیشت کے تینوں پیشوں میں باہمی ربط پایا جاتا ہے۔ جیسے بنیادی شعبہ میں تیار ہونے والی اشیاء ثانوی شعبہ میں خام مال کی

شکل رکھتی ہے اور یہ خام مال ثانوی شعبوں کو فراہم کیا جاتا ہے۔ ثانوی شعبوں میں تیار شدہ اشیاء ثالثی شعبہ کے لیے تجارت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس طرح سے معیشت کے تمام تینوں شعبوں میں گہرا تعلق پایا جاتا ہے اور معیشت کا اتار چڑھاؤ بھی ان پیشوں سے وابستہ کارگزار آبادی کے تناسب سے ہوتا ہے۔ اگر کارگزاری آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ ابتدائی شعبہ سے وابستہ ہو تو یہ ملک ترقی پذیر کہلائے گا۔ اور اس کے برخلاف اگر ملک کا نصف سے زیادہ کارگزاری آبادی کا حصہ ثالثی پیشہ سے وابستہ ہو تو یہ ملک ترقی یافتہ ملک کہلائے گا۔

4 خلاصہ

پیشہ سے مراد کام کے لیے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں تین اہم پیشے ہیں ابتدائی، ثانوی اور ثالثی۔

ابتدائی یا بنیادی پیشہ میں ہنرمند آبادی کا تناسب 65 فی صد، ثانوی پیشہ میں 15 فی صد اور ثالثی پیشہ میں 20 فی صد موجود ہے۔

اس اعتبار سے ہمارا ملک ایک زرعی ملک کہلاتا ہے۔ 10 مزدور میں سے 7 مزدور زرعی پیشہ سے وابستہ رہتے ہیں جب کہ قومی آمدنی میں ابتدائی پیشہ کا حصہ 36 فی صد پایا جاتا ہے۔

5 زائد معلومات

ہندوستان میں 2000-1999ء میں 20.59 کروڑ ٹن اناج کی پیداوار ہوئی جو ایک ریکارڈ ہے۔ ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار 7.425 کروڑ ٹن رہی۔ ہمارے ملک کو دنیا میں گیہوں کی پیداوار کے لیے دوسرا مقام حاصل ہے۔

ملک کا جغرافیائی رقبہ 3287.3 لاکھ ہیکٹر ہے۔ اس میں سے 92.7 فی صد زمین کے استعمال کے متعلق اعداد و شمار دستیاب ہیں۔

6 فرہنگ

انگریزی حروف تہجی	اردو تلفظ	اردو اصطلاح	معنی و وضاحت
Iintermediate Goods	انٹرمیڈیٹ گوڈس	درمیانی اشیاء	ایسی تمام اشیاء جو پیدائشی مرحلے میں ہوں۔ درمیانی اشیاء کہلاتی ہیں جیسے آٹا۔
Occupation	آکوپیشن	پیشہ	کام، جس سے روزگار حاصل ہو اور جس سے قومی دولت میں اضافہ ہوتا ہو۔

Raw Material	رامٹیریل	خام مال	کارخانوں کے لیے خام مال زراعت فراہم کرتا ہے۔ جیسے شکر کے کارخانہ کے لیے ایکھ۔
Servic Sector	سروس سیکٹر	شعبہ خدمات	ایسے تمام کام جو مادی طور پر اشیاء فراہم نہیں کرتے بلکہ غیر مادی طور پر انسانی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ جیسے استاد کی تعلیم، ڈاکٹر کی تیمارداری وغیرہ
Working Force	ورکنگ فورس	کارگر مزدور	ایسے تمام افراد جن کی عمر 15 تا 60 سال کے درمیان ہو اور پیدائشی کام میں مصروف ہوں کارگر مزدور کہتے ہیں۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 پیشے سے کیا مراد ہے؟

2 ابتدائی پیشہ کے کوئی دو مثالیں دیجیے؟

3 ثانوی پیشے سے کیا مراد ہے؟

4 شعبہ خدمات کسے کہتے ہیں؟

5 پیشہ ورانہ ساخت کسے کہتے ہیں؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 ملک کی معاشی ترقی اور پیشہ ورانہ ساخت میں کیا تعلق پایا جاتا ہے بیان کیجیے۔

2 ہندوستانی معیشت کی بنیادی خصوصیات بیان کیجیے۔

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 ہندوستان ایک.............................معیشت ہے۔

2 جاپان ایک.............................معیشت ہے۔

3 ایسے مزدور جو پیدائشی کام میں مصروف ہوں.............................کہلاتے ہیں۔

4 ہنر مند مزدور کے تناسب میں اضافے سے ملک کی.............................میں اضافہ ہوتا ہے۔

5 ملک کی قومی آمدنی کو جملہ آبادی سے تقسیم کرنے سے.............................حاصل ہوتی ہے۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 زراعت کو کونسے شعبہ میں شامل کیا جاتا ہے: (   )

(a) بنیادی (ابتدائی) (b) ثانوی

(c) ثالثی (d) کچھ بھی نہیں

2 کپڑے کی صنعت کو کونسے شعبے میں شامل کیا جاتا ہے: (   )

(a) بنیادی (ابتدائی) (b) ثانوی

(c) ثالثی (d) کچھ بھی نہیں

3 ٹرانسپورٹ کو کونسے شعبے میں شامل کیا جاتا ہے: (   )

(a) بنیادی (ابتدائی) (b) ثانوی

(c) ثالثی (d) کچھ بھی نہیں

4 ہندوستان میں کارگر مزدور کا زیادہ تناسب کونسے شعبہ سے وابستہ ہے: (   )

(a) بنیادی (ابتدائی) (b) ثانوی

(c) ثالثی (d) کچھ بھی نہیں

5 مواصلات کو کونسے پیشہ میں شامل کیا جاتا ہے: (   )

(a) بنیادی (ابتدائی) (b) ثانوی

(c) ثالثی (d) کچھ بھی نہیں

7.3.3 جوڑ ملایئے

	A		B
1	کان کنی	a	جاپان
2	مصنوعات	b	ہندوستان
3	دواخانے	c	بنیادی پیشے
4	ترقی پذیر ملک	d	ثانوی پیشے
5	ترقی یافتہ ملک	e	ثالثی پیشے

سبق - 9

Revenue And Taxes آمدنی اور محاصل

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 آمدنی کی قسمیں

3.2 محاصل کے اقسام

3.3 مرکزی محاصل

3.4 ریاستی محاصل

3.5 محاصل کے اصول

3.6 محاصل کے اثرات

3.7 مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی

3.8 غیر محصول آمدنی

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

7.3.3 جوڑ ملایئے

سبق - 9

آمدنی اور محاصل Revenue And Taxes

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ حکومت کی آمدنی اور محاصل کے متعلق مندرجہ ذیل نکات کے متعلق معلومات حاصل کریں گے:

+ حکومت کو دو اہم ذرائع سے آمدنی حاصل ہوتی ہے یعنی محصول کے ذریعہ اور غیر محصول ذرائع آمدنی۔
+ محصول کی دو قسمیں ہوتی ہیں یعنی راست اور بالراست محاصل۔
+ محصول سازی چند بنیادی اصولوں کے تابع ہوتی ہے۔
+ معاشرہ کے مختلف افراد پر محصول کے اثرات مختلف طریقوں سے اثرانداز ہوتے ہیں۔

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم نے ہندوستانی معیشت کا تفصیلی جائزہ لیا تھا جس میں آزادی سے قبل ہندوستانی معیشت، بوقت آزادی ہندوستانی معیشت کی حالت ہندوستانی معیشت کی بنیادی خصوصیات، اس کے اہم شعبہ جات یعنی ابتدائی، ثانوی اور ثالثی شعبے اور ان کے باہمی انحصار سے بحث کی گئی تھی۔ اب اس سبق میں ہم حکومت کی آمدنی اور محاصل سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 مال گزاری (آمدنی) کی قسمیں

دستور ہند کے مطابق مرکزی اور ریاستی حکومت کے حقوق، ذمہ داریاں اور افعال کو جداگانہ نوعیت سے تقسیم کیا گیا ہے۔ امن وامان، دفاع، تشہیر، حمل ونقل مرکزی حکومت کے تحت جب کہ زراعت، تعاون اور تعلیم کے میدان ریاستی میں ریاستی حکومت کو تفویض کئے گئے ہیں۔ کام کی نوعیت کے مطابق آمدنی واخراجات دونوں حکومتیں باہم بانٹ لیتی ہیں۔

1 ذرائع آمدنی:

حکومت کو آمدنی محصول اور غیر ٹیکس کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔

مال گزاری (آمدنی) بذریعہ محصول (Tax Revenue): حکومت کو چلانے کے لیے مالیہ اشد ضروری ہے جس کی تکمیل کے

لیے اسے محصول سے آمدنی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس آمدنی سے حکومت فلاحی کاموں کے لیے بجٹ مختص کرتی ہے اور وہ اسے اسی مد میں خرچ کرتی ہے جس سے کہ عام شہری فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر ہر شہری اپنی آمدنی کے مطابق ٹیکس ادا کرے تو قوم کا معیار زندگی اونچا ہوتا ہے۔

یوں تو ٹیکس دہندہ کو راست فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن اسے سکون میسر ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ راست حکومت کے دفاعی و فلاحی کاموں میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اس میں قوم و قومیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اگر ہم ترقی یافتہ قوموں کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اسی لیے اس مقام پر پہنچیں کہ وہ ہمیشہ ایمان داری اور خوشی کے تحت ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ امریکہ میں لوگ صدفی صد ٹیکس دہندگان ہیں۔ ان میں جذبہ قومیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

ہماری حکومت قانون کے دائرہ کار میں رہ کر ہی ٹیکس وصول کر پاتی ہے۔ شہریوں میں اگر ٹیکس ادا کرنے کا جذبہ وقوع پذیر ہو تو کیا کہنا۔ ہم بھی دنیائے معاشیات کے افق پر چمکتا ہوا ستارہ ہو جائیں گے۔

2 بنا محصول مال گزاری (آمدنی) (Non-Tax Revenue):

یہ ذرائع آمدنی سرکاری اداروں، قرضہ جات سے اور عوامی ملکیت سے وصول طلب رقومات ہیں۔ حکومت کو اخراجات کی پابجائی کے لیے مالیہ کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے اسے عوامی قرض بذریعہ شہریوں۔ اداروں یا اندرونی یا بیرونی ملک سے بھی لیتی ہے۔

بعض اوقات حکومت معاشی مشکلات پر قابو پانے کے لیے مختلف قسم کی ترغیبی اسکیمات کو روبہ عمل لتی ہیں جس سے عوام راغب ہوتے ہیں مثلاً ایل۔ آئی۔ سی اور راندرا وکاس پتر وغیرہ۔

ہندوستان میں ٹیکس عائد کرنے کے لیے دونوں حکومتیں (مرکزی و ریاستی) مجاز ہیں۔ مرکزی حکومت مرکزی ٹیکس اور ریاستی حکومت سیلز ٹیکس عائد کرتی ہیں۔

3.2 محاصل کے اقسام (Types of Taxes):

محاصل کو مندرجہ ذیل دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1 راست محاصل Direct Taxes

2 بالواسطہ محاصل Indirect Taxes

1 راست محاصل Direct Taxes:

ان محاصل میں بوجھ صرف ایک فرد پر ہوتا ہے جو ٹیکس دہندہ ہوتا ہے۔ جس کی آمدنی مقرر کردہ قوانین کے مطابق جس زمرہ میں ہو اسے اسی مناسبت سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان محاصل میں انکم ٹیکس و دولت ٹیکس کی ادائگی ہوتی ہے۔

2 بالواسطہ محاصل Indirect Taxes:

ان محاصل کا اثر دوسرے افراد پر پڑتا ہے جب کہ ٹیکس کا بوجھ ایک پر پڑتا ہے۔ مثلاً سیلز ٹیکس، تفریحی ٹیکس، کسٹم و ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ۔

3.3 مرکزی محاصل Central Taxes

مرکزی حکومت کا مالیہ ٹیکس کی شکل میں وصول ہوتا ہے ریاستی و مرکزی حکومتیں اس مالیہ کے شراکت دار ہوئی ہیں۔ اس محصول کو مرکزی حکومت تمام شہریوں پر عائد نہیں کرتی بلکہ یہ ایسے شہری پر عائد ہوتا ہے جس کی آمدنی 60,000 روپے سالانہ سے زائد ہو جب کہ امریکہ میں ہر شخص کو محصول واجب الادا ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت کو محاصل مرکزی ملازمین کے ذریعہ سے ہی صد فی صد وصول ہو پاتی ہے۔ جب کہ 76 فی صد لوگ ٹیکس سے بچنے کے نت نئے طریقے ڈھونڈتے رہتے ہیں اور قوم و ملک کو معاشی بدحالی کے دلدل میں ڈھکیلتے ہیں۔ اگر ہم میں جذبہ قومیت اجاگر ہو تو حکومت کے تیار کردہ منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں مدد ملے گی۔

ہماری معاشی پسماندگی کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو اپنی آمدنی اور دولت کو چھپاتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ان کی دولت قوم کی دھارا میں شامل ہو جائے تو نہ صرف ان کی دولت محفوظ رہے گی بلکہ قوم کے ساتھ بھی انصاف ہوگا۔ جس دن بھی ان مال داروں میں جذبہ قومیت جاگ جائے گی اس دن ہمارا ملک دنیا میں سربلند ہو جائے گا۔

کسٹم ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی پیدا کردہ اشیاء پر محاصل مرکزی حکومت عائد کرتی ہیں۔

3.4 ریاستی محاصل State Taxes

دولت ٹیکس، پیشہ ورانہ ٹیکس ٹ اسٹامپ اور رجسٹریشن فیس، سیلز ٹیکس، ٹرن اور ٹیکس، شراب، نشہ آور ادویات، سینما گھروں اور سرکس پر تفریحی ٹیکس، گاڑیوں پر ٹیکس، بجلی کے استعمال پر سرچارج وغیرہ۔

3.5 محاصل کے اصول Principles of Taxes

حکومت کے مقرر کردہ منصوبوں کی پابجائی کے لیے اور اسے پایہ تکمیل کو پہنچانے کے لیے محاصل عائد کرتی ہے۔ عوام میں پائے جانے والی خلیج کو کم سے کم تر کرنے کے لیے محاصل وصول کیے جاتے ہیں۔ اور اس رقم کو عوام کی بہبودی اور فلاحی کاموں میں صرف کیے جاتے ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس زمرہ میں شامل ہوں کہ وہ محاصل ادا کریں یہ تب ہی ممکن ہے جب عوام میں شعور پیدا ہو۔ متمول لوگ زائد ٹیکس ادا کریں تاکہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ نہ ہو۔ فرض اولین یہ ہو کہ ہر شہری ایمان دار،

محب وطن اور ابنائے وطن کے بارے میں عمیق گہرائی سے سوچنے والا ہو۔ ٹیکس کی وصولی کا طریقہ کار سہل اور قابل عمل ہو۔ یعنی منصفانہ خصوصیت سے مساوات کے اصول پر مبنی ہوتی ہے یعنی ادائیگی کی قابلیت ہو۔ ٹیکس پیداوار کی مناسبت سے عائد کیے جائیں۔ زیادہ پیداوار کرنے والوں کو ٹیکس کی تخفیف ہونے سے اوروں میں بھی جذبہ پیدا ہوگا اور قومی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔

3.6 محاصل کے اثرات (Effects of Taxes)

جب کسی چیز پر ٹیکس عائد کیا جاتا ہے تو اس چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے جس کا اثر صارفین کو اس کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ جس سے بچنے کے لیے وہ فروخت کنندہ سے رسید نہ بنانے کی ضد کرتے ہیں۔ جس کا اثر لامحالہ حکومت کی مشینری پر پڑتا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے ٹیکس کی شرح بڑھانی پڑتی ہے کیوں کہ حکومت کو اپنا ایک منصوبہ تکمیل کرنے کے لیے ایک خاص مقرر کردہ رقم چاہیے۔ جب ٹیکس کی وصولی میں کمی ہونے پر مجبوراً حکومت کو سختی سے کام کرنا پڑتا ہے۔

ٹیکس کے اثرات سے بعض موقعوں پر نقصان رساں بھی دیکھے گئے ہیں جیسے ادویات میں ٹیکس سے غریب عوام اس کے استعمال سے کنارہ کش یا محروم رہتے ہیں۔ سگریٹوں میں بار بار ٹیکس کے اضافہ سے سگریٹ نوشی میں قابل لحاظ حد تک کمی ہوتی ہے کیوں کہ یہ عمل صحت کے لیے مضرت رساں ہوتا ہے۔

3.7 مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی

مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1 مال گزاری، محصول (Tax Revenue)

2 بلاٹیکس آمدنی (Non-Tax Revenue)

1 مال گزاری محصول (Tax Revenue):

(a) مرکزی آبکاری محصول (Central Excise Duty): مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی میں سب سے اہم ذریعہ ہے۔ مرکزی حکومت اس ٹیکس کی مجاز ہے کہ وہ مندرجہ ذیل اشیاء پر ڈیوٹی لگائے۔ شکر، دیاسلائی، سوتی کپڑا، مصنوعی ریشم، اولن، کاغذ، سمنٹ، پنکھے، چائے، کافی، تمباکو، جوتے، پینٹ اور وارنش وغیرہ۔

یہ ایک بالواسطہ ٹیکس ہے۔ جس کے حاصل ہونے پر تین مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

(i) رقم کی وصولی۔

(ii) نقصان رساں ادویات، سگریٹ اور شراب کے استعمالات میں کمی کا رجحان۔

(iii) مفید چیزوں پر زیادہ استعمال کرنے کی ترغیب۔

(b) آمدنی ٹیکس(Income Tax): یہ ایک اہم ذرائع آمدنی ہے جسے 1860ء میں نافذ کیا گیا۔ یہ راست ٹیکس ہے جو فرد پر عائد ہوتا ہے۔ شرح سود آمدنی کے مناسبت سے لگایا جاتا ہے۔ کمپنیوں، فرمس میں کام کرنے والوں سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ 60,000 روپیوں تک سالانہ آمدنی والوں کو اس ٹیکس سے چھوٹ دی گئی ہے۔ اس سے زائد آمدنی والوں سے محصول وصول کیا جاتا ہے۔

(c) موت ٹیکس(Death Tax): کسی فرد کے انتقال کے بعد اس کی جائداد اور اثاثہ سے محصول کیا جاتا ہے۔ اس فرد کے ورثہ کو جو ذرائع آمدنی ہوتی ہے اس پر ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ یہ قانون 1953ء سے لاگو کیا گیا ہے۔ ٹیکس کی شرح سود زیادہ لگایا جاتا ہے جب کہ موروثی جائداد میں اگر حق دار دور کا رشتہ دار ہو۔

(d) محصول برائے تحفہ(Gift Tax): اس ٹیکس کو 1958ء میں لاگو کیا ہے۔ اگر کوئی شخص دوران حیات میں کسی کو تحفہ دے تو ایسی جائداد پر ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ یہ ٹیکس فرداً ہوتا ہے۔ اس کا الحاق غیر منقسمہ ہندو خاندان اور کمپنیوں پر ہوتا ہے۔

(e) کسٹمز ڈیوٹی(Customes Duties): اس محصول کو ان چیزوں پر لگایا ہے جو درآمد و برآمد کی مصنوعات ہوں۔ درآمد کردہ مصنوعات پر محصول لگانے کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

(i) مالیہ کی فراہمی

(ii) اندرون ملک تیار کردہ مصنوعات میں ترغیبات

(f) کارپوریشن ٹیکس(Corporation Tax): کاروبار یا کمپنی کی آمدنی پر عائد ہونے والے ٹیکس کو کارپوریشن ٹیکس کہتے ہیں۔ اس ٹیکس کے جواز کو حسب ذیل استدلال پیش کیے جاتے ہیں۔

(i) کارپوریشن ایک علاحدہ اکائی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے وہ ادائے ٹیکس کی بھی قابلیت رکھتی ہے۔ اور حصہ داروں کی ٹیکس کی ادائی کی اہلیت سے جداگانہ نوعیت کی حامل ہوتی ہے۔

(ii) حصہ دار کارپوریشن میں شامل ہو کر کاروباری تنظیمی صلاحیتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس لیے ان حصہ داروں پر بجا طور پر اضافی ٹیکس کا جواز پیدا ہوتا ہے۔

(iii) کارپوریشن ٹیکس کی عدم موجودگی کی صورت میں کمپنیوں کے قابل تقسیم منافع ٹیکس کی پکڑ سے صاف بچ جائیں گے۔ جو کہ قرین انصاف نہیں۔

(g) دولت ٹیکس(Wealth Tax): 1957ء میں اس قانون کو نافذ کیا گیا ہے۔ اس ٹیکس کے اہم مقاصد میں مالیہ کی فراہمی اور دولت مند لوگوں کو ترجیحات بذریعہ ترغیبات۔ اس ٹیکس کے ٹیکس دہندگانوں میں ہندو منقسمہ خاندان اور ایک لاکھ روپے تک رکھنے والے شخص پر ٹیکس عائد ہوگا۔

3.8 غیر محصول مال گزاری

غیر محصول ٹیکس جن ذرائع سے موصول ہوتے ہیں وہ درجہ ذیل ہیں:

مرکزی حکومت کو آمدنی کی فراہمی میں مرکزی کردار۔

ریل، ڈاک وتار، کرنسی اور منٹ

صنعتی اداروں اور کمیرشیل اداروں کو جو مرکزی حکومت کی طرف سے چلائے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا طریقوں سے آمدنی 51-1950ء میں صرف 49 کروڑ روپے تھی جو بڑھ کر 84-1983ء میں 5134 کروڑ تک جا پہنچی۔

مرکزی حکومت کو جو ٹیکس موصول ہوتا ہے اس کا 75% حصہ بذریعہ Tax اور بقایہ 25% مال گزاری محصول (Non-Tax Revenue) سے حاصل ہوتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو ادارہ مرکزی حکومت کی جانب سے چلائے جاتے ہیں وہ خاطر خواہ انجام دہی سے قاصر ہیں جس کا اثر قومی معیشت پر مرتب ہوتا ہے۔

محاصل کے اقسام (Types of Taxes):

مرکز اور ریاستیں دونوں ٹیکس عائد کرتے ہیں۔ جنہیں بالترتیب مرکزی ٹیکس (Central Tax) اور ریاستی ٹیکس (State Tax) کہا جاتا ہے۔

مرکزی محاصل (Central Tax): مرکزی حکومت آمدنی پر راست محاصل بذریعہ انکم ٹیکس اور کارپوریشن ٹیکس اور ملکیت پر ٹیکس۔ دولت ٹیکس اور گفٹ ٹیکس عائد کرتی ہے۔ جو کہ بالواسطہ محصول ہے درآمدی اور برآمدی اشیاء پر لی جانے والی کسٹم ڈیوٹی اور پیدا کردہ اشیاء پر اکسائیز ڈیوٹی۔

ریاستی محاصل (State Tax): راست محاصل میں عائد ہونے والے محاصل ہیں: پراپرٹی ٹیکس، اسٹامپ اور رجسٹریشن فیس، پیشہ ورانہ ٹیکس بالواسطہ محاصل ہیں۔ ریاستی حکومت سیلز ٹیکس، ٹرن اور ٹیکس، مخصوص اشیاء کی فروخت پر ٹیکس مثلاً نشہ آور ادویات، شراب پر اکسائیز ڈیوٹی، سینما گھروں اور سرکس پر تفریحی ٹیکس اور متحرک ملکیت مثلاً گاڑیوں پر ٹیکس اور بجلی کے استعمال پر سرچارج وغیرہ شامل ہیں۔

ٹیکس کو مندرجہ ذیل طریقوں سے مدون کیا جاتا ہے تا کہ اس کی وصولی میں کوئی ناگفتہ بہ حالات سے جا گزیں نہ ہوں۔

1 تناسبی محصول Proportional Tax: اس ٹیکس کے زمرہ میں تمام ٹیکس دہندگان سے خواہ وہ کتنی بھی آمدنی والے ہوں سب سے زائد آمدنی پر 20% ٹیکس عائد کیا جاتا ہے۔

پروفیسر ٹیلر اس ضمن میں کہا ہے کہ متناسب ٹیکس میں ٹیکس کی شرح مستقل رہے گی چہ جائے کہ آمدنی غیر مستقل ہو۔

2 متزائد محصول(Progressive Tax): اگر ٹیکس کی شرح بلحاظ آمدنی بڑھتی جائے تو اسے متزائد کہا جاتا ہے اس ضمن میں ٹیکس وصولی کے طریقے جداگانہ نوعیت کے ہوتے ہیں ۔ جیسے 40,000 روپے سے 60,000 تک ، 60,000 سے 100,000 روپے تک آمدنی والے پہلی قسم کے ٹیکس دہندگان 20% اور دوسری طرح والے 30% کی شرح سے ٹیکس عائد کرتے ہیں اس زمرہ میں زائد آمدنی والے کم آمدنی والوں کی بہ نسبت زیادہ ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ ترقی پذیر ٹیکس کی وجہ سے زائد آمدنی والے لوگ اور بھی امیر ہو پاتے ہیں ۔ اس طریقہ ٹیکس کو تمام ترقی پذیر (Under Developed) ممالک بخوشی ورضا رائج کیے ہیں۔

3 رجعتی محصول(Regressive Tax): اس ٹیکس کو رجعتی محصول اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس زمرہ میں بوجھ امیروں سے زیادہ غریبوں پر پڑتا ہے ۔ کوئی بھی حکومت اس طرح کا محصول لاگو کرنے کے لیے پس وپیش کرے گی کیوں کہ جوں جوں آمدنی بڑھتی ہے اسی طرح ٹیکس کی شرح کم ہوتی ہے ۔ ہندوستان میں نمک پر ٹیکس اسی طرح کا ہے۔

4 تدریجی انحطاط محصول(Degressive Tax): اس زمرہ میں ٹیکس دہندگان جو کہ زیادہ آمدنی والے گروپ میں شامل ہوتے ہیں ۔ بقایہ جات کی قربانی نہیں چاہتے ۔ ایسے گروپ میں تھوڑی سی تبدیلی شرح ٹیکس سے انہیں مراعات دیے جاتے ہیں۔

محاصل کے اصول (Principles of Taxes):

آج بھی آدم اسمتھ (Adam Smith) کے تخلیق کردہ قوانین معاشیات کی دنیا میں سورج کی مانند مفید اور کارآمد اصول ہیں ۔ موجودہ دور میں بھی بنیادی معاشی بحث کے لیے Adam Smith کے وضع کردہ ٹیکس کے قوانین ہی مشعل راہ ہیں جنہیں مندرجہ ذیل زمروں میں منقسم کیا گیا ہے۔

1 اصول یقینی(Canon of Certainity): ٹیکس جو فرداً فرداً کو کیا گیا ہے یقینی طور پر ادا کرے ۔ وقتِ ادائیگی ٹیکس ، طور طریقہ ، تعدد تمام چیزوں کو شفاف وصاف انداز میں ادراج ہو ۔ یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ حکومت ٹیکس کا موازنہ ، مدت اور ٹیکس دہندگان کی نشاندہی قبل از وقت ہو جاتی ہے ۔ اور مالیہ کی وصولی میں درپیش وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے صد فی صد کامیابی کر سکتے ہیں۔

ٹیکس دہندہ کو اگر قبل از وقت اداشدنی ٹیکس کی رقم معلوم ہو جائے تو وہ اس کے مطابق اپنے اخراجات کو ترتیب دے گا۔

2 اصول آسانی(Canon of Convernience): ہر ٹیکس کو اس انداز میں مرتب کرنا چاہیے کہ ٹیکس دہندہ کو اس کی بر وقت ادائیگی سہل ہو ۔ اس لیے یہ ادائگی کے وقت اور طرز پر زور دیتا ہے ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فصل کی کٹائی کے بعد ہی زرعی

ٹیکس وصول کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس دوران کسان کے ہاں ٹیکس کے ادائی کی رقم موجود ہوتی ہے اور وہ بآسانی ادا کرسکتا ہے۔ اور اسی طرح جب ملازمین سے ٹیکس وصول کرنا ہو تو اسے اس کی تنخواہ سے منہا کرنا چاہیے ورنہ اسے ادا کرنے کافی مشکلات پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی صارف کسی مصنوعاتی شئے خریدتا ہے تو ٹیکس کی رقم اس میں شامل کر کے ہی اس چیز کی قیمت تعین کی جاتی ہے۔ اس طرح صارفین خریدتے وقت ہی چیز کے ساتھ ٹیکس ادا کر دیتے ہیں۔

اگر اس کلیہ کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو ٹیکس دہندگان کی جانب سے کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہوگی۔ اور حکومت کو بھی ٹیکسوں کی وصولی بھی فوری اور آسان ہوگی۔

3 اصول کفایت(Canon of Economy): محاصل ٹیکس سے حاصل شدہ آمدنی انتظامی اخراجات برائے ٹیکس سے زائد ہونی چاہیے۔ اس اصول کو ذیل کی طرح بیان کیا گیا ہے۔

ہر ٹیکس کی اختراع کچھ اس طرح ہونی چاہیے کہ اس کے تحت حصول اور وصول دونوں ہی سے عوام پر کم سے کم بار ہو۔ لیکن اس پر یہ بھی دھیان دینا ضروری ہے کہ اس عمل سے عوامی خزانہ میں کتنا اضافہ ہو۔

4 اصول پیداواری(Canon of Productivity): ٹیکس پیداوار ہونی چاہیے۔ ٹیکس کے ذریعہ حکومت کو معقول محاصل حاصل ہوں گے جس سے وہ مختلف سرگرمیوں میں کام کو روبہ کار لاتے ہوئے اپنے متعمہ مقصد کو حاصل کرسکے۔ ورنہ حکومت صحیح سمت میں پیش قدمی نہیں کرسکتی۔ گلیڈ اسٹون(Gladestone) نے کہا ہے کہ ٹیکس کا لاگو کرنا دراصل حکومت کو مالیہ کے ذریعہ کفالت بہم پہنچانا ہے۔ اور اس لیے وزارت برائے مالیہ قدرتی طور پر کسی ٹیکس سے حصلہ آمدنی سے کسی کام یا مقصد کا تخمینہ لگائے گی۔

5 اصول لچک پذیری(Canon of Elasticity): اگر قومی آمدنی کی بہ نسبت ٹیکس محاصل میں اضافہ کا تناسب زائد ہے تو اسے لچک پذیری کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر ٹیکس محاصل کا اضافہ قومی آمدنی کے اضافہ کے مقابلہ میں کم تناسب رکھتا ہو تو اسے غیر لچک پذیر کہیں گے۔ کسی خاص ٹیکس سے حصلہ محاصل کا انحصار مندرجہ ذیل نکات پر مضمر ہے۔

(i) بنیادی تبدیلیاں (ii) شرح میں تبدیلیاں (iii) قومی آمدنی میں تبدیلیاں

اسی لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ لچک دار اصول کے لیے بنیادی اور شرح کی تبدیلی نہ ہو۔ اگر ٹیکس محاصل کے ساتھ ساتھ قومی آمدنی میں اضافہ کے محاسبہ کے دوران بنیادی اور شرح کی تبدیلیوں کو بھی شامل کر دیا جائے تو یہ ٹیکس لچک پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کلیہ کے مطابق غیر لچک دار ٹیکسوں کی بہ نسبت لچک دار ٹیکس زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔

6 اصول سادگی(Canon of Simplicity): ٹیکس کا انتظام نہایت ہی سیدھا سادھا، سہل اور قابل ادراک ہو۔ اور اسے ہر عام ٹیکس دہندگان کے فہم سے ہم آہنگ ہو ورنہ انتظام وصولی بہت مشکل دہ ہوگی۔

7 اصول تنوع(Canon of Diversity): یہ کلیہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ٹیکس کے نظام میں ہر طرح کے ٹیکس شامل ہونے چاہیے جس سے مزاحمتی طاقتیں ایک دوسرے کو باہم دفع کر دیں گے۔

محاصل کا اثر (Impact of Taxes):

معیشت کے اثرات مرتب کرنے کے لیے نظام ٹیکس کو پرکھنا لازم ہے۔ٹیکس عناصر کے ساتھ ساتھ موازنہ Budget میں عوامی مصارف کے مدت کو یکسر نظر انداز کر کے ٹیکس کاری کو محض تفریدی کیفیت (Isolution) میں تصور کرنا درست نہ ہوگا۔ جب تک فوائد کے ساتھ ساتھ عوامی مصارف کا جائزہ نہ لیا جائے۔اس وقت تک ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ ایک اچھا نظام ٹیکس ہے بھی یا نہیں چوں کہ ٹیکس کاری کے ذریعہ حاصل شدہ محاصل دیگر قسم کے محاصل جیسے غیر ٹیکس محاصل، عوامی قرض کاری، خسارہ مالیات وغیرہ سے مخلوط ہوتے ہیں۔اس لیے عوامی صرف کے افادت کے تقابل میں ٹیکس کاری کے بار کی پیدائش از حد دشوار ہو جاتی ہے۔

بہر حال ایک محدود مفہوم میں ہم ٹیکس کاری کے مختلف پہلوؤں جیسے اس کی شکلوں، شرحوں اور اوقات کی دیگر تمام متغیرات کو غیر متبدل مان کر ان کی جانچ کر سکتے ہیں جہاں پر ہم سب بھی ایک اچھے نظام ٹیکس کی بات کرتے ہیں تو عموماً ہم ٹیکس کاری کو محض ایک تفریدی کیفیت میں تصور کرتے ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

حکومت کو آمدنی کے مختلف ذرائع حاصل ہیں جن کی زمرہ بندی مختلف ماہرین معاشیات نے مختلف انداز سے کی ہے۔ حکومت کے وسائل آمدنی کی ایسی زمرہ بندی سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آمدنی کے مختلف ذرائع کس حد تک آپس میں مشابہت وعدم مشابہت پائی جاتی ہے۔ عام طور پر ٹیکس کے کسی اصول کے اطلاق کے سلسلہ میں ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کا اطلاق کیا آمدنی کے تمام ذرائع پر ہوتا ہے یا صرف جزوی طور پر مختلف ذرائع سے آمدنی کے حصول کے اثرات ونتائج بھی مختلف ہوتے ہیں۔اس لیے مختلف وسائل آمدنی اور ان کی زمرہ بندی کے محتاط مطالعہ سے ہمیں ایسی چیزوں کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

5 زائد معلومات

حکومت کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ قومی آمدنی اور محصول کو غیر جانب داری سے کام لیتے ہوئے وصول کریں۔دیکھنے میں آیا ہے کہ بیش تر امراء اپنی رقومات کو غیر ممالک میں بغیر سود حاصل کیے ہوئے بلکہ الٹا انہیں سود دے کر رکھتے ہیں۔جس سے کم وبیش ہماری معیشت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ ہمارے خون پسینہ کی کمائی سوئیز بنک کے لاکرس میں غیروں کے ہاتھوں میں ہے اسے ہم ہماری قوم کے معاشی دھارا میں شامل کرنا بے حد ضروری ہے۔اور حکومت کو ایسی کاوشیں اور تدابیر اختیار کرنا چاہیے کہ ایسا کرنے والوں کو سخت سے سخت سزا دینی چاہیے جس سے آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔شروع میں ہماری حکومت انہیں سادہ لوحی، تشہیر سے راہ راست پر لانے کی تجاویز پیش کریں اس کا اثر ضرور بہ ضرور ہوگا۔اگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہو تو قانون بنا کر ہمارا مالیہ ہمارے ملک میں لانا

ہوگا۔ انہیں جو ایسے کام کرتے ہیں انہیں سمجھایا جائے کہ جینے کے لیے صرف روٹی کافی ہے جس کے لیے انہیں اپنے ضمیر کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی	انگریزی اصطلاح	اردو اصطلاح	معنی وضاحت
Capital Formation	کیپٹل فارمیشن	اجتماع اصل	حکومت کو بڑے پیانہ پر سرمایہ کاری کے ذریعہ بنیادی معاشی سہولتوں کی فراہمی کے منصوبوں پر عمل کرنے کو اجتماع اصل کہا جاتا ہے
Impact Tax	امپاکٹ ٹیکس	اثر انگیز ٹیکس	ایسا ٹیکس جو کوئی فرد ادا کر چکا ہو وہ بوجھ دوسروں پر نہیں ڈھاتا۔
Money Illusion	منی الیوشین	التباس زر	ترقی یافتہ ممالک میں بلاواسطہ محاصل کے بجائے بالواسطہ محاصل پر انحصار کیا جاتا ہے جسے التباس زر کہا جاتا ہے۔
Special Assessment	اسپیشل اسسمنٹ	خصوصی تخمینہ	جائداد کے استعمال میں بہتری پیدا کرنے کے لیے حکومت کو جو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس کو خصوصی تخمینہ کہتے ہیں۔
Union Excist Duty	یونین ایکسائز ڈیوٹی	مرکزی آب کاری ڈیوٹی	پیدا کنندہ پہلے ڈیوٹی خود ادا کرتا ہے اور بعد میں تھوک فروش اور تھوک فروش چلر فروش پر اس ٹیکس کو منتقل کرتا ہے۔

7 نمونہ امتحان سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 حکومت کن ذرائع سے ٹیکس وصول کرتی ہے

2 محاصل کے اقسام بیان کیجیے

3 حکومت کا اختیار کردہ ترغیباتی اسکیمات کیا ہیں
4 راست محاصل کیا ہیں
5 محاصل کیوں وصول کیے جاتے ہیں

7.2 طویل جوابی سوالات

1 محاصل کے اصول بیان کیجیے
2 راست اور بالواسطہ محاصل کے اقسام تفصیل سے بیان کیجیے
3 محاصل کے اثرات سے عوامی زندگی میں تغیرات کو بیان کیجیے
4 مرکزی اور ریاستی محاصل کا فرق بیان کیجیے
5 محصول سے آمدنی کے ذرائع کیا ہیں تفصیلی نوٹ لکھیے

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 ٹیکس دہندہ کو راست..................نہیں ہوتا۔
2 مرکزی حکومت..................اور ریاستی حکومت..................عائد کرتی ہیں۔
3 مرکزی حکومت کو محاصل..................مرکزی ملازمین سے حاصل ہوتے ہیں۔
4 جب کسی چیز پر ٹیکس عائد کیا جاتا ہے تو اس چیز کی قیمت میں..................۔
5 آمدنی میں اضافہ کی مناسبت سے ٹیکس کی شرح میں بھی اضافہ ہوتو اسے.................. ٹیکس کہا جاتا ہے۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 راست ٹیکس کی مثال کسٹم ڈیوٹی: ( )

(a) انکم ٹیکس (b) کسٹم ڈیوٹی
(c) اکسائیز ڈیوٹی (d) اکسائیز ڈیوٹی

2 بالواسطہ محاصل کی مثال: ( )

(a) سیلز ٹیکس (b) انکم ٹیکس

(c) دولت ٹیکس (d) گفٹ ٹیکس

3 آمدنی کے تمام گروپس کے لئے ٹیکس کی شرح مساوی ہوتی ہے یہ کونسا ٹیکس ہے

(a) ترقی پذیر ٹیکس (b) مناسب ٹیکس

(c) تنزلی ٹیکس (d) غیر تنزلی ٹیکس

4 اگر ٹیکس کا بوجھ کسی شخص پر عائد کیا جائے اور وہی شخص ٹیکس کے اثر کو قبول کرے تو اس ٹیکس کو کیا کہتے ہیں۔

(a) راست محاصل (b) بالواسطہ محاصل

(c) سیلز ٹیکس (d) کسٹمز ڈیوٹی

5 اگر کسی شخص پر ٹیکس کا بوجھ عائد کیا جائے اور ٹیکس کا اثر کوئی دوسرا شخص قبول کرے تو ایسے شخص کو کیا کہتے ہیں۔

(a) راست محاصل (b) بالواطہ محاصل

(c) سیلز ٹیکس (d) کسٹمز ڈیوٹی

7.3.3 جوڑ ملایئے

	A		B
1	رنگاراجن	a	اہلیت رکھنے والوں پر عائد کیا جاتا ہے۔
2	P A N	b	نہایت پیچیدہ حساب کتاب ہوتا ہے۔
3	بلاواسطہ ٹیکس	c	بچت اور اصل کاری پر الٹے اثرات ڈالتے ہیں۔
4	راست محصول	d	مالیاتی کمیشن کا چیرمین
5	آمدنی کی تفصیلات	e	پرمننٹ اکاؤنٹ نمبر

سبق - 10

بجٹ (موازنہ) BUDGET

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 بجٹ کا مفہوم

3.2 مرکزی اور ریاستی بجٹ

3.3 خسارہ مالیہ

3.4 متوازن بجٹ

3.5 صفر بجٹ

3.6 خسارہ بجٹ

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 فرہنگ اصطلاحات

7 نمونہ سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

7.2 طویل جوابی سوالات

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کرو

7.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجئے

7.3.3 جوڑ ملایئے

سبق - 10

بجٹ (موازنہ) BUDGET

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ بجٹ کے متعلق درجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے۔

+ بجٹ کے اجزائے ترکیبی
+ مرکزی اور ریاستی بجٹ
+ خسارہ مالیہ
+ توازن بجٹ
+ خسارہ بجٹ
+ زیرو بجٹ۔ وغیرہ وغیرہ

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم نے حکومت کی آمدنی اور محاصل کے تعلق سے معلومات حاصل کیں اب ہم اس سبق میں موازنہ (بجٹ) سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 موازنہ (Budget)

بجٹ کی اصطلاح فرانسیسی لفظ Bougette کی متبدلہ شکل ہے جس کے لفظی معنی چمڑے کی تھیلی کے ہیں۔ یہ اصطلاح 1733ء میں وجود میں آئی۔

متوقع آمدنی اور اخراجات کو منصوبہ بند صراحت کے ساتھ پیش کرنے والے تختہ کو بجٹ کہا جاتا ہے۔ بجٹ ہمیشہ آنے والے سال کے لئے تیار اور پیش کیا جاتا ہے۔

موجودہ وزیر مالیہ مسٹر جیش کمار پیش کریں گے جو کہ ماہ فروری میں پیش ہوگا۔

بجٹ کے اجزائے ترکیبی(Components of Budget): بجٹ کے اجزاء وصولیات اور اخراجات ہیں ۔ اگر وصولیات اخراجات سے کم ہوں تو بجٹ میں گھاٹا ہوتا ہے ۔ جسے خسارہ کہتے ہیں ۔ اور اگر اخراجات وصولیات سے کم ہوں تو بجٹ میں نفع ہوگا ایسے بجٹ کو منافع بخش کہتے ہیں ۔ برخلاف اس کے اگر دونوں اجزاء مساوی پائے جائیں تو معتدل ورنہ غیر معتدل بجٹ کہلائے جائیں گے۔

موازنہ محصول اندازی کے دائرہ اور وسعت کا تعین اسی غرض و غایت کو مدنظر رکھ کر بنیا جاتا ہے کہ منظورہ مقاصد کی تکمیل مقررہ وقت میں مکمل ہو پائے اور عوامی بھلائی سرانجام دی جائے ۔ موازنہ حکومت کی پالیسیوں کا آئینہ ہوتا ہے جسے پڑھ کر کوئی بآسانی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ عوام کے لیے کس حد تک فائدہ مند یا نقصان رساں ہوسکتا ہے ۔ اسی لیے موازنہ کی تشکیل کے دوران یہ بات مدنظر رکھی جاتی ہے کہ موازنہ کارگر ہو جس سے کہ قوم و ملک کی معاشی ہیئت برقرار رہے اور ترقی کا رجحان ہو ۔ عوام کی محاصل ادا کرنے کی صلاحیت کی موجودہ سطحوں، قومی آمدنی میں نمو، پس اندازیوں اور سرمایہ کاری کی شرحوں، روزگار کی مقدار اور اس راستہ کو جس کی طرف معیشت آگے بڑھ رہی ہے یہ تمام چیزیں قومی موازنہ میں ظاہر ہوتی ہیں ۔ عوامی مصارف کی مجموعی مقدار اور حکومت کی مختلف سرگرمیوں میں اس کی تقسیم نہ صرف معیشت کے موجودہ حالت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ ان مقاصد کو بھی پیش کرتی ہے جنہیں حکومت اپنی مالیاتی کارروائیوں کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتی ہے۔

موازنہ سے تیز رفتار اور منظم معاشی ترقی سے سماج میں پائے جانے والے ٹھہراؤ کو ایک جست ملتی ہے ۔ جس کے دائرہ کار میں حکومت کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحدیدات، سبسڈی میں کمی اور رکاوٹیں خانگی شعبہ کو بڑی حد تک متاثر کرتا ہے جس کا مقصد قوم میں پائے جانے والی مایوسی کو دور کیا جاسکے۔

3.2 مرکزی اور ریاستی بجٹ (Central & State Budgets)

مرکزی بجٹ سے مراد مرکزی سرکار کا بجٹ ہوتا ہے جسے دو حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے ۔ (i) ریلوے بجٹ جسے خود وزیر ریلوے اپنا علاحدہ بجٹ پیش کرتے ہیں ۔ (ii) وزیر مالیہ پارلیمنٹ میں اپنا بجٹ پیش کرتے ہیں جس کے لیے وہ تمام وزارتوں اور محکموں کی بجٹ ترتیب دی جاتی ہے۔

ریاستی سطح پر ریاستی وزیر فینانس مقننہ میں بجٹ پیش کرتے ہیں ۔ وزیر فینانس کے ذریعہ بجٹ کے پیش ہونے پر اسپیکر مباحثہ کی اجازت دیتا ہے جس پر اراکین پارلیمنٹ مرکز میں اور اراکین اسمبلی اپنے متعلقہ مقننہ میں اس مباحثہ میں حصہ لیتے ہیں ۔ سیر حاصل بحث کے اختتام پر مالی بلوں (مسودوں) کی منظوری دی جاتی ہے ۔ پھر حکومت کو یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ مالی ذرائع میں اضافہ کرسکیں اور مفروضہ بجٹ کے اخراجات کی پابجائی کرسکیں۔

3.3 خسارہ مالیہ (Deficit Financing)

جب حکومت محصول اندازی عوامی قرضوں اور عوامی کاروبار کے ذریعہ ضروری وسائل پیدا کرنے میں نااہل ہو جائے تو پھر ایسی صورت گری کو خسارہ یا زائد زر کو پیدا کرنے کی کاوشیں کی جاتی ہیں۔

عام طور پر خسارہ مالیہ کا طریقہ جنگ کی صورت میں یا کالا بازاری کے دور میں کیا جاتا ہے۔ معاشیات کی تشکیل جدید کے طور پر اس طریقہ کو ترقی پذیر ممالک میں بروئے کار لایا جارہا ہے جس سے افراط زر میں اضافہ معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ ممکن ہے۔ حقیقی اجرتوں میں پیدا ہونے والی کمی سنافعوں میں اضافہ کردیتی ہے جس سے سرمایہ کاری کی ترغیب پر خوش گوار اثر اور منافعوں کا حصہ اجرتوں میں مقابلتاً اضافہ کردیتا ہے۔

اس مالیہ کے رو سے سرمایہ کاری کے لیے پس اندازی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ترقی پذیر معیشتوں میں سرمایہ کی زائد صلاحیت محدود ہوتی ہے پھر بھی ایسی صورت میں خسارہ مالیہ کے ذریعہ سے تو زر کی رسد میں تو اضافہ ممکن ہے لیکن اشیاء اصل کی زائد صلاحیت میں کمی کی وجہ سے پیداوار میں فوری طور پر اضافہ ممکن نہیں۔ اس خسارہ کی بدولت مزدور کی سطح زندگی گزارے کی حد سے قریب زندگی گزارتے ہیں۔

خسارہ مالیہ کو روزمرہ کی غذا کے طور پر نہیں بلکہ آٹا میں نمک کے مصداق روبہ عمل لانا چاہیے۔ کیوں کہ اگر ہر سال اسی طرح کا خسارہ مالیہ افراط زر میں نہ رکنے والا عمل تیزی کے ساتھ معاشی بدحالی پیدا کرسکتا ہے۔ اس قسم کے حالات کو جلد سے جلد دور کرنا ہی ملک کی ترقی میں معاون ہوں گے۔

جس کے ذریعہ سے ملک کو درپیش مسائل حل کیے جسکتے ہیں وہ عوامل ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(1) غذائی اشیاء اور کپڑا کی رسد میں اضافہ۔

(2) ایسے ترقیاتی پراجکٹ جو تیز رفتار پیداواری کرسکتے ہوں مالیہ فراہم کرنا۔

(3) بشمول جسمانی کنٹرول کے معاشی کنٹرول عائد کرنا۔

(4) برآمدی اشیاء صرف کی رسد میں اضافہ کے لیے خارجی امداد حاصل کرنا۔

(5) صنعتی مزدوروں کی اجرتوں میں اضافہ کو روکنا۔

(6) زائد قوت خرید کو عوامی قرض، پراوڈنٹ فنڈ اور محصول اندازی کی اسکیمات کے ذریعہ محدود کرنا۔

(7) سٹہ بازی کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے منتخبہ قسم کے زری کنٹرول کو عائد کرنا۔

(8) عوام کے جذبات کو اپنی کمائی کو بچتوں کی صورت میں محفوظ رکھنے کے لیے اپیل کرنا۔

(9) ہر قسم کے ضائع اخراجات رخنات اور بدعنوانیوں کو روکنے کے لیے انتظامی مشنری کو تقویت پہنچانا۔

3.4 متوازن بجٹ (Balanced Budget)

موازنہ کو اس وقت متوازن موازنہ کہیں گے جب محاصل کی آمدنی مصارف کے مساوی ہو۔ اس موازنہ میں قرضوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ زمانہ قدیم میں معاشی ماہرین نے حسب ذیل وجوہ کی بنیاد پر ہی متوازن موازنہ کی پرزور تائید کی ہے۔

ہمارے ملک میں چوں کہ سرکاری اخراجات کسی بل کے پاس ہونے سے لے کر اور فلاحی کام کے منزل تک پہنچنے تک 89% ہو جاتا ہے جب کہ منظورہ رقم کا صرف 11% مالیہ ہی استعمال میں آتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ جان لینا ضروری ہے کہ منصوبہ بندی کے لیے جو اخراجات ہوتے ہیں اسے کم سے کم ہونا چاہیے ورنہ جس مقصد کے لیے ہم بجٹ بناتے ہیں اس کا منشاء فوت ہو جائے گا۔ ہمیں یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ جاپان جیسا چھوٹا ملک اپنے منصوبوں کو روبہ عمل کے لیے جو سرکاری اخراجات ہوتے ہیں وہ 11% ہوتا ہے جب کہ 89% مالیہ منصوبہ کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔ یعنی بالالفاظ دیگر سرکاری مشنری پر جو غیر ضروری اخراجات ہوتے ہیں اسے اگر ہم کم سے کم کریں تو ہماری معیشت دنیا کی سب سے مستحکم معیشت ہوگی۔ پیوستہ زمانہ میں سرکاری خزانے سے صرف بادشاہ اور چند اوزاؤں کا خرچ لیا جاتا تھا۔ لیکن آج جو حکومت چلائی جارہی ہیں اس میں تمام وزیروں، گورنروں، صدر، نائب صدر، وزیر اعظم، تمام ارکان پارلیمنٹ وارکان مقننہ کی تنخواہیں ان کی صیانتی کے لیے بیجا خرچ ملک کی معیشت کو نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اگر ہمیں جلد تغیر چاہیے تو ہمیں سرکاری اخراجات کو اس قدر رگھٹانا چاہیے کہ لوگ سیاستدان بننے سے کترائیں۔

متوازن بجٹ کے عمل سے روزگار وسائل کی تقسیم بازار کے میکانزم کے ذریعہ منصفانہ تقسیم حاصل کی جاسکتی ہے۔

مندرجہ ذیل اسباب کی بناء پر متوازن بجٹ قابل ترجیح مانا گیا ہے:

(a) غیر متوازن موازنہ خاص طور پر خسارہ موازنہ کی وجہ سے حکومت کو خانگی شعبہ سے قرضہ حاصل کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے جس سے پیداواری، خانگی سرمایہ کاری کے لیے دستیاب قرض جاتی فنڈس میں کمی ہو جاتی ہے۔

(b) معاشی میدان میں حکومت کے تمام مصارف ضائع اور غیر پیداوار ہو جاتے ہیں لہٰذا ایک خسارہ موازنہ، وسیع اور غیر پیداوار مصارف کی وجہ سے افراط زر کی طرف لے جاتا ہے۔

(c) عوامی قرض دو وجوہات کی بناپر پسند نہیں کیے جاتے۔ جب عوامی قرض Matured ہو جاتا ہے تو حکومت کو زائد محصول عائد کرنا پڑتا ہے جس سے خانگی تحریک پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور عوامی قرض کی مانگ بڑھنے پر بازار زر میں سود کی شرح میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مالیات کے قدیم اصولوں کے مطابق موازنہ کو سالانہ متوازی ہونا چاہیے۔

قدیم دلائل کے علاوہ حسب ذیل دلائل کی اساس پر بھی تائید کی جاتی ہے:

(i) خانگی موازنوں کی صحت استحکام کا روایتی نقطہ نظر عوامی موازنوں پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ اگر چہ اس دلیل کی ابتدا حکومت کے غیر ضروری اخراجات کرنے کے رجحان میں ہوئی لیکن موازنہ کو متوازن بنانے سے حکومت کی فضول خرچی پر موثر طور پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

(ii) متوازن موازنہ فنڈس کے جمع کرنے اور خرچ کرنے میں حکومت کو مالیاتی نظم وضبط کا ایک احساس عطا کرتا ہے۔

(iii) چوں کہ خسارہ موازنہ افراط زر کے دباؤ کو پیدا کرتے ہیں۔حکومت کے لیے اپنے مصارف میں توسیع کرنا اس وقت آسان ہوجاتا ہے جب کہ خسارہ مالیات کے ذریعہ سے مالیہ فراہم کیا جاتا ہے۔جس کے معیشت پر مخالفانہ اثرات پڑتے ہیں۔

(iv) کساد بازاری پر کنٹرول کرنے سے خسارہ موازنہ کی تائید کی جاتی ہے۔لیکن اگر مناسب ابلتی شرائط کے ساتھ ایک متوازن موازنہ بھی آمدنی اور معاشی سرگرمی کی سطح میں اضافہ کرسکتا ہے۔

خسارہ مالیہ:

مفہوم: عوامی اخراجات،عوامی آمدنی کے مقابلہ میں زائد ہوجائیں تو اس صورت حال کو خسارہ مالیہ کہا جاتا ہے۔بالفاظ دیگر حکومت موازنہ کے خلاء کو پر کرنے کے لیے درجہ ذیل میں سے کوئی ایک یا تمام اقدام عمل میں لاتے ہیں۔

1 RBI کی جانب سے کرنسی نوٹ کو چھاپ کر زر کی رسد میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

2 کمرشیل بنکوں سے قرض لیا جاتا ہے۔

3 Cash Balances کی واپسی۔

4 مرکزی بنک سے قرضے کی حصولی۔

امریکہ میں خسارہ مالیہ اور خسارہ موازنہ میں کوئی امتیز نہیں پایا جاتا جب کہ بجٹ کا وہ خلاء جس کو RBI کے ذریعہ کرنسی نوٹ چھاپ کر پر کیا جاتا ہے خسارہ مالیہ کہتے ہیں۔

مقاصد: 1 ایمرجنسی حالات: مالیاتی ضروریات کی فوری تکمیل کرنا۔

2 روزگار بڑھانا

3 کساد بازاری (Depression) کے حالات پر قابو پانا۔

4 ترقیاتی سرگرمیوں کو تیز کرنا۔

5 غیر استعمال شدہ فاضل وسائل کا بھرپور استعمال کرنا۔

خسارہ مالیہ کی ضرورت: ہندوستان میں محصول سے حاصل ہونے والی رقم کا صرف 20% عوامی اخراجات کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں معاشی ترقی حاصل کرنے کے لیے خسارہ استعمال مالیہ ضروری ہو تو صحیح ہے

6 منافع بڑھے گا تو تاجر آمدنی بڑھے گی۔ رجحان بچت بڑھے گا۔ جب منافع اور بچت بڑھے گا تو دوبارہ سرمایہ کے
رحکمت۔ یہاں آپ لوگوں کو بھی آسان آدمی بھیجدیا۔

7 جب منافع اور بچت بڑھے گا تو دوبارہ سرمایہ کاری ہوگی۔

8 ترقی پذیر ممالک میں زر کی رسد میں اضافہ ہونا چاہیے

9 پیداوار میں اضافہ ہوگا تو طلب زر بڑھے گی۔

پنج سالہ منصوبہ اور خسارہ مالیہ:

معیاد	خسارہ مالیہ
پہلا منصوبہ	420 کروڑ روپے
دوسرا منصوبہ	980 کروڑ روپے
تیسرا منصوبہ	1330 کروڑ روپے
چوتھا منصوبہ	2000 کروڑ روپے سے زائد
پانچواں منصوبہ	2000 کروڑ روپے سے زائد
چھٹواں منصوبہ	13500 کروڑ روپے سے زائد
ساتواں منصوبہ	14000 کروڑ روپے
آٹھواں منصوبہ	
نواں منصوبہ 1997-02	

خسارہ مالیہ کے نتائج:

خسارہ مالیہ کی خامیوں کو مندرجہ ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

1 افراط زر میں اضافہ

2 اس طرح کے مالیہ میں محدود پیمانے پر ہی بیروزگاری دور ہوسکتی ہے اور ترقی پذیر ملکوں میں غیر مہارت والے بیروزگاروں میں بے تحاشہ اضافہ۔

3 خسارہ مالیہ صرف شروع میں ہی جب کہ کساد بازاری اور افراط زر شدید طور پر بحران سے دوچار ہو فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

4 خسارہ مالیہ سے جنگ کے دوران میں معاشی پریشانیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

3.5 صفر بجٹ (Zero Budget)

زیرو بجٹ کو پہلی اپریل 1987ء میں ساتویں پلان میں عائد کیا گیا۔ اس بجٹ کو مرکزی حکومت نے نافذ کیا جس کے ذریعہ عوامی اخراجات کو غیر محسوس طریقوں سے کم گیا۔ زیرو بجٹ میں اخراجات حتیٰ کہ خارجی عوامل بھی مصنعانہ ہوں اس بجٹ کا مقصد معاشی ترگرمیوں کو انتہائی مقصدی بنانا ہے۔

زیرو بجٹ میں مندرجہ ذیل صورتیں ظاہری طور پر ہوں:

1 مقاصد کی تکمیل کے لیے عمل تیز تر ہو۔

2 ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اور طریقوں کا استعمال۔

3 اعلیٰ مقاصد اور اس کا عمل درآمد۔

4 کم تر مقاصد سے اعلیٰ مقاصد کی جانب رجحان۔

5 مقاصد کی نشاندہی اور خوارج عمل سے ضرورت کی اختراح۔

مرکزی موازنہ (Union Budget 1999-2000)

وزیر فینانس مسٹر یشونت سنہا نے 2000-1999 کے بجٹ کو پیش کرتے وقت ان عوامل کو ذہن میں رکھ کر ترتیب دیے ہیں کہ قومی معیشت آئندہ برسوں میں تنزل کی طرف مائل بہ نہ ہوں انہوں نے 27 فروری 1999ء کو پیش کیا۔ انہوں نے بیرونی تجارت کے محاصل کو 5% کی حد تک گھٹا دیا تا کہ درآمدات میں یکسانیت ہو۔ ساتھ ہی ساتھ ان کا یہ قدم بھی لائق مستحسن ہے کہ گھریلو مصنوعات کے محصول کو بھی 5% کی شرح محصول رکھی تا کہ نئے راحت کے نظام سے گھریلو صنعت میں بھی قابل لحاظ ہو۔ اور وہ اس قدم کے اٹھانے سے قبل بارہا سوچا کہ اس سے بیروزگاری میں کامل کنٹرول ہوگا۔ اور پیشہ ورانہ لوگ اندرون ملک میں ہی رہ کر قوم کی معیشت کو قابل قدر حد تک ترقی دلائیں گے۔

روپیہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے اور کس طرح خرچ ہوتا ہے

اخراجات کے مدات روپیہ کی شکل میں :
ریاست کا محاصل میں حصہ 14%
سود 27%
مرکزی زیرانتظام علاقوں اور ریاستی منصوبہ داری امداد 10%
مرکزی منصوبہ 13%
غیر منصوبہ داری امداد برائے ریاست اور مرکزی زیرانتظام علاقے 2%
دفاعی 14%
اعانت 7%
غیر منصوبہ داری اخراجات 13%
جملہ 100%

آمدنی کے ذرائع روپیہ کی شکل میں فی صد:
بیرونی قرض اور دیگر ذرائع 25%
کارپوریشن محاصل 9%
آمدنی محاصل 8%
غیر ملکی قرض 6%
غیر محاصل آمدنی 15%
دیگر محاصل 2%
آبکاری 26%
کسٹم 15%
جملہ 100%

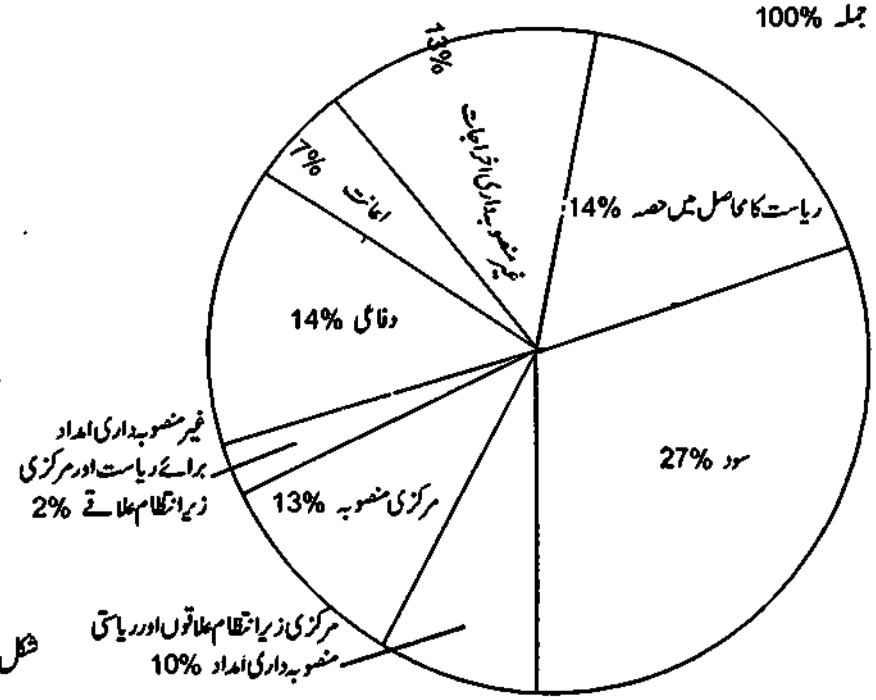

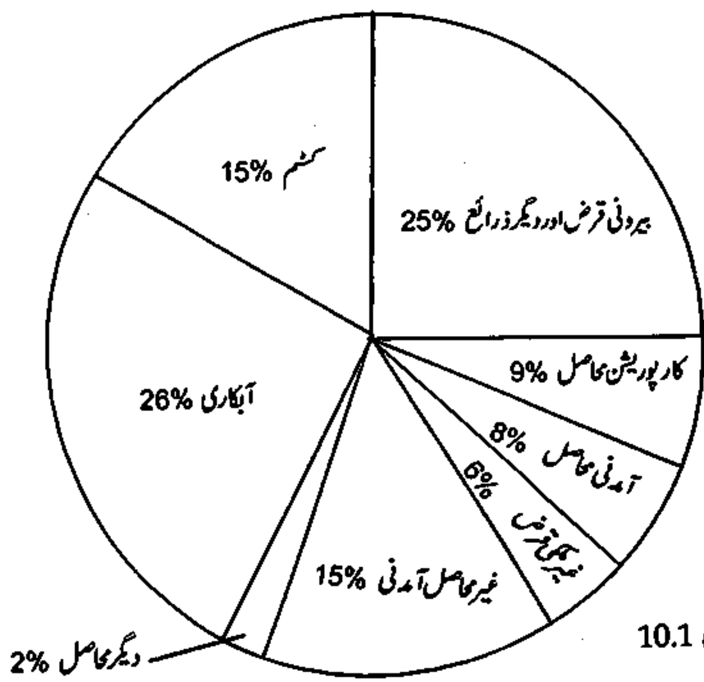

شکل 10.1

3.6 خسارہ بجٹ(Deficit Budget)

بجٹ حکومت کی متوقع ذرائع آمدنی اور اخراجات کے مدات کی فہرست پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو آنے والے مالیاتی سال کے لیے وزیر مالیات کی جانب سے تیار کیا جاتا ہے۔ بجٹ کو سالانہ مالیاتی جدول بھی کہتے ہیں۔

بجٹ متوازن یا غیر متوازن ہوگا۔

متوازن بجٹ (Balanced Budget):

بجٹ کو متوازن اس وقت کہا جاتا ہے جب حکومت کے ذرائع آمدنی، اخراجات کے مدات کے عین مساوی ہو۔ لیکن عملی طور پر کسی بھی ملک میں بجٹ متوازن شکل میں موجود نہیں رہتا۔

غیر متوازن بجٹ (Unbalanced Budget):

بجٹ حکومت کے ذرائع آمدنی اخراجات کے مدات کے مساوی نہ ہوں تو اسے غیر متوازن بجٹ کہا جاتا ہے۔ اس کی دو شکلیں ہیں۔ (i) فاضل بجٹ (ii) یا خسارہ بجٹ

(1) فاضل بجٹ: اگر حکومت کے ذرائع آمدنی اخراجات کے مدات کے مقابلہ میں زیادہ ہوں تو اسے فاضل بجٹ کہا جاتا ہے Surplus Budget اس قسم کا بجٹ صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک میں موجود رہتا ہے۔

(2) خسارہ بجٹ(Deficit Budget): اگر حکومت کے ذرائع آمدنی اخراجات کے مدات کے مقابلہ میں کم پائے جائیں تو اس صورت حال کو خسارہ بجٹ کہتے ہیں۔ جس کی مثال ہندوستان ہے۔

اگر خسارہ بجٹ مختصر ہو تو اس کی پابجائی زائد محصول عائد کر کے کی جاتی ہے اور اگر خسارہ بجٹ نسبتاً زیادہ ہو تو اس کی تکمیل عوامی قرض کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اور اگر خسارہ جٹ بہت زیادہ ہو تو اس خلاء کی تکمیل کرنے کے لیے RBI کی جانب سے کرنسی نوٹ چھاپے جاتے ہیں۔

ذیل کے جدول میں خسارہ بجٹ کو پیش کیا گیا ہے:

سال	خسارہ بجٹ
1992-'93	12312 کروڑ روپے
1993-'94	10960 کروڑ روپے
1994-'95	961 کروڑ روپے
1995-'96	9807 کروڑ روپے
1996-'97	13184 کروڑ روپے

4 خلاصہ

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو چکے ہیں کہ بجٹ کے اجزائے ترکیبی کو سمجھ سکیں۔ مرکزی اور ریاستی بجٹ میں فرق کر سکیں۔ خسارہ مالیہ کے اسباب اور نتائج کا جائزہ لے سکیں۔ اس کے علاوہ بجٹ کے مختلف اقسام جیسے فاضل بجٹ، متوازن بجٹ اور خسارہ بجٹ میں فرق کر سکیں۔

ہندوستان میں گذشتہ 50 سال سے خسارہ بجٹ کا عمل جاری ہے۔ 8ویں پنج سالہ منصوبہ میں 61134 کروڑ روپے خسارہ مالیہ رہا۔ آٹھویں پنج سالہ منصوبہ کا اختتام 31 مارچ 1997ء کو ختم ہوا۔ نویں پنج سالہ منصوبہ میں وہ صفر کی حد تک محدود رکھا گیا ہے۔

5 زائد معلومات

- موجودہ وزیر مالیہ جسونت سنگھ ہیں۔
- 2000-2001ء کے بجٹ میں اہم اعلانات کیے گئے۔
- 65 سال سے کم عمر ٹیکس ادا کرنے والی خواتین کو 15000 روپے کی ٹیکس راحت دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔
- بزرگ شہریوں کو ٹیکس راحت میں رعایت کی حد 10,000 روپے سے 15,000 روپے کی گئی۔
- اعلیٰ تعلیم کے لیے قرض کی ادائیگی حد 25,000 روپے سے 40,000 روپے کی گئی۔
- فلم بنانے والے اب 25,000 روپے کے بجائے 50,000 روپے سے زیادہ رقم پر ہی حساب کتاب دیں گے۔
- لازمی طور پر اکاؤنٹ کا حساب کتاب رکھنے کے لیے پیشہ ور اشخاص کے ذریعہ لی جانے والی رقم کی کل حد 60,000 روپے سے بڑھا کر 1,50,000 روپے کر دی گئی۔
- ذرائع پر ٹیکس کٹوتی غیر بینکنگ سود پر 2500 روپے سے بڑھا کر 5000 روپے کی گئی۔ اب 5000 روپے تک کے غیر بینکنگ سود پر ذرائع پر ہی کوئی ٹیکس کٹوتی نہیں ہوگی۔
- کسی بھی غیر مقیم ہندوستانیوں کے ساتھ کیے گئے یا کئے جانے والے سودوں سے متعلق پیشگی رولنگ کا اہتمام اب کسی بھی ہندوستانی پر لاگو ہو سکتا ہے۔
- خسارہ میں چل رہے پبلک سیکٹر کے کاروباری اداروں کے ملازموں کو رضاکارانہ طور پر خدمات سے الگ ہونے کی حالت میں 5 لاکھ روپے تک کی ادائیگی پر کوئی انکم ٹیکس لگے گا۔
- مالی سال 1999ء تا 2000ء سے تفریحی صنعت کو دی جانے والی برآمدی آمدنی پر چھوٹ کا فائدہ اب غیر کارپوریٹ سیکٹروں کو

بھی دیا جائے گا۔

- ملازمین کے شیئرس خریدنے کے تبادل پر ٹیکس اہلیت میں تبدیلی کی گئی ہے اب ان پر سرمایہ رخی فائدہ کے طور پر ٹیکس تب لگایا جائے گا جب شیئرس ٹیکس ادا کرنے والے کے ذریعہ فروخت کیا جائے گا۔

6 فرہنگ اصطلاحات

انگریزی حروف تہجی	انگریزی اصطلاح	اردو اصطلاح	معنی/وضاحت
Budget	بجٹ	موازنہ	حکومت کی متوقع ذرائع آمدنی اور اخراجات کے مدات کی فہرست کو موازنہ کہتے ہیں۔
Balanced Budget	بیلنس بجٹ	متوازن بجٹ	حکومت کے متوقع ذرائع آمدنی اور اخراجات کے مدات اگر مساوی ہوں تو اسے متوازن بجٹ کہتے ہیں
Surplus Budget	سرپلس بجٹ	فاضل بجٹ	اگر حکومت کی متوقع آمدنی اخراجات کے مدات کے مقابلہ میں زیادہ ہو تو ایسے بجٹ کو فاضل بجٹ کہتے ہیں
Subsidy	سبسڈی	مالی اعانت	حکومت کی جانب سے جب کسی عنوان پر مالی اعانت فراہم کی جاتی ہے تو اسے سبسڈی کہا جاتا ہے۔
Zero Budget	زیرو بجٹ	زیرو بجٹ	اس بجٹ کا مقصد معاشی سرگرمیوں کو انتہائی مقصدی بنانا ہے۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

1. مختصر جوابی سوالات

1 بجٹ سے کیا مراد ہے؟

2 فاضل بجٹ اور خسارہ بجٹ میں کیا فرق ہے؟

3 ہندوستان میں کس قسم کا بجٹ بنایا جاتا ہے؟

4 خسارہ مالیہ سے کیا مراد ہے؟

5 زیرو بجٹ کی تعریف کیجیے؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 مرکزی اور ریاستی بجٹ کے بارے میں لکھیے؟

2 بجٹ کے اجزائے ترکیبی کیا ہوتے ہیں؟

3 خسارہ مالیہ کے اسباب کیا ہیں؟

4 مختصر پنج سالہ منصوبوں کے دوران خسارہ مالیہ پر نوٹ لکھیے؟

5 خسارہ بجٹ کے کیا نتائج ہوتے ہیں؟

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 اگر حکومت کے مروجہ آمدنی اخراجات کے مساوی ہوں تو اسے .... بجٹ کہتے ہیں۔

2 حکومت کی متوقع ذرائع آمدنی اور اخراجات کے مدات کی فہرست کو .... کہتے ہیں۔

3 گھر کے اپنے امور خانہ داری کا بجٹ .... بجٹ کہلاتا ہے۔

4 جملہ متوقع ذرائع آمدنی اگر جملہ اخراجات کے مقابلہ میں کم پائے جائے تو اسے .... بجٹ کہتے ہیں۔

5 ریلوے بجٹ کی تیاری .... وزیر کرتا ہے۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 حکومت کتنے عرصہ کے لیے بجٹ بناتی ہے: ( )

(a) پانچ سال (b) چار سال

(c) تین سال (d) ایک سال

2 کونسا وزیر مرکزی بجٹ پارلیمنٹ کے روبرو پیش کرتا ہے: ( )

(a) وزیر ریلوے (b) وزیر مالیہ

(c) وزیر خارجہ (d) وزیر داخلہ

3 بجٹ کا نفاذ مالیاتی سال کے کونسی تاریخ سے واجب العمل ہوتا ہے: ( )

(a) یکم فبروری (b) یکم مارچ

(c) یکم اپریل (d) یکم مئی

4 اگر بجٹ میں آمدنی کم ہو اور اخراجات زیادہ ہوں تو اس خلاء کو کیسے پر کیا جاتا ہے۔

(a) اخراجات کی تخفیف (b) بیرونی حکومت سے قرض

(c) محصول میں اضافہ (d) زائد کرنسی کی چھپوائی

5 کونسے منصوبہ میں خسارہ بجٹ صفر رہا۔ ( )

(a) چھٹواں پنج سالہ منصوبہ (b) ساتواں پنج سالہ منوصبہ

(c) نواں پنج سالہ منصوبہ (d) پانچواں پنج سالہ منصوبہ

7.3.2 جوڑ ملایئے

	A		B
1	انکم ٹیکس کی رعایت میں حد	a	گرام سبھا سال
2	کالا دھن	b	6,0000 روپے
3	1999-2000	c	ٹیکس کی چوری
4	NRIS	d	وزیر اعظم
5	منصوبہ بندی کمیشن کے صدر نشین	e	غیر مقیم ہندوستانیوں کے ذریعہ سرمایہ کاری

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (مدرسہ سیریز) کی چند مطبوعات
نوٹ: طلبہ واساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجرانِ کتب کو حسبِ ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

آؤ حساب سیکھیں

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 306

جدید ہندستان

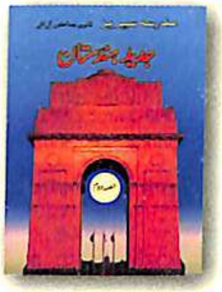

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 229

تہذیب کی تاریخ

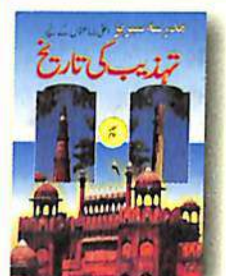

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 187

ممالک اور ان کے باشندے

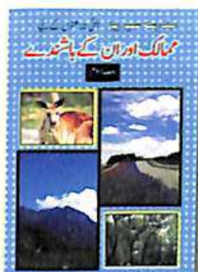

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 211

ہمارا آج کا ملک

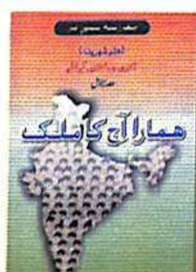

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 105

ماحول کی کھوج بین

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 144

कौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066

Designed & Printed by Fehmi Computers : 9810111854